

دیوانِ عشقِ شاکل

جلد اول

نثر
عشقِ عثمانی

ظرب المثل رہے گا محبت میں میرا نام آئیں گے میرے بعد فقط نو حد خوان عشق

(حافظ محمد ولایت اللہ)



PDF By : Mirkeen Mazhar Ali Khan

Cell NO : 00966590510687

Facebook Group «خاکِ حطم» Link:

<https://www.facebook.com/groups/1752899681599082/>



۷۸۶
یارب قبولِ عام کی اسیر چاہئے
یعنی مرے کلام کو، تاثیر چاہئے
(شاغل)



نتیجہ فکر

الحاج مولوی احترام الدین احمد شاغل عثمانی جمالی جے پوری

سنہ طباعت

۱۹۷۰ء

تعداد جلد

پانچ سو

قیمت فی جلد

مجلد چار روپیہ پچاس پیسے
غیر مجلد تین روپیہ پچاس پیسے
علاوہ محصول ڈاک
مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ

نام مطبع

ملنے کا پتہ

محمد اہتمام الدین عثمانی
گھاٹ گیٹ تسلیم منزل
جے پور — ۳

(راجستھان)

نذرِ عقیدت

بحضرت مولانا ابوالبرہان سلطان الدین احمد مبین

عثمانی الجمالی رحمۃ اللہ علیہ۔ جن کا فیضان میرا ادبی

رہنما ہے۔

شاعرِ عثمانی

فضلائے عصر کے ارشاد

از

علیغنیاب پروفیسر رشید احمد صدیقی صاحب شیخ الجامعہ ردو علیگرہ

شاغل صاحب سچ دھج سے راجپوت مصوری کا نمونہ ہیں۔ شاعری کے اعتبار سے کلاسیکی۔ اور مزاج کے لحاظ سے مغلیہ راجپوت تہذیب کا رنگت آہنگ اُن کی شاعری میں اساتذہ کے کلام کا رکھ رکھاؤ ملتا ہے۔ جس نے ہماری شاعری کی استواری و تہذیب میں بڑا کام کیا ہے۔ انہوں نے شاعری کو اتنا نفس کا نہیں جتنا اخلاق کا تقاضا سمجھا۔ ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہو لیکن اس تقاضے کو کہیں نظر انداز نہیں کیا ہے۔ یہ بہت بڑی بات ہو۔ گو عاشقی کی طرح شاعری میں بھی کچھ نہ کچھ کہیں نہ کہیں انحراف ضرور ہوتا ہے۔ اس سے کردار اور کلام دونوں میں انفرادیت آتی ہے۔

شاغل صاحب اردو کے شیرائیوں میں ہیں۔ اس سے اُن کی سیرت و شخصیت کا ایک بڑا دلکش پہلو سامنے آتا ہے۔ شاغل صاحب ہر اچھے کام کے لئے ہر وقت گرفتار کئے جاسکتے ہیں۔ خدا اُن کو اُن کی گرفتار خدمات میں ہمیشہ زندہ رکھے۔ آمین!

رشید احمد صدیقی

ذاکر باغ - علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
علی گڑھ

رعالی جناب سید محمد علی شاہ صاحب میکش اکبر آبادی

باسمہ تعالیٰ

الحاج مولوی احترام الدین احمد صاحب شاعری عثمانی جے پور کے ایک بہت ہی ذی علم اور مشہور خاندان کے معزز رکن ہیں اور خود بھی ذی علم مصنف، شاعر اور مشہور شاعر ہیں۔ گو شاعری موصوف کے لئے وجہ افتخار نہیں ہے بلکہ ان کے دوسرے کمالات کے مقابلے میں ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔

شاعر صاحب نے دوسرے علوم کی طرح فن شعر میں بھی پوری وقیفیت حاصل کی ہے۔ بڑے بڑے اساتذہ اور اہل فن سے استفادہ کیا ہے۔ ارباب علم اور اہل ذوق کی صحبتیں اور آنکھیں بکھلی ہیں اور اپنے فن پر بڑے خلوص سے ریاض کیا ہے جس کا ثبوت خود ان کا کلام ہے جو بلندی خیال، صحت فن، قدرت کلام اور مضمون آفرینی کا اعلیٰ نمونہ اور ان تمام خصوصیات کا حامل ہے جو قدیم اساتذہ فن کا طرہ امتیاز تھیں اور اب داستان بن کر رہ گئی ہیں۔ شاعر صاحب نے ایسے بزرگوں کو دیکھا اور ان کی صحبت سے استفادہ کیا ہے جن کا تذکرہ بھی ہمارے مذاق شعر کی تربیت اور ذوق آفرینی کے لئے کافی ہوتا ہے۔

راجستھان میں شاعر صاحب کی ذات اردو ادب کا ایک اہم ستون اور قدیم تہذیب اور پرانی شرافت کی ایک قابل قدر یادگار ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کو تادیر زندہ رکھے اور ان کا فیض اسی طرح جاری رہے۔

امید ہے کہ ان کا یہ دیوان مبتدی شعرا کے لئے شمع ہدایت اور منتہی حضرات کے لئے بزم مسرت ثابت ہوگا۔

میکش اکبر آبادی

میوہ کٹرہ
آگرہ

اظہارِ حقیقت

یہ حقیقت ہے کہ سفور ان سلف نے قدیم طرز سخن میں بلحاظ مضمون آفرینی و ندرت تخیل کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔ اسی طرح اُن کے کلام کو اگر خوبی اور صفائی زبان کے معیار پر پرکھا جائے یا جربستگی و حسن بیان کی کسوٹی پر کسا جائے محاکات کے نمونے تلاش کئے جائیں یا حقائق و معارف کو مقصود سعی قرار دیا جائے تو بہر نوع وہ سب کچھ ملے گا جو تلاش کیا جائے۔ البتہ اگر صرف مضمون و موضوع کا استقراء کیا جائے تو وہ ایک آدھ سیکڑہ سے زیادہ نہیں بتائے جاسکتے۔ مگر اسی تنگ نائے عنوان کو اہل کمال نے اپنی وسعت تخیل سے ایسا لامحدود بنا دیا ہے کہ اس کی حد بست ممکنات سے نہیں اور شمار و احصا محال ہے۔

فی زمانہ کبھی کبھی کہا اور رٹنا جاتا ہے کہ ”یہ مضمون نیا ہے“ یا ”یہ تخیال اچھوتا ہے“ مگر حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہوتی کہ اُس مضمون کے اشعار اساتذہ قدیم کے یا تو قائل کے علم میں نہیں ہوتے یا اُس کا مطالعہ محدود ہوتا ہے یا طرزِ ادا کی رنگینی مسحور کر لیتی ہے یا یہ کہ محض داد مقصود ہوتی

ہے اور شاعر کی حوصلہ افزائی منظور۔

اسی طرح طرزِ جدید میں کافی رنگارنگی اور بہت کچھ وسعتِ تخیل وغیرہ پیدا ہو چکی ہے۔ نیز معنی آفرینی اور لفظی سحرکاری بھی ترقی کر چکی، اور کر رہی ہے۔ اس لئے کہ عصرِ حاضر کے مختلف النوع مسائل اور تباہ حال معاملات اس کے مستحق تھے اور ہیں۔ نظم کے عام رجحان اور پسندیدگی عوام نے اس کو فروغ دیا اور غزل سے مطابقت کے جذبے نے نظم کو دل کشی کے سانچے میں ڈالا اور سنوارا۔ اردو نے اس روش سے فائدہ اٹھایا اور اُس کی خلتی وسیع دامانی نے دوسری زبانوں کے بہت سے الفاظ اپنے مذاق کے مطابق بعد ضروری تراش و خراش اپنائے۔ زبان کی نکال میں اُن کو کھرا سمجھا جائے یا کھوٹا مگر واقعہ یہ ہے کہ عام طور پر خواص کی زبان سے گذر کردہ نثر اردو میں داخل ہی نہیں ہو چکے بلکہ اُن کا مرادف لفظ بھی کوئی نہیں ملتا۔ لہذا کوئی وجہ نہیں کہ وہ نظم میں استعمال نہ ہوں، علیٰ ہذا ماحول کے اثر اور ایجادات نو کی فراوانی نے۔ نئے نئے عنوان اور تازہ بتازہ موضوع ایسے پیدا کر دئے ہیں کہ جواہلِ جس اور دیدہ وارانِ سخن کو دعوتِ فکر و طبع آزمائی دیتے ہیں۔

ہندی کے علاوہ جو اب سرکاری زبان ہے۔ مقامی بولیوں کے الفاظ بھی اردو میں داخل ہو رہے ہیں کہ جو اس دور میں رائج ترقی پر گامزن ہیں۔ البتہ اُن زبانوں سے اردو اپنا تعلق کم سے کم ترک کرتی جا رہی ہے جو اب سے پہلے بلکہ اب تک اُس کی آرائش و زیبائش کا سبب تھیں۔ یعنی عربی و فارسی۔ البتہ مقابلۂ متروکات سے ماخذات زیادہ ہیں اور یہی اردو کا طرہ امتیاز ہے۔ شعر و سخن کا شوق روز افزوں ہے۔ اگرچہ حصولِ علم و فن کی جانب

سے بے نیازی بھی شباب پر ہے۔ خود روئیدگی نے زمین شعر کو حسرت
 خاشاک سے تقریباً پاٹ دیا ہے اور اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا زمانہ نہ آجائے
 کہ جب کوئی غیر شاعر ڈھونڈا بھی نہ ملے اس کے باوجود قبولیت عام و عوام
 کا مظاہرہ مشاعروں میں خوب ہوتا ہے۔ تترتم کی بڑھتی ہوئی نے
 سونے پر سہاگہ کا کام کیا ہے۔ داد کی بیدار دلالت و ادو واقعی شاعروں کے
 لئے کیسی ہی دلخراش و روح فرسا سہی مگر فوجان اور بالخصوص مترنم
 شعرا کے لئے حوصلہ افزا اور تسکین و تکمیل جذبات کا سرمایہ ضرور ہے۔
 یہ بھی واقعہ ہے کہ سلسلہ شعر و سخن نہ رہے تو زندگی زبان معرض
 انحطاط بلکہ استیصال میں پڑ جائے اور اس کی وسعت محدود و مضحل ہو کر
 رہ جائے۔ اس لئے کہ جہاں ذوق سخن ایک قدرتی عطیہ ہے۔ وہاں
 شوق شعر گوئی بھی زبان کے لئے شگون نیک ہے۔

الحاصل سب کچھ کہا جا چکے کے بعد بھی کچھ نہ کچھ کہنے کی ضرورت
 وسعت زبان اور تحفظ ادب کی خاطر لازمی ہے۔ یہ مجموعہ اسی نظر پر کلمہ
 ہے جس میں قدیم رنگ کے ساتھ کچھ کچھ جدید طرز کی جھلک بھی نظر آئے گی
 اور ٹکسالی الفاظ کے علاوہ رائج الوقت اور مقامی لفظ بھی ملیں گے۔
 اہل فن کچھ فنی غلطیاں نکال لیں۔ اور اہل زبان بعض لفظ نکال با برقرار
 دیں تو ان کی مرضی۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ اب اردو قلعہ معالیٰ اور قدیم دہلی
 کی فصیلوں میں لکھنوی سرزمین تک محدود نہیں رہی۔ اسی لئے یہ جسارت
 کی گئی ہے۔

دراصل عہد حاضر زبان کا ایک عبوری دور ہے اور ابتلائی زمانہ
 اس لئے کہ اعلیٰ ادب سے بے نیازی، اوسط کی ناقدری۔ ادنیٰ سے

دل چسپی اور مبتذل کی حوصلہ افزائی کے رجحانات عوام سے گذر کر خواص تک کو اپنی لپیٹ میں لیتے جا رہے ہیں۔ دور نہ جائیے سینما کا رنگ آپ کے سامنے ہے اور عوام پسند فلموں کی قدر افزائی و قبولیت نام آپ سے پوشیدہ نہیں۔ اُن کے گیت۔ بیشتر اشعار۔ مکالمے اور غام بان میرے بیان کی تائید میں حاضر ہے۔

میں نے جنوری ۱۹۱۳ء سے دنیائے سخن میں قلم رکھا اور قدیم نگ کلام سے اپنی تعلیم و تربیت کا آغاز کیا میرا تخلص (شاعِل) چند وجوہ تاریخی ہے۔ ابتدا میں جو کچھ میں نے کہا وہ خلافتِ عمل عام و عوام کہیں محفوظ نہ کیا۔ جو فی الواقع اس کا مستحق بھی نہ تھا۔ لہذا زیادہ تر ضائع ہو گیا۔ جس کا کوئی افسوس نہیں۔ پھر جب کچھ درک پیدا ہوا تو جمع کرنے کی فکر ہوئی، بیاض تیار کی۔ جس میں صرف وہ کلام درج کیا جس کو اُس وقت مایہ ناز سمجھا اور وہ کلام جو دوسروں کے لئے کہا تھا سب تلف کر دیا۔ مگر اتفاقِ وقت کہ وہ جمع شدہ سہرا یہ بھی ایک غیر متوقع حادثہ کے باعث ضائع ہو گیا۔ جس کا کچھ دن کافی رنج و ملال رہا مگر آخر سمجھ میں آیا کہ ایسا ہونا غیر مفید نہیں۔ خوشنویس اپنی شق کو آپ ہی دھو ڈالتا ہے اور وصلی کو صاف کر دیتا ہے۔ ضائع شدہ کلام مشق ہی تو تھی پھر رنج کیوں اور تاسف کیا معنی۔

اس گزارش سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ اب جو کچھ پیش کیا جا رہا ہے وہ اس قدر بلند و ارفع ہے کہ اس پر اعتراض کی گنجائش نہیں، نہیں اعتراض برائے اعتراض کی بہت گنجائش ہے۔

مَا بَشَىٰ اللَّهُ وَالرَّسُولَ مَعًا
مِنْ لِّسَانِ الْوَرَىٰ فَكَيْفَ أَنَا
چھوڑا نہ کافروں نے خدا و رسول کو
نجد میں بھی کوئی عیب نہ لایا تو کیسا ہوا

البتہ اہل انصاف سے انصاف کی توقع سچا نہیں۔ شاعری پیغمبری نہیں
کہ ختم ہو گئی ہو اور مبدیہ فیاض تھی داماں نہیں کہ تلامذہ کو محروم رکھے۔
اب چونکہ برس بعد بر خوردار ابو الفیض اسلام الدین کاکل عثمانی ایم۔ اے
بی۔ ایڈیٹور اور دوڈ پارٹنر گورنمنٹ کالج ٹونک (راجستھان) کے اصرار
پر پھر خیال آیا کہ وہ سب کچھ نہیں تو کچھ نہ کچھ بطور یادگار و توسیع زبان جمع
کردوں ابھی کچھ مملوہ کلام اخبار و رسائل سے لیا اور بیشتر غیر مطبوعہ
مسودات سے جس پر نظر ثانی کر کے انتخاب کیا اور انتخاب میں اختصار
پیش نظر رہا۔ اس طرح چند اوراق پریشان کی یہ شیرازہ بندی ہو گئی اور
سنت شعرا بھی ادا۔

اب سوال تھا اس کی طباعت کے مصارف کا تو جناب آر۔ ڈی ماتھر
صاحب ریٹائرڈ چیف سگریٹری راجستھان اور راؤ بہادر پنڈت اتوار ناتھ
صاحب بہادر صدر انجمن ترقی اردو راجستھان ریٹائرڈ کلکٹر نے میری خصوصی
امداد فرمائی۔ اور عالیجناب عزت مآب سری موہن لال سکھاریہ چیف منسٹر
راجستھان کی علم دوستی نے اس کی طباعت آسان کر دی۔ ان سب صاحبان
کا میں تہ دل سے ممنون ہوں۔

اسی مجموعہ کی ترتیب یہ ہے کہ اول ایک حمد و رباعی ہے پھر لمحاظ حروف
تہجی ردیف و ارغلیات درباہیات و قطعات ہیں اور ان کے بعد دیگر
اصناف سخن۔ ردیف کی ترتیب کے علاوہ توانی کی ردیف کا بھی خیال
رکھا گیا ہے۔ مثلاً جن غزلوں کی ردیف "کا" ہے۔ اور توانی مختلف اُن میں
قافیہ "شاد والی غزل قافیہ "بہار" والی ہے پہلے ہوگی دقس علی ہذا۔ دیگر
اصناف سخن میں بھی حتی الامکان اس امر کا لحاظ رکھا گیا ہے مگر پوری

پابندی نہ ہوگی اس لئے کہ یہ ممکن نہ تھی شعریں ردیف کے لئے حرف آخر کو مقبّر مانا جاتا ہے اس اعتبار کو میں نے بھی برقرار رکھا ہے۔

یہ کنج کاوی و دیدہ ریزی اس لئے کی گئی ہے کہ غزلیات تلاش کرنے میں آسانی ہو اور ایک نئی ترکیب بھی سامنے آجائے جو ممکن ہے کہ پسندیدہ خیال کی جائے اس کے علاوہ بالعموم ہر غزل وغیرہ کی تاریخ و وجہ تصنیف بھی درج کر دی ہے۔

میرا خیال ہے کہ اگر فی غزل ایک شعر بھی سند قبولیت و پسندیدگی حاصل کر لے تو شاعر اپنی دماغ سوزی کا صلہ پالیتا ہے۔ رہا سوال رطب و یابس، تو وہ کس کے کلام میں نہیں اور ساتھ ہی اس تعین کا کوئی معیار و کلیہ بھی نہیں ہے۔ مذاق سخن جدا اور معیار انتخاب مختلف ہوتا ہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میر کے بہتر نثر اور سودا کے بہتر خفروں پر آج تک اتفاق نہ ہو سکا۔ پسند اپنی اپنی مذاق اپنا اپنا۔

المختصر رد و قبول اہل فن و اہل زبان اور مبصرین کلام و بیان کی رائے پر منحصر ہے۔ میں نے تو:-

ع۔ زرد و صاف پیش کر ہر چہ داری

پر عمل کیا ہے اور اس مجموعہ میں ۱۹۶۹ء تک کا مہدوں کر کے اس کو دیوان اول قرار دیا ہے۔ نعت و منقبت اور مذہبی نظموں وغیرہ کا مجموعہ جدا ہے اور اسی طرح ۱۹۶۹ء کے بعد کے کلام کا مجموعہ دیوان دوم کے نام سے علیحدہ۔

خاکسار

احترام الدین احمد شائع

تسلیم منزل - جے پور

۲۴ ۱۴

مختصر تعارف

جناب سید منظور الحسن صاحب بکاتی
استاذ دارالعلوم خلیفہ ٹونک

نام و نسب | احترام الدین احمد نام۔ شغل تخلص۔ (جو تاریخی ہے اور اس سے سلسلہ اخذ ہوتا ہے) آپ حضرت خلیفہ سوم امیر المومنین عثمان غنیؓ کی اولاد میں ہیں اس لئے نسباً عثمانی ہیں۔ اور حضرت مولانا قطب جمال الدین احمد ہانویؒ کے سلسلہ طریقت میں حضرت شاہ محمد خلیل الرحمن جمالیؒ سے بیعت اس لئے مشرباً جمالی اور حضرت مولانا مفتی کرامت علی اعجاز دہلویؒ مصنف "اعجاز کرامت" کے نواسے ہونے کی حیثیت سے حباً دہلوی۔ والد بزرگوار کا نام مولوی محمد احتشام الدین شوکت عثمانی نظامی فخری مصنف "سلسلۃ الذہب"۔

وطن و مولد | آپ کے بزرگ قصبہ گازرون مضافات شیراز سے ہندوستان آئے اور بہابوں میں مسکن گزیر ہوئے۔

وہاں سے آپ کے دادا قاضی حافظ مفتی حبیب الدین کے جدِ انجدر قاضی امین الدین ابن مفتی ذر ویش محمد قصبہ نارنول (پنجاب) کے قاضی مقرر ہو کر ۱۸۷۱ء میں وہاں پہنچے۔ مدر بار شاہی سے زمین زرعی، چاہات، باغ اور عمارات سکنی صلہ خدمات کے طور پر عطا ہوئیں جو ۱۹۰۷ء میں دست برد زمانہ کے نذر ہو گئیں۔ اور اُسی زمانہ میں آپ کے خاندان سے قصبات کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا۔

نارنول سے آپ کے والد کے ماموں مولانا رشید الدین فائز کو ہمارا جہ رام سنگہ والی جے پور نے ۱۸۷۱ء میں بلا کر اور نیٹیل کالج جے پور کا مدرس اول مقرر کیا۔ اُن کے بعد دوسرے سال آپ کے عم بزرگوار حضرت مولانا ابوالبیان حافظ محمد سلیم الدین تسلیم جے پور آ کر مدرسہ العظیمہ کے مدرس اعلیٰ کے عہدے پر فائز ہوئے۔ اُن کے بعد آپ کے والد والد بزرگوار بھی جے پور آ گئے۔ اسی زمانے سے جے پور آپ کا آبائی وطن ہے۔ یہیں ۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۱۲ھ مطابق ۲۴ دسمبر ۱۸۹۶ء کو آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم و ملازمت | شغل صاحب نے فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے ماموں مولوی شیخ محمد عابد علی عابد اسری سے حاصل کر کے اس کی تکمیل اپنے عم بزرگوار مولانا ابوالبرہان سلطان الدین احمد مبین عثمانی جمائی سے کی۔ موصوف ہی سے عربی پڑھ کر درس نظامی کی تکمیل کی۔ چار سال ہمارا جہ جے پور میں اسپیشل کلاس کے طالب علم رہ کر انگریزی کی بھی قدرے تعلیم حاصل کی۔ ابھی دستارِ فضیلت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ ۱۱ اکتوبر ۱۹۱۶ء کو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔

مرحوم ریاست جے پور میں ایڈووکیٹ جنرل تھے اسی استحقاق کے باعث،
۲ جنوری ۱۹۱۷ء کو آپ کا تقرر عہدہ کوٹوالی سانبھر پر ہوا۔ ملازمت کی
مصروفیات کے سبب باقاعدہ سلسلہ تعلیم جاری نہ رہ سکا۔ مگر ذاتی
ذوق و شوق کے باعث مطالعہ کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ پنجاب
یونیورسٹی کے امتحانات منشی فاضل و مولوی فاضل کا مکمل نصاب
بھی پڑھا مگر امتحان نہ دے سکے۔

کوٹوالی کے عہدے سے ترقی کر کے آپ ڈائریکٹر پولس ٹریننگ سکول
جے پور کے عہدے پر فائز ہوئے اور ۱۹۲۸ء میں جب آپ قائم مقام
سپرنٹنڈنٹ پولس ضلع مالپورہ (ریاست جے پور) تھے پنشن لیکر سکدوش
ہو گئے۔

موجودہ مشاغل | شاغل صاحب پنشن لینے کے بعد سے ہمہ تن و
ہمہ وقت علمی و ادبی مشاغل میں محو رہتے ہیں۔
یہ آپ کا آبائی ورثہ ہے اور آپ کو یہ فخر حاصل ہے کہ اُس زمانے کے
تقریباً ہر ایک ہندو اور مسلمان اہل علم خاندان کے کسی نہ کسی فرد نے
کسی نہ کسی حیثیت سے علمی، ادبی، فنی یا شعری فیض آپ کے بزرگوں
سے ضرور حاصل کیا ہے۔ آپ کے ناہال اور داد ہال دونوں خاندانوں
میں بکثرت علماء، فضلا، شعرا اور خوش نویس ہوئے اور آپ کے خاندان
کا سلسلہ فیض اسی زمانے سے جاری ہے۔ آپ خود ایک جید عالم بہترین
شاعر اور باکمال خوش نویس ہیں۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات کے
مخطوطات اور متعدد کتب کی نقلیں جو آپ کے کتب خانے کی تربیت
ہیں آپ کے فن خوش نویسی کے شاہد ہیں۔ ہزاروں کتابوں پر مشتمل آپ

کا کتب خانہ ذاتی کتب خانہ کی حیثیت سے اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی فہرست بھی شافل صاحب کی خطاطی کا بہترین نمونہ ہے۔

شافل صاحب کے ذوقِ علم و ادب اور نوشت و خواند کا یہ عالم ہے کہ فرائضِ دینی اور ضروریاتِ زندگی کے علاوہ بلا مبالغہ تمام وقت مطالعہ، تحریر اور دوسری علمی و ادبی خدمات میں گزرتا ہے۔ اس عمر میں بھی ۵۰-۶۰ صفحات لکھے بغیر آپ کو چین نہیں آتا۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جب بھی شافل صاحب سے ملا ان کو عبادت یا علمی و ادبی مشاغل میں مصروف پایا۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد سے آپ مختلف علمی و ادبی اداروں کے ممبر بھی رہے اور عہدے دار بھی۔ مثلاً انجمن تعلیم المسلمین کے سیکرٹری بھی رہے اور نائب صدر بھی۔ ۱۹۵۲ء سے انہیں ترقی اردو رجسٹران کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ اسی طرح تقریباً دس بارہ سال سے جامعہ اردو علمی گروہ کی مجلس منتظمہ کے رکن بھی۔ قیامِ راجستھان سے قبل بھی اور اس کے بعد بھی جے پور کے بیشتر ادبی جلسے جن میں کل مسند اور کئی راجستھان مشاعرے، سمپوزیم اور کنونشن وغیرہ شامل ہیں آپ ہی کے مہولہ منت ہیں۔ یہ جوان ہمت بزرگ ایک کامیاب اور قابلِ قدر سرکاری افسر بھی رہے اور آج علم و ادب کی دنیا میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ نہ صرف ذمیوی بلکہ ذہنی اعتبار سے بھی آپ قابلِ صد قدر و ہزار تلاش ہیں۔ آپ فریضہ حج بھی ادا کر چکے ہیں۔

ذوقِ سخن و نلند | حضرت شافل نے پہلی نفل جے پور کے ایک طرحی مشاعرہ منعقدہ ۱۰ جنوری ۱۹۵۲ء میں پڑھی تھی جس کا

مصرعہ طرح تھا۔ ع "دل اور ہوا میں ہے جگر اور ہوا میں"

آپ نے اول اپنے برادر معظم حضرت مولانا اسد الدین تسنیم سے اصلاح
سخن لی اور پھر ان کے ایسا پر مرزا محمد تقی بیگ مائل دہلوی سے شرف تلمذ
حاصل کیا اور فنی تکمیل اپنے عم نامہ دار حضرت بہن سے کی۔

کلام پر تبصرہ | حضرت شاعری کا کلام ناظرین کے سامنے ہے۔ اس
پر تبصرہ کرنے کی ضرورت اس لئے محسوس نہیں کی جاتی

کہ ”مشک آئست کہ خود بوید نہ کہ عطار گوید“ عیاں راجہ بیان۔ علاوہ ازیں
ع ”پسند اپنی اپنی مذاق اپنا اپنا“ کیونکہ

ع ”ہر گھر راز نگ بوئے دیگر است“

ساتھ ہی ہمارا مقصد شاعری کا تعارف پیش کرنا ہے نہ کہ کلام
پر تبصرہ۔ تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ آپ کے کلام میں جدید و قدیم
دونوں رنگوں کا ایک خوشگوار امتزاج نظر آتا ہے۔ فنی رکھ رکھاؤ کا
التزام بھی ہے اور زبان و بیان کا اہتمام بھی۔ موقع و محل کے اعتبار سے
آپ کے کلام میں چند مقامی الفاظ بھی نظر آتے ہیں مگر ان کا استعمال مخصوص
نظموں میں کیا گیا ہے جن میں آپ کی شوخی طبع کی جھلک نظر آتی ہے۔
مجموعی حیثیت سے آپ کا کلام پڑھنے کے بعد بے ساختہ زبان پر بھی
آتا ہے کہ:

از دل خیزد ہر دل ریزد

شاگرد کرنے سے اجتناب | شاعری کا صاحب نے اصرار و ابرام
کے باوجود کسی کو شاگرد نہیں بنایا

ان کا خیال ہے کہ موجودہ فوج ان طبقہ عموماً علم و فن سے بے بہرہ رہ کر
صرف مہتر تم شاعر بزم بنانا چاہتا ہے جو ان کے نزدیک فن کی توہین اور

خود فریبی ہے۔ البتہ جس میں جو ہر قابل پاتے ہیں اس کو صحیح مشورہ دیکر ہمت افزائی بھی کرتے ہیں نیز اس پر یہ بھی واضح کر دیتے ہیں کہ یہ محض مشورہ ہے اصلاح نہیں۔

تصنیف و تالیف | تصنیف و تالیف کا شوق تو شاغل صاحب کو زمانہ طالب علمی سے ہی ہے مگر ۱۹۳۳ء میں جب

وہ پولس ٹریننگ اسکول کے ڈائریکٹر تھے اور پولس گارڈ جے پور کے ترجمہ کی خدمت ان کے سپرد ہوئی (جو انہوں نے شیخ وحید الدین صاحب کی اعانت سے باحسن الوجہ مکمل کر کے انعام حاصل کیا) اسی زمانے سے تصنیف و تالیف کا ایسا سلسلہ قائم ہوا کہ اب تک آپ کی مختلف موضوعات کی ۳۸ تصنیفات و تالیفات طبع ہو چکی ہیں اور ۸ غیر مطبوعہ موجود ہیں۔ ان کے علاوہ کلیات مائل دیوان نمونیرا و ردیوان و رباعیات مبین بھی آپ ہی نے ترتیب دی ہیں اور آج کل تین تصانیف زیر ترتیب ہیں۔ آپ کی تصانیف کی فہرست اس دیوان کے آخر میں شامل ہے۔

علمی و ادبی خدمات | شاغل صاحب کی علمی و ادبی خدمات کا جائزہ تحریر کرنے کے لئے ایک دفتر درکار ہے۔

راجستھان میں آپ کی علمی و ادبی خدمات کی مثال نظر نہیں آتی اس صوبے کی ادبی دنیا میں شاغل کی انفرادی شخصیت کو ایسا مقام حاصل ہے کہ ان کو یہاں کا "بابائے اردو" کہا جائے تو بالکل بجا و درست ہے جو آپ کے شایان شان اور اہل راجستھان کے لئے باعث فخر ہے۔ آپ کی ان خدمات کا اعتراف بارہاد تھیں اور تقریظ و تعریف کے علاوہ نقد انعام و اکرام اور وظیفہ وغیرہ کی شکل میں کیا جا چکا ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ عرصہ دراز تک خدمت اردو کے لئے آپ کو زندہ و سلامت اور باصحت قوت رکھے۔ آمین۔

زر افشانِ شاعِل

۶۱۹۷۰

تاریخ طبع دیوان زیب ادب ، نکرخی مولوی عالم احترام الدین صاحب
۱۳۸۹ھ ۱۳۸۹ھ

وصف گو عبد البصیر بصر ٹونکی

۱۳۸۹ھ

بہ آب و تاب دل افزا چھپا دیوان شاعِل ہے
۶۱۹۷۰
۱۳۸۹ھ
چندک شاعِل کے احساسِ حسین و نیک عنوان کی
۶۱۹۷۰
۱۳۸۹ھ
ہے اس ممتاز دیوان کی طباعت نے نمایاں کی
۱۳۸۹ھ
بہارِ فیضِ مزاں کی ہمیشہ رہنے والی ہے
۶۱۹۷۰
۱۳۸۹ھ
حسین شاداب رنگ بوز ہے بے غار گلشن ہے
۶۱۹۷۰
۱۳۸۹ھ
گل رنگیں کی نکہت میں نہاں علم و ادب فن ہے
۱۳۸۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حد و مناجات

<p>وہ ہے ملک کے نہ کیوں در و لب بیاں میرا زمین میری زباں میرا آسماں میرا رہا ہوا ہے وہاں شکرِ ناتواں میرا اگر چہ ہونے کو خامہ ہے دوزباں میرا کہاں مقام ترا اور کہاں مکاں میرا جو تو نہیں تو نہیں کوئی دہرباں میرا ترا کرم رہے ہر آن پاسیاں میرا ترے کرم نے بنایا ترا مکاں میرا جو ہے گناہ کا دریا ئے بیکراں میرا اجوہم برق میں قائم ہے آشیاں میرا کرے قبول ترا فضل ارغواں میرا</p>	<p>خدا کی حمد میں خامہ ہے ترزباں میرا میں تیرا عہد ہوں بیشک بحسب جہاں میرا جہاں گذر نہیں جبریل سے فرشتے کا بیاں ہوا ایک صفت بھی تری نہیں مکن تو لامکاں کا مکیں میں کا خاک نشیں جو ہرباں رہے تو تو ہر زبں لاکھوں نہ بزمِ جم کی تمدن نہ تخت کسریٰ کی عطا کیا مجھے دل جو مکان ہے تیرا تو غضب کی حرارت کے خشک ہو جائے ترے سحابِ کرم نے جو کی بجھیاں میں چنداں شک امت کے لیے آیا ہوں</p>
--	---

نہ مور و مار کی یارب کہیں یوں خوراک نہ خوفِ روز جزا ہو نہ خطرہ دوزخ ترے حضور میں کیا عرض کی ضرورت ہے	تراہاے کرم کھائے استخواں میرا جو تیرے عفو کا بادل ہو سائبان میرا نہیں ہو تجھ سے کوئی رازِ دل نہاں میرا
کرم وہ حالتِ مشاغل پہ کر رحیم کریم پہنچ سکے نہ جہاں دہم اور گماں میرا	

کتابچی
ماہِ اترے میں ہو جو دیکھو تیرا
ماہِ فخرے میں ہو جو دیکھو تیرا
ماہِ سن سے دو عالم کو تیرا
ماہِ زکریا ہو جو دیکھو تیرا

غزلیات

(۱)

<p>کسی نادار سے جیسے کوئی سائل نہیں ملتا کہ دم بھر بھی زمانے میں سکونِ دل نہیں ملتا شرابِ معرفت کا جب کوئی شافل نہیں ملتا مگر صدق و صفا کا اقدِ منزل نہیں ملتا کبھی واپس کسی عاشق کو اُس کا دل نہیں ملتا ہجومِ حشر میں گم ہو گیا قاتل نہیں ملتا ہمیں تو آج اردو کے سوا سہل نہیں ملتا کوئی غارت گرا یاں دینِ دل نہیں ملتا وہاں کشتی تو ملتی ہے مگر ساحل نہیں ملتا اگر اک آدمی کا دوسرے سے دل نہیں ملتا مری کشتی ہی ساحل ہو اگر ساحل نہیں ملتا مگر اب قبر میں قارون کو سائل نہیں ملتا</p>	<p>اسی صورت کسی مغرور سے شافل نہیں ملتا نہیں ملتا متاعِ عمر کا حاصل نہیں ملتا یہ شکوہ ہی عبث ہو غارِ کامل نہیں ملتا ہزاروں راہزن ہر ہر قدم پھٹتے پھٹتے ہیں کہیں سے کچھ نہیں شکوہ یہ دستورِ محبت ہے سماعت بھی ہوئی روزِ جزا تو کیا نتیجہ ہے کبھی ہوں گے تو ہوں گے آدمی سہل زمانے میں بجا ہوا دعائے پارسائی شیخ کا جب تک جہانِ عشق کا دستور بکرو برنالا ہے ریا کاری ہو دھوکہ ہو اسے ملنا نہیں کہتے کسی صورت تو دریا کے مجھتے پار کرنا ہی کبھی سائل کو مالِ دولت قارون ملتی تھی</p>
--	---

فلک کی چشمِ نابینا کو بینائی عطا کر دو
یہ کیسا انقلاب آیا کہ باقی کو شکایت ہے
مگر اس دور میں دود چھٹکے دل نہیں ملتا
دورِ مینا نہ اخلاص پہ سائل نہیں ملتا

جو اپنی وضع پر قائم رہا ہوا اس نے مانے ہیں
مگر تم کے سوا جے پور میں مشاغل نہیں ملتا

(۲)

نہیں ہوتا عبورِ بحرِ غم آساں نہیں ہوتا
جیسے فکرِ بالِ گردشِ دوراں نہیں ہوتا
نہیں ہوتا دلِ ناشاد کا درماں نہیں ہوتا
منور جس کے دل میں عارضِ جانان نہیں ہوتا
یہاں دل ہی نہیں رکھتے کہ ارفانوں کا جھگڑا ہو
طریقت کی خبر کیا اُس کو وہ کیا معرفت جانے
یہ پچھلی شب کے آنسو بھی عجب تاثیر رکھتے ہیں
نمایاں ہوں گنہگاروں میں لیکن پھر بھی دم ہوں
بھی کچھ ہی غم و اندوہ و یاسِ حسرتِ ازل کا
نری رحمت کے موتی بچے برسے جب کبھی برسے
ہمیشہ عافیت ہی باعثِ آفات ہوتی ہے
گدائے میکہ ہوں وہاں ہیں ہیرِ دامن میں
کبھی کشتی نہیں ہوتی کبھی سااں نہیں ہوتا
ایسے اناں نہیں کہتے ہیں ہ اناں نہیں ہوتا
کسی صورت نہیں ہوتا کسی عنوان نہیں ہوتا
مری دانست میں وہ حافظِ قرآن نہیں ہوتا
خدا جانے کہ کیا ہوتا ہی کیا اراں نہیں ہوتا
کبھی واعظِ شریکِ محفلِ رنداں نہیں ہوتا
کبھی محرومِ رحمت دیدہ گریاں نہیں ہوتا
نری شانِ کریمی کے کوئی شایاں نہیں ہوتا
ترا عاشقِ گدائے بے رُس سااں نہیں ہوتا
سرِ شکستہ لودِ عصیاں کا رکاد اناں نہیں ہوتا
جہاں ساحل نہیں ہوتا وہاں طوفاں نہیں ہوتا
مجھے تو شکوہ کوتاہی دا ماں نہیں ہوتا

۱۵ ذیاب محمد مکرم علی خاں مکرم میر مشاعرہ ۱۲

خطِ حلی مشاعرہ - بتاریخ ۱۲ اگست ۱۹۳۷ء بمقام جے پور۔

۲۰ ۹/۵	ہیں ملتا جسے فیض جناب ساقی کوثر میرا اس کو شغل بادۂ عرفاں نہیں ہوتا
--------	--

(۳)

لیکن نہیں کج خلقی اجاب کا یا را ہونے کا نہیں گردش تقدیر کا چار را اب قصہ دل یاد دلاؤ نہ حصار را ہوں میں بھی کوئی قدمت و آفات کا مارا سچ کہئے کیا چرخ کو یہ کس نے اشار را ہاں دل بیتاب کو ہوتا سب نظر را کیوں روز جزا ان کو فرشتوں نے پکارا رحمت کی گھاؤں کا اٹھی بیکے سہارا اے سنگ و لوتنگ میں ہوتا ہی شرار را ہو جائے گا اپنا بھی کسی طرح گذار را	غیروں کی تو بیدار بھی ہو دل کو گوارا گردش میں نہیں ہو کہ فلک فائدہ معلوم جو کچھ بھی کیا آپ نے اچھا کیا۔ لیکن کیا پوچھتے ہو کون ہوں کیوں در پہ پڑا ہوں یوں اہل ہنر خاک بسر رکھ کر یں گھائیں جب چاہو نقاب رخ و دشمن کو آلت دو میں نے تو کوئی خون کا دعویٰ نہ کیا تھا وہ جانب قبلہ سے قلع خواروں کی امید نازک نہ سہی کوہ تحمل ہی سہی دل یہ سبزہ و تہتاب حریفوں کو مبارک
---	---

۱۴ ۱/۲	پائید نہیں ہوں حرم و دیر کا شغل لیجائے خدا جانے کہاں ذوق نظر را
--------	--

(۴)

کہ عرض کرتے ہیں یوں عاشقان آوارا کہ سر بلکہ و بیا باں تیر دادۂ مارا کیا ہے کام تمنّا کو تلخ و ناکار را	ق صبا بہ لطف بگو آں غزالِ رعنا را جو تیرے کوچے میں آئیں تو کس طرح آئیں شکر فروش کہ گردش دراز باد۔ پیرا
--	---

اے فی البدیہہ مشاعرہ قصیدہ سوانی مادہ پور میں یہ غزل ۱۰ منٹ میں کہی جا کر پڑھی گئی۔ ۱۲۰

یہ شور کاش غلط ہو کہ وہ لب شیریں غرو حسن اجازت مگر نہ داد اے گل یہ تیرے خلق سے ہو دور جان نگہ بہار بحسن خلق تو اں کر دھیبہ اہل نظر کنڈ زلف سے کر شاہباز عقل کو صید جو با جیب نشینی و بادہ پیمالی تو اپنے بخش و سرت میں یوں اضافہ کر ندائیم از چہ سبب رنگ آشنائی نیست جہاں میں کون ہی ایسا جو دل ندے اپنا جڑیں قدر نتواں گفت در جمال تو عیب خیال عارض جانان سے باز آئی دل در آسماں چہ عجب گر زگفتہ حافظ	تفقدے نہ کند طوطی شکر خارا نصیب بلیل ہجو رکو ہو نطارا کہ پرستے نہ کنی عند لبیب شیدا را کہ اس سے بچ نہیں سکتا کوئی خرد آرا بہ بند و دام نگیرند مرغ دانارا اور اس طرح کہ ہو خلوت طرب کا گہوارا بیاد آر حریفان بادہ پیمارا مشارفت پہ مصر کیوں ہے نفس آمارا سمی قدان یہ چشم ماہ سیمارا کہ خالی رخ نہیں عاشق کی آنکھ کا تارا کہ خالی مہر و وفا نیست رفے زیبارا سرود و کیف سے معمور ہو ہر اک تارا
---	--

۲۶

یہ حال اور ہوشن کر کلام شافل کا
سیماع نہ ہرہ برقص آور و سیمارا

(۵)

بلا زمان سلطاں کہ رسا ندایں و عارا ہے یوں جہاں پناہی کرے عرض خدائی چہ قیامت است جانان کہ بعاشقان نمودی یہ عجیب بات پانی بت خشوہ گریں ہم نے زرقیب دیو سیرت بخدا ہی پناہم اُسے مہر سے غرض کیا کیوں ورتو طلب کیا	اسی کر کے ہیں بھکاری جم و کیفاد و دارا کہ بشکر باد شاہی ز نظر مراں گدارا کبھی لطف ہائے پنہاں کبھی فہر آشکارا رخ ہجو ماہ تاباں دل ہجو سنگ خارا کہ خجانتوں کا اُس کی نظر آئے کوئی چارا مگر آں شہاب ثاقب مدے کند سہارا
--	--

دل عالے بسوزی چو عذار بر فردزی تری دید پراٹھے ہیں تھے در پہ پہ پڑے ہیں مٹو سیاہت ار کردہ بخون ما اشارت تری چشم فتنہ زانے تجھے دیدیا ہو دھوکہ ہمہ شب دریں امیدم کہ نسیم صبح گاہی یہ بڑا کرم ہو اس کا جو صبا اٹھائے رحمت بجذا کہ چڑھے وہ تو بھلا فط سو خیر	مری زندگی کا لیکن تری دید ہے سہارا تو ازیں چہ سود داری کہ نئی کئی مدارا تری چشم کا تھا ایمان تری بھوک کا تھا اشارا نہ فریب او بیندیش و غلط کننگا را تری بوسے پیر من سے کہے درد دل کا چارا یہ پیام آشنائے میوازد آشنائے را ہو شراب یا کہا زان ترا عارض دل آرا
--	--

۳۰ - ۶۶	نرے دوستان یکدل ہی یہ آرزوئے شاعرا کہ دعائے صبیح گاہی اثر سے کند شمارا
---------	---

(۴)

زہ کلچیں کو خصیت نہ دشمن باغبان میرا مٹے ہستی تو ظاہر ہو مکان ہو لامکان میرا در میخانہ تک آتے ہیں میری پیشانی کو تجلی حسن کی خود مانع دیرا رہت ورنہ اثر اب آنیں سکتا۔ دعا اب جانیں سکتی بہا کر عجب بخشش لیکنی دریائے رحمت میں بہار آتے ہی پھر آثار میں صحرانوردی کے دہی دن بچے کچھ اچھ اور دہی اچھا زمانہ تھا جرم میں تہکدے میں دیر میں گلشن میں صحرایں وہاں کیا ساتی کوثر نقب دیتے ہیں یکھیں گے ذرا شوخی تو ان کی دیکھئے مجھے یہ کہتے ہیں	بہان نا امیدی میں نفس ہی آئیاں میرا خودی نکلے تو ہو معلوم ہی عرش آستان میرا ادب کرتے ہیں اتنا حضرت پیرغاں میرا نہ دشمن پائیاں میرا نہ حاسد آسمان میرا ہی زیر آسمان اک آسمان دود فغاں میرا ہولے شرم عصیاں سے جو ٹوٹا بادباں میرا جنوں کے ہاتھ سے دامن ہوا پھر دجیاں میرا قدم نئی گلتاں میرا عدم تھا آئیاں میرا نہیں ہی ذکر الفت اب کہاں تیر کہاں میرا یہاں تو میکدے میں نام ہی پیرغاں میرا ترے سجدوں سے گس جائے سنگ تان میرا
--	---

رہے تو وہ ہے کیونکر نہ ہو بنیاد ہی جس کی	معلق تھا ہوئے شاخ گل میں آشاں میرا
فانے عشق کے اکثر ٹاکنے ہیں وہ شاعری	عجب کیا ہی اگر جہانے رنگب استاں میرا

(۷)

کام دشمن نے کیا ہی خانماں پر باد کا	نام زندہ ضرب تیرے ہو افراد کا
ایک بتاؤں حال دل شرمندہ بیداد کا	اشک تھمتا ہی نہیں دود و پیر صیاد کا
ایک ارادہ ہے قفس میں بلیں ناشاد کا	کیوں بنا ہی دیک زینہ عرش ہیک فریاد کا
یہ ہوا آخر اثر بلی تری سر یاد کا	خاک کا تو وہ نظر آتا ہے گھر صیاد کا
توڑ دے اے شوقی آزاد دی عناصر کا قفس	نام رہ جائے امیروں میں کسی آزاد کا
حسن مہان کا اثر ہو ناہدوں پر کس طرح	آنکھ پتھر کی فی ہے دل ملا فولا د کا
ہنسی گل کے تصور نے لگا دی آگ ہی	پھونک ڈال بلیوں نے گھر کا گھر صیاد کا
تو بھی ہوتا ہے اگر دشمن تو ہو جا آسماں	بچھ سے جو کچھ ہو سکے کرے دل ناشاد کا
کاش بیہوشی میں زبرد ام آجانی اہل	عمر بھرا حساں رہے گا دامن صیاد کا
کیا بتاؤں عشق کی سرکار سے کیا کیا ملا	حسب محنوں کی ملی دامن ملا افراد کا

ابو رحمت میگردے پر چپا چکا ہے چارو	منتظر شاعری ہے اب پیر مفاں ارشاد کا
------------------------------------	-------------------------------------

(۸)

بت خانہ سنگ راہ ہی جس کوئے یار کا	کعبہ بھی اک نشاں ہے اُسی رہگذار کا
ادنی سا عکس ہے رخ رنگین یار کا	عالم بنا ہوا ہے مرقع بہار کا
میکو تو شوقی سجدہ میں یہ بھی نہیں خبر	سنگ دو رقیب ہے یا فقیر یا ر کا
رحمت بھی تیرے ساتھ ہی بخشش بھی تیرے ساتھ	پھر خوف کیا ہے پریش روز شمار کا

<p>ہو جائیں ایک کافر دیندار کس طرح زادہ تمام تقویٰ و طامات چھوڑ دے تصویر بھی نہ اُس کی تصویر میں پہنچ سکی فقرے غضب کے لکھے ہیں خط کے جواب میں کردوں نہ غرق جام دل بہتیر کو شان کرم کو اُس کی گوارا نہیں بھی</p>	<p>جلوہ الگ الگ ہر رخ و زلف یار کا قائل اگر ہے رحمت پروردگار کا ادنیٰ سایہ کمال ہے شوخی یار کا گر یا قلم سے کام لیا ذوالنفتار کا جھگڑا چکا ہی دوں نہ دل بیقرار کا مایوس ہو کے ٹوٹا امیر ار کا</p>
---	---

<p>پیرمغاں سا پیر ہوشاغل کا معتقد پھر نہ کرو شغل دیکھئے خوشگوار کا</p>	<p>پیرمغاں سا پیر ہوشاغل کا معتقد پھر نہ کرو شغل دیکھئے خوشگوار کا</p>
--	--

(۹) (قافیہ بند)

<p>کیا پوچھتے ہو حال دل بیقرار کا مشکل ہے توڑنا نفس استوار کا یوں منتظر ہوں جلوہ رخ یار کا عالم نظریں ہے گل رخسار یار کا آنکھوں میں نور چاہئے رخسار یار کا ای جذب شوق لطف تو جبے کہ پہنچے انجام عمر ہی تو ہے آغاز زندگی وہ شیخ و برہن نے بربائیں کردتیں اے وقتِ سخن گلزار ہونیاں دونوں ہی دقت سخت ہیں پیچا کیلئے</p>	<p>شرہ ستاؤ آمدِ فصل بہار کا کیونکر اٹھاؤں لطف چمن میں بہار کا بلبل کو انتظار ہو جیسے بہار کا قائل نہ میں خزاں کا نہ فصل بہار کا آئے نظر شرار میں جلوہ بہار کا دیوارِ قیہ خانہ پہ نقشہ بہار کا شامِ خزاں ہی نام ہی صبح بہار کا آلودہ غبار ہے دامن بہار کا دامن بندھا ہوا ہی خزاں سے بہار کا آنا بہار کا ہو کہ جانا بہار کا</p>
--	--

<p>شاعِل ہو اور شغل نے خوشگوار ہے اللہ رے فیض ساقی فصل بہار کا</p>	<p>شاعِل ہو اور شغل نے خوشگوار ہے اللہ رے فیض ساقی فصل بہار کا</p>
--	--

(۱۰)

<p>یہ ہے کمال قدرت پروردگار کا دونا ہے حوصلہ دل عصیاں شعار کا کیا اعتبار زندگی مستعار کا آنسو ذرا ٹپک تو پڑے شرمسار کا جاد و بہار کا ہے کہ نالہ ہزار کا جلوہ ہے دور دور جمال نگار کا سب نے پتہ دیا ہے ترے رگزار کا اس میں گزر نہیں ہو غم روزگار کا گوشتہ ہر ایک خلد ہمارے فرار کا ما تم ہے سخن باغ میں فصل بہار کا سر کا ذرا نقاب جو رخسار کا اک وہ کہ جلوہ آٹھ ہر دے بار کا</p>	<p>دل چسبی تنگ چیزیں جلوہ ہے یار کا سُن سُن کے شور رحمت پروردگار کا کس سے حد ہو کس عداوت ہو کس سرخ پھر دیکھئے کہ آتش دو رخ پہ کیا ہے گل دم بخود ہے بادِ صبا بقرار ہے فرش زمیں ہو عرش بریں ہو کہ لامحال کعبہ نے تنگدے نے کلیسا نے دیر نے میخانہ کی تو شان ہی دنیا میں ہے جہا داغ فراقِ یار کی دل میں جو ہی بہار پامال بادِ تند نہیں برگہ ہائے خشک دونوں جہان مطلع انوار بن گئے اک آپ ہیں کلیم کہ ہوش و حواس گم</p>
---	--

شاعری سا بادہ خوار ہو کعبہ میں معتزلت
اعجاز ہے یہ گردشِ لیل و نہار کا

(۱۱)

<p>ادنیٰ سا کام ہے نگہ نانو یار کا اب دیکھیں حشر کیا ہوشِ بشار کا بدن ہیں کہیں ہے کسی بادہ خوار کا</p>	<p>کر دینا پاش پاش دلِ بقرار کا دل اختیار کا نہ جگر اختیار کا یہ جوش بے سبب نہیں یار کا</p>
--	---

۱۲ مہ طری مشاعرہ تاریخی ۲۲ مارچ ۱۹۷۷ء بمقام قردلی

<p>دل ہے کہ آئینہ ہے تجارے یار کا شہرہ سنا ہے منفرت کردگار کا فتنہ اٹھا جو شوخی رفتا یار کا ہے آج خاتمہ ستم روزگار کا احساں اٹھائے کون گریباں کے تار کا کوسوں پتہ نہیں ہے دل بیقرار کا کعبہ نہیں ہے شیخ یہ کوچہ ہے یار کا اتنا تو حوصلہ ہے دل بیقرار کا لالے کا داغ عکس دلِ داغدار کا باقی نہیں نشان تک آن کے فرار کا رحمت جواب تھا نگہ شمار کا</p>	<p>ہم رنگ نور عرش ہے ہمشکل برق طود لطف گناہ و لذت عصیان کیوں بڑھے اک اور حشر حشر میں ہو جائیگا پیا چمکا ریاں ہیں آہ میں نالے میں ہیں شرو چاک جگر کو تار نفس سے کیا رفو کچھ تو بتا کہاں ہو وہ اے میر کارواں آتا یہاں خیالِ ریا کا بھی کفر ہے راہِ طالب میں تیری تھے اور پھر تھے بلبل مجسمہ مرے بختِ سیاہ کا ایوانِ جن کے باہر فلک سے بلند تھے لب تک بھی روزِ حشر نہ آئی تھی التجا</p>
---	--

یہ ہے
یہ ہے
یہ ہے
یہ ہے

رحمت کے میکے کی بوساقتی ہے خیال
شغل کو بھام دے چٹکتی خمار کا

(۱۲)

<p>یہ عرش ہی تو فرشتہ تری بزم ناز کا شیشہ نہیں ہے دل، ہو کسی پاکباز کا اتنی پیو کہ وقت نہ گزرے نماز کا ٹھوکر کا ہو نشان بھرے پائے ناز کا تا قوس کا ہے ذکر نہ تہہ ہنساز کا رکتا ہو دل میں نقش تیرے پائے ناز کا جلوہ ہے دور دور چہرا رخ جہاز کا</p>	<p>کیونکر گذر نہ ہو کسی اہلِ نیاز کا بالکل بجا خیال ہے آئینہ ساز کا مفتی میکہ کا ہے فتویٰ جواز کا ایسا کہاں نصیب جبینِ نیاز کا سیح ہو شراب خانہ ہو گھرِ نیاز کا کیونکر حرمِ دل میں نہ پائے جگہ گنگ خورشید و آہ کیا ہر عرشِ عظیم کیا</p>
---	---

ان کو جنون ناز مجھے نشہ نیاز محمود وخلق ہونے کے پھر خواب دیکھے جب تک شراب ناب کے دل کا وضو نہ ہو ہر قطرہ شراب کو دریا بنادیا آکھول پیر عروج پہ ہی جہر حسن یار اُس کو خود اپنے حسن کا عاشق بنادیا	دیکھیں تو اب کمال کسی چارہ ساز کا پہلے طریق سیکھئے رنگب ایا ز کا میخوار کو حرام ہے پڑھنا نماز کا اللہ رے فیض ساقی میکش نواز کا جب دیکھتا ہوں وقت نہیں ہی نماز کا احسان حسن پر ہے یہ آئینہ ساز کا
---	---

پہلیا ہے روز بادہ کو تر تو کیا عجب
شغل بھی تو غلام ہے شاہ حجاز کا

(۱۳)

کیوں ڈریں اس کے بعد کیا ہوگا ہم دکھا دیں گے رنگ محفل کا جب ستم بھی نہ ہو سکے پورے کیوں نہ ہوگا وہ شاد دنیا میں	اب ہی کیا کم ہے جو سوا ہوگا نالہ دل اگر رسا ہوگا وعدہ وصل کیا وفا ہوگا جس کا غمخوار آپ سا ہوگا
---	---

پوچھتے کیا ہو حال مشاغل کا میکدے میں کہیں پڑا ہوگا	$\frac{4}{13}$ ۱۲
---	----------------------

(۱۴)

غم فرقت کو آسان کیوں لے شوریدہ سرباز اگر جاتے ہو اسے نالو تو بنکر با اثر جانا شکایت ہو فلک کی آہ کو نالے سے کہتی ہی ہمیشہ اک نیا غم پیٹے آنا کوئے جان سے میں ممکن ہری آہوں کا اور تیری نگاہوں کا	مجھے لازم تھا ہنگام وداع یار مر جانا شردرت ہو تو حد لامکاں سے بھی گزر جانا مجھے بھی بے اثر سمجھا مجھے بھی بے اثر جانا نہ جانے کی قسم ہر بار کہا لینا مگر جانا ترے دل میں نہ ہونا مے دل سے اثر جانا
--	--

<p>سمجھ رکھا ہی کیا فرما د کو ان عقل والوں نے یہ تم نے بزم میں اپنی بذا کر کیا قیامت کی حیات و موت کیا ہی جلد و راق پریشاں کی خوشی کیوں لئے جاتے ہیں آخر اس کو دوزخ میں عدم سے جانب ہستی رواں ہو کاڑاں تیرا رہی جو بے خبر دید و حرم والوں کے جھگڑوں سے اجل کا ہاتھ ہو اس میں کہ فطرت کا توازن ہو</p>	<p>پر پراس عقل پر پھر اسے شوریدہ سر جانا مجھے لازم ہوا جلنے پر پروانے کے مرجانا پھر ان اوراق کا شہزادہ ہستی بکھر جانا ردائے شیخ کو بھی کیا مراد امان تر جانا پڑے جب راہ میں دنیا تو دم بھر کو بھر جانا انہیں کو ہم تو سمجھے باخبر، اور معتبر جانا بہر صورت یہاں رکنا نہیں المختصر جانا</p>
--	--

<p>علاء امت ہو تہی ہونے کی پیمانہ کا بھر جانا</p>	<p>عے الفت سے خالی دل کا ساغ چاہئے شاعرا</p>	<p>۱۱ ۱۲ ۵۰</p>
---	--	---------------------

(۱۵)

<p>تجھے اک بازیرے پاس ہی دشوار ہو جانا دریغ خانہ پر اس کا اگر اک بار ہو جانا امید غفوی عسیاں یا اپنی کیوں رکھیں ہم نہاروں نازہوں قربان جسکی بے نیازی ہم جو سچ پوچھو تو سیکھا ہی ہمیں چشم زنگس نے ہم اور دل اک اک دن جان دیدیکے نہ خنجر</p>	<p>تجھے آساں ہی کو چے میں تھے سو بار ہو جانا تو زاہد کو بھی کچھ مشکل نہیں دیندار ہو جانا خبر بخشش کی دیتا ہے تر اغفار ہو جانا بہت مشکل ہے اس کا محرم ہلر ہو جانا کسی کی نرگس بیجا رکھا ہمار ہو جانا نہیں کچھ سہل عشق ابرو سے خمدار ہو جانا</p>
--	--

<p>تصور میں بھی آنے سے جسے ہمارا و شاعرا</p>	<p>تو پھر کس طرح ممکن اس کا ہی دیدار ہو جانا</p>	<p>نہیں ہے شہید نہیں ہے شہید نہیں ہے شہید</p>
--	--	---

(۱۶)

<p>بتاؤں تجھ کو جنہوں میں لازم ہو گیا کرنا شب و وقت میں ممکن ہو گیا اسکے سوا کرنا</p>	<p>اذیت پاکے خوش رہنا ستم سہک و فاکرنا نرگس نملانا لوٹنا آہ و بکا کرنا</p>
---	--

نہ وہ آئے نہ موت آئی نہ صبر آیا نہ دل ٹھیرا	شب فرقت نہ کام آیا مرے آہ و بکا کرنا
ہلال عید قرباں دیکھ کر واجب سمجھتے ہیں	کسی کی تیغ ابرو پر ہم اپنی جان فدا کرنا
جوانی تو گزرنے دے بتوں کے عشق میں شاعِل	مناسب کچھ بڑھاپے ہی میں ہو یاد خدا کرنا

(۱۷)

آپ خود چارہ گھر عاشق شیدا ہونا	کام جب آئے نہ عیبی کا مسیحا ہونا
طالب دید ذرا سیج کے موسیٰ ہونا	غیرت حسن کو آتا ہے شرار ہونا
سب سنیوں کی ہو طینت میں غم آرا ہونا	تم سکون دل عاشق حشر آرا ہونا
کس قیامت کے ترے ہو شر باہیں جلوے	چشم موسیٰ کو بلبر نہیں بلینا ہونا
ملنے والی ہے غم درخ زمانہ سے نجات	کیا ضروری نہیں اس وقت تمہارا ہونا
بے خطا ہم نہ ہے ہیں نہ رہیں گے ہرگز	آدمی کے لئے مشکل ہے فرشتا ہونا
چپکے پیچھے ہیں لئے دردمختل میں	نہ تماشا ہمیں بنتا نہ تماشا ہونا
رشتا کب دوسف تو پہنے سائے حیدر خان چال	لیکن آیا نہ کسی کو بھی زلیخا ہونا

چشم بینا ہی نہیں دید کو کافی شاعِل	چشم بینا ہی نہیں دید کو کافی شاعِل
نور ایمان کا بھی لازم ہے ادب الہی ہونا	نور ایمان کا بھی لازم ہے ادب الہی ہونا

(۱۸)

دل راحت طلب کو خیر گزار کر لینا	ہیں آتا ہیوں آسان کو دشوار کر لینا
رقیبوں کی خوشامد منت اغیار کر لینا	کسی صورت سے یار و یار کو ہموار کر لینا
نہیں دشوار کا فر نفس کو دیندار کر لینا	جنہیں آتا ہے ہر تراف نفس زنا کر لینا
کھیم اللہ وہ کیوں طور پر پائے جئے	فرد غریدہ بلیش جمال یار کر لینا
یہ دین دل بھی حاضر ہے جان تن بھی حاضر ہے	مجھے جو کچھ بھی کرنا ہے نگاہ یار کر لینا

<p>تئون سائلون ہو ذرا جیا رہیں یا رو قدم رکھنا تو راہ عشق میں آسان ہو لیکن تری غمور آنکھوں سے شرابِ حسن لے کر جو ہم سے ہو سکے گا آہ کر کے ہم بھی کر لیں گے تمہارے عارضِ کلرنگ سے رنگینیاں لیکر مریدِ رنگی یہاں تو ہاں ہیں ہاں ملتی ہیں ہستی ریا کا لفظ بیشک صفحہ ہستی سے مٹ جاتا دماغ کے شیخ میں کیونکر نہ ہوتا تاثیر ہے چوروزے ہیں تو جامِ معرفت کے پینے والوں کے</p>	<p>ابھی انکار کر دینا، بھی اقرار کر لینا بہت مشکل ہو خود کو خاک کھائے یا کر لینا ہمیں آتا ہے دل کو خانہ خمار کر لینا جو بچہ سے ہو سکے تو بھی لگا دیا کر لینا بہت آسان ہو دل کو غیرت گلزار کر لینا وہاں بھی شیخ اپنے ہمنوا دوچار کر لینا اگر آتا، ہمیں گفتار کو کرنا کر لینا وظیفہ میں اسے شامل کرے شعار کر لینا جہاں مل جائے میخانہ وہیں فطار کر لینا</p>
--	---

<p>ہزاروں قسم کی ملتی ہو شاملِ مثل دشمن کے کہیں خود کو نہ مست بادہ پندار کر لینا</p>	<p>شیخ عفت شیخ عفت شیخ عفت</p>
---	--

(۱۴)

<p>سچ تو یہ ہے کہ اپنی سمجھ کا تصور تھا کرتا نہ میں گناہ تو میرا تصور تھا عشاق کے دماغ میں گویا فتور تھا جن میکشوں کے ہاتھ میں جامِ طہور تھا دل میں جو اُس کے عارضِ رنگیں کا نور تھا تاکا تھا جس کو ہم نے نشانہ وہ دور تھا اُس کی حریم ناز میں جانا ضرور تھا تھکے رات گوشِ چشمِ حسینوں سے فیضیاب کل محتسب بھی دیکھ کے حیران ہو گیا</p>	<p>اتنا ہی وہ قریب ہی جتنا کہ دور تھا دیتا جو وہ سزا تو یہ رحمت سے دور تھا جینا ضرور تھا کبھی مرنا ضرور تھا شامل ہی تو شریک نہیں میں حضور تھا صحرا بھی میرے واسطے دایانِ حیر تھا ناک کی نئی خطا نہ کہاں کا تصور تھا نامے کے ساتھ ساتھ دلِ ناما صبور تھا تھا کوئی برقِ سن کوئی نخلِ طور تھا ہر بادہ خوار مست شرابِ طہور تھا</p>
--	--

وہ آج زیرِ خاک ہیں اور ہو سکتے ہیں خاک مرنا شبِ فراق میں آسان تھا۔ مگر اُردو سے کیوں خفا ہوئے کچھ تو بتائے سو نا محال اہلِ زمانہ کو۔ ہو گیا میں ہی وہ ہوں کہ سینہ دنیا پہ بار ہوں کرتا نہ کیوں گناہ ازل میں پیا تھا وہ نازک مزاج مجھ سا ملا تو ملا جواب انجیل تیرے مردہ آمد کا اشتہار دونوں بلند مرتبہ لیکن یہ فرق ہے	کل جن کی خوابگاہ ہیں فرشِ سمور تھا تیرے ستم کے واسطے جینا ضرور تھا اس کشتی کا کون ایسا قصور تھا نالہ شبِ فراق میں شورِ نشور تھا میں ہی وہ تھا کہ صاحبِ حور و قصور تھا جس جام پر لکھا ہوا ربِ غفور تھا موج ہو اسے شیشہ دل چور چور تھا تیرا ہی نام زینتِ لوحِ زبور تھا تیرا مقام عرش ہی موسیٰ کا طور تھا
---	--

دارِ گناہ شاعِلِ عصیاں شعار کا
وہ خال تھا کہ زینتِ رخسارِ حور تھا

(۲۰)

شبِ ہجراں میں جینا دل کے ہاتھوں سخت کل تھا تری تیغِ نظر سے کون بچ سکتا تھا قاتل میں عجیباً کہ قدرتی الفت تھی غم میں دردِ دل میں یہی آسان تھا زاہد کہ شیعہ وقت بن چکے	خدا جانے میرے پہلو میں تھا سیما یا دل تھا جسے دیکھا وہ زخمی تھا جسے دیکھا وہ بے مل تھا کہ دل کے واسطے غم تھا تو غم کے واسطے دل تھا مگر انسان بننا پیر و مرشد سخت مشکل تھا
---	--

شرابِ عشق پی کر اس طرح سے ہوش میں رہنا
ترا ہی حوصلہ یہ احترامِ الدین شاعِلِ کُفرا
کھنکھاتا ہے
دیا بھوپا اسیلابی
مہتاب جلیپ

سے آل انڈیا طرچی مشاعرہ تاریخی ۱۵ دسمبر ۱۹۶۳ء بمقام جے پور ۱۲

ہم پر بھی کبھی ساقی کو نثر کا کرم تھا
دیکھا تو ترا مصحف رخ شکر ہے۔ لیکن
ڈھونڈا تو دیر یا رملہ عرش سے آگے
نیرنگی عالم کی فقط ایک جھلک تھی
لڑنے میں کئی عمر تو بھگائی ہے میں کتنا وقت
اب کون ہی دیر ان ہی دنیا نے محبت
اس کی نگہ ناز کا اللہ سے تصرف
آدم کو نہ مسجد کیا ابلیس نے لیکن

گواہ بھی صدیکہ یردوش تھا شغل
پھر بھی نگہ پر حشر ابات سے کم تھا

(FF)

پردہ تفرقہ جب دیدہ باطل سے اٹھا
 پاؤں مجھوں کا نہ جب بارِ سلاسل سے اٹھا
 راحت فریخ کا، حساس بھی بے دل سے اٹھا
 وہ نہیں اشک کہ جن میں نہو خوں پا
 میرے دل نے ہی مرا غائبی پتہ نکلا
 دست پر وہ نے کیا نکل جو تمنا کا چراغ
 جلنے کیا پھونک رہا ہر تھے ہجران کا خیال
 عشق کی آگ عجب آگ ہے جس نے لگ کر
 رات بھر نغم کو جس نے تری روشن کیا

<p>رشتہ شمع و پروانہ پر موقوف نہیں تیرے کہنے کو تو میں ان لوں واعظ لیکن شور سولی سے انا الحق کا سنا جاتا ہے اس سے آگے کوئی رستہ ہی نہیں ہے شاید وہ گراں بار مسافر ہوں بہت کی بخشش صاف دل خوار نگاہوں سے ہیں یادہ بہرہ اندلہ اللہ یہ آداب محبت کا لحاظ</p>	<p>خاک ہو کر ہی اٹھا جو تری محفل سے اٹھا عمر بھر تو بھی تو دنیا کی نہ محفل سے اٹھا کون مست ہے تو جید یہ محفل سے اٹھا جو بھی بیٹھا ترے کوچے کی نہ منزل سے اٹھا یا عصیاں نہ مرا رہن منزل سے اٹھا رہیت راہ نہ خاک رو منزل سے اٹھا نالہ اٹھا بھی اگر دل سے تو مشکل سے اٹھا</p>
---	--

<p>بیاہ غم صد نہ بھراں تو اٹھا یا شاعری بیاہ احساں کا کسی کے بڑی مشکل سے اٹھا</p>	<p>بیاہ غم صد نہ بھراں تو اٹھا یا شاعری بیاہ احساں کا کسی کے بڑی مشکل سے اٹھا</p>
---	---

(۲۳)

<p>جب میں ہی اس کی بزم کے قابل نہیں ہا مجنوں کو یہ ملال نہیں دل نہیں ہا منصور بھی نہ راہ حقیقت چھپا رکھا کیوں پھونکے وہ آتش سوز فراق سے نالوں نے میرے چرخ کے ٹکرے اڑا دئے کب شوق دید پردہ محفل نہیں بنا آئینہ آب آب ہوا تا آب جس سے اب تک زمیں وہی ہے وہی آسمان ہی میکو سلوک عشق نے آزاد کر دیا</p>	<p>بچہ کیا ملال دل کا اگر دل نہیں رہا محفل نشیں کے واسطے محفل نہیں رہا اب کوئی اعلیٰ رکے قابل نہیں ہا کیا رہ گیا جہاں میں اگر دل نہیں رہا اب کوئی آسمان کا قائل نہیں رہا کب بے لفتاب محفل نہیں رہا اُس رخ کا کوئی بد مقابل نہیں رہا میں انقلاب دہر کا قائل نہیں رہا پابند رسم جادہ و منزل نہیں رہا</p>
---	--

۴۔ دل محفل۔ سلاسل۔ باطل۔ مشکل۔ سائل اور منزل! نہیں ہیں پوری غزل کو فضا لازمی تھا ۱۲

کیوں بواہوس کو عشق کا دعویٰ نہ ہو کہ اب بہل سے اضطراب میں کیا ہو گئی خطا صدق و صفا کے علم کی تسلیم پاگیا آئیں شبِ فراق تو حاضر ہیں تندر کو منزل نشین خانہ دل اُس کو کر لیا مرمر کے ایک عمر میں پہنچا ہوں و لوح اتنا تو خوب ہوش ہے پھر کچھ نہیں خبر جس آستان پہ غیر کے سجدے کا ہوش اُس کو اسیرِ کعبہ و بت خانہ کر دیا	کچھ ایتنا زناقص و کامل نہیں رہا کیوں جو رقص ویدہ و تاتل نہیں رہا جو میکہ سے میں رہ گیا جاہل نہیں رہا ایمان و جان زار اگر دل نہیں رہا محل کج تصور محمل نہیں رہا میں تیرے اشتیاق سے غافل نہیں رہا بجلی گری نگاہ کی اور دل نہیں رہا میرے سہرے ساز کے قابل نہیں رہا جو اُس کی بزمِ ناز کے قابل نہیں رہا
--	---

شاعری کی منفردت میں کسی کو ہو کیوں کلام
کب میکہ سے میں ڈاکر و شاعری نہیں رہا

(۲۴)

لطفت دیکھا تیرا اور دہرے فراوان دیکھا ظلم میں چرخ سے ہیں سینکڑوں منزل آگے بکھرے دکھانے کو بھی تنکا نہیں اُس غلطی کا زہر تو آپ کا تسلیم مگر حضرت شیخ کوئی نقطہ نہ ہوا حرص کو دنیا میں نصیب سخت جاں بھی وہ بلا ہیں کہ بلائیں کسی شکِ نوین نہیں آسمانوں میں محبت کا ہونگ دن قیامت کا تو ہو جائیگا یوں ہی پورا آگے ہر خار و بیاباں نے قدمِ تمام لئے	جب کتھنکار کو مشر مندہ عصیاں دیکھا اپنا یہ اوج بھی اُسے حضرت نشان دیکھا جس کی ہر شاخ پہ تھے مرغِ غوغاؤں دیکھا خواب میں بھی کوئی غار نگاہیاں دیکھا ہر ہوس کار کو نادار و پریشاں دیکھا کاٹ لیتے ہیں تجھے بھی شبِ بھراں دیکھا مفت میں ہاتھ لگے لعلِ بدخشاں دیکھا دیکھ لینا بومرادِ فقرِ عصیاں دیکھا رخِ جو وشت میں در اسو کھنڈاں دیکھا
---	---

ایسا گھرا لیا رحمت کی فراوانی نے	جیب دیکھی کبھی بیٹے کبھی اماں دیکھا
ہاتھ میں جامِ سبود و شش پہ آنکھیں مجھ پر	کون سا غل سا زمانے میں سماں دیکھا

(۲۵)

ذکر و وفا پہ کہتے ہیں پیری وفا ہے کیا	معلوم ہے کہ عشق میں اس کی سزا ہے کیا
ملتا ہو بے طلب تو طلب اور دعا ہے کیا	سنئے ہر طریق شکر کا اس کے سوا ہے کیا
مردہ دلوں سے کوئی توقع فضول ہے	مر کر بھلی آج تک کوئی زندہ ہو ہے کیا
تم تو کہتے ہو - آئینہ جو چاہے وہ کہے	اہل نظر کے سامنے بہرہ دیا ہے کیا
بنا ہو قلبِ نغز تو ہوتا ہے نقدِ قلب	وہ سیمیا ہے اس کی نظر کیمیا ہے کیا
ہر شے میں جواہر گر ہر شے سے بے نیاز	کیونکر نپہ چھلے کہ سوا - ماسوا ہے کیا
آنکھوں میں اشکِ رنگ پر ہر جو اس گم	اسے نامہ بر تھا تو سہی ماجرا ہے کیا
دو چار جام دے تو دے محنت ہے	تو بہ کا اور اس کے سوا خوں بہا ہے کیا
ہر ہر نفسِ نفس نہیں باگپ رحیل ہے	اہل خرد کے واسطے باگپ دریا ہے کیا
قائم ہو اس کی سمت نہ لغزشِ نظر ہے	بہری جہیز کے سامنے قبلہ ہے کیا
کشتی خدا پہ چھوڑ دے اسے میر کا روال	طوفان کس کو کہتے ہیں اور خدا ہے کیا

شاعرِ قمر کے حسنِ محبت کا ہے اثر	شاعرِ قمر کے حسنِ محبت کا ہے اثر
دردِ شرابِ شعر میں باقی نشا ہے کیا	دردِ شرابِ شعر میں باقی نشا ہے کیا

(۲۶)

مختب کا اس طرح سب نے بدلتی بل گیا	باد کا کوشہ چھوٹتے مجھ کو دیکھا جل گیا
-----------------------------------	--

عبد الحافظ مراد لوی محمد ایوب قمار قمر و احمدی بانی شاعر ۱۲

اس کی ذات پاک کے غم میں مئی نکھول نکھول شعلہ ریہوں کا تصور لانا بالان والحقیدظ ہیں بتان مشرقی رشک بتان مغربی جلنے والی نے سستی ہو کر دکھا دی شان سوز آتش داغ جگہ کی اک لہٹ سے دیکھئے	سوئے دامن جو گیا وہ بن کے گنگا جل گیا حرف جو نکلا زبان سے بکے تنکا جل گیا حسن کی دنیا سے اب ہندی گئی کا جل گیا کیا ہوا جو شمع ریشم پر تپکا جل گیا آفتاب سوز و محشر نسل دنیا جل گیا
--	--

پوچھ لے غالب سے شاعری اب کہاں ملیں آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا	$10 \frac{2}{48}$
--	-------------------

(۲۷)

چشم حق ہیں مل گئی ذوقی نظار امل گیا جب سکون دل نہیں حاصل تو پھر کس کام کا اور تو اس دور میں بہر جفا ملتا ہے کون اب اماں ملنا بہت دشوار ہے اہل زمین کیوں نہ سمجھیں یا ر و ہمدوم کیوں نہیں مل گیا چشم اہیاں کیوں منور ہو نہ ہر اک حرف سے دال کو خط شکستہ میں ملا دو لام سے ذکر آتہ بن گئیں یاد بتاں کی بیکیاں ہوش پراں ہیں ہوس کے آزمائش شرط ہی اب تو ڈوبے اور ڈوبے کشتی بارگاہ	اور پھر دہرا کر کو عارض تمہارا مل گیا بخت اسکندر ملا یا تخت دارا مل گیا ایک میں تقدیر سے قسمت کا مارا مل گیا آسمان ظلم سے وہ ماہ پارا مل گیا بیکسی میں جب بھی اُس کو دیکھا رامل گیا مصحف رخ جب تلاوت گو تمہارا مل گیا تاکہ ثابت ہو کہ ہم سے دل تمہارا مل گیا ماسوا کے قطع کر دینے کو آرا مل گیا یہ جواب یار دشمن کو کہ آرا مل گیا قلزم رحمت سے چشم تر کا دھارا مل گیا
--	--

کیون اے شاعر غل میجر کی قسمت پر شک مل گیا جام دو بارہ اور دو بار امل گیا	$25 \frac{9}{41}$
---	-------------------

(۲۸)

ذوقِ نظر جو طالسب دیدار ہو گیا میں بیشواے کافر و دیندار ہو گیا مذکورِ حسنِ یوسف کفناں پہ کہتے ہیں ہر باخبر کا حال یہ ہی اُس کی بزم میں جو زینتِ بہار تھا قسمت تو دیکھئے لوچِ جبیں پہ بھر بھی رہا داغِ انفعال	ہر ذرہ ایک عالمِ انوار ہو گیا تارِ نفس جو رشتہ زنا رہا ہو گیا ہنگامہ تھا کہ اک سو بازار ہو گیا رکھا قزم کہ نقشِ پریوار ہو گیا گلچیں کی آنکھ میں وہی گلِ خار ہو گیا بحرِ نرم میں عسرقِ کٹی سو بار ہو گیا
---	--

ساتی کی اک نگاہ کا شاعِل یہ فیض ہے
ہر بادہ خوار محرم اسرار ہو گیا

(۲۹)

دوشِ بہار تکیہ گل بن کے رہ گیا ہمراہ چل کے منزلِ مقصود جا ہی لی بنیابِ دید تا سبِ نظارہ نہ لاسکا وحشت کی یادگار کو داناںِ جیب کا خرقہ اُتارنا ہی پڑا شیخِ وقت کو پایا نہ پھر بھی ساحلِ دریاے آرزو مدحِ بیانِ واعظِ دیندار کیا کروں کس درمہ بد مذاق ہیں اہلِ تہن کہ اب	جوشِ ہزار نشہ گل بن کے رہ گیا ہر خار زارِ خضرِ سبیل بن کے رہ گیا روسے نگارِ بلوہ گل بن کے رہ گیا ہر تار تارِ دامنِ گل بن کے رہ گیا جب بار بارِ سورتِ گل بن کے رہ گیا دلِ بار بارِ شوقِ کاپل بن کے رہ گیا بالا ختصارِ سورتِ گل بن کے رہ گیا نالہ ہزار کا بھی تو غسل بن کے رہ گیا
--	--

شاعِل جہاں میں بادہ گلگوں کے فیض سے
ہر بادہ خوارِ خار سے گل بن کے رہ گیا

• اہلِ میں چار فاقے ہیں دوش بہار تکیہ اور گل اور پیرِ شعریں ہم قافیہ الفاظِ نادر و پہلو و غیرہ
یہ سب اہلِ پسند کے ساتھ ایک خاص فرائض پوری کی ۱۲

(۳۰)

صبح محشر ہو تو ہو چاک گریباں کا جواب	روزِ محشر تو نہیں ہی روزِ ہجراں کا جواب
ہو نہیں سکتا۔ کبھی رخسارِ جاناں کا جواب	جس طرح ممکن نہیں دنیا میں قراں کا جواب
اور تو کیا ہو سکے گا کوئی ارماں کا جواب	زلفِ برہم بھی نہیں قلبِ پریشان کا جواب
خاکِ حسرتِ آبِ گریہ انارِ افغانِ یاد آہ	عشق نے پیدا کیا اجڑے انسان کا جواب
ہم فقیروں کی قناعت کی بدولت بن گئی	جاننا زبور یہ تختِ سلیمان کا جواب
وہد کا عالم ہو طاری جوئے یا جو پڑھے	فردِ عصیاں کو بنا لوں اپنے دیواں کا جواب
دفن اس میں حسرتِ ارماں ہو ہیں مقدر	میرا سینہ بن گیا گورِ غریباں کا جواب
آپ بکوں برہم ہوئے ہیں کہاں دغولی کیا	دود آہ نیم شب ہر زلفِ بیجاں کا جواب
اس کے بڑھ کر اور کیا آرام ہو گا عشق میں	اپنا ہر داغ بگڑے باغِ رضوان کا جواب
عامیانِ منفعل کا پاس خاطر دیکھئے	جوشِ بحرِ عفو ہے طواریعِ عصیاں کا جواب

فیضِ خامس ساتی کو شر کے باعث بن گیا
ہامِ شاعلی ساغرِ صہبائے عرفاں کا جواب

(۳۱) (مطلع بند)

ہونے کو ختم منزلِ عمرِ رواں ہوا ب	ہلکا سا اک غبارِ پسِ کارِ رواں ہوا ب
گلشنِ یہی مقام تھا سحرِ جہاں ہوا ب	لے عندلیب تیرا کہاں آئیاں ہوا ب
برگشتہ تیرے ظلم سے سارا جہاں ہوا ب	بہرِ دہی کوئی نہ کوئی رازِ رواں ہوا ب
کہتا ہوں شمعِ آپ کی اردِ کہاں ہوا ب	وہ آپ کی زبان ہو نہ میرا زبان ہوا ب
شاعلی وہ ہر بان جو تا ہر بان ہوا ب	میرا قدم قدم پہ نیا استخاں ہوا ب

(۳۲)

نہ صرت ماہ جبینوں میں انتخاب ہیں آپ کرم تو دیکھئے اُن کا کبھی کیا جو سلام نقاب رخ سے نہ اٹھا کبھی زمانے میں متاع حسن بھی سرمایہ جمال بھی ہے	جفا و جور و ستم میں بھی لا جواب ہیں آپ گو منہ بنا کے ہیں کہتے عجب غدا ہیں آپ یہ کیا غضب ہے کہ محشر میں نقاب میں آپ زکوٰۃ کچھ ادا صاحب نقاب ہیں آپ
--	--

رہی کی عرصہ محشر میں آبرو شائع
خجل گناہ سے ہو کر جو آب آپ ہیں آپ

(۳۳)

یوں بادہ کشوں میں ہوا پیمانِ محبت صدقے تری صورت پہ دل جانِ محبت اسباب بجز حسرت دیدار نہ چھوڑا اے چارہ گرد اس کا مداوا جس ممکن	کافر ہے جو ساقی پہ ندے جانِ محبت قریان ترے حسن پہ ایمانِ محبت سب لوٹ لیا بھرنے سامانِ محبت بیٹھا ہے مرے قلب میں پکانِ محبت
--	---

کعبہ ہو کلیسا ہو کہ بیت خانہ ہو شائع
میں خانے سے بڑھ کر نہیں سامانِ محبت

(۳۴)

عقل و حکمت سیکھتے ہیں جن سے فزائے بہت دے چکے ہیں اہل کعبہ جن کو نذرانے بہت اُس کی نعمت کے ادا کرتا ہوں شکر نے بہت شمعِ عارض جب فروزاں تو کیوں اعلان ہو پردہ وحش میں پنہاں رنگِ کثرت کییاں توڑتا ہے محتجبے توڑ دے سب کے سب	اب بھی دنیا میں ہیں باقی ایسے بوائے بہت میری نظروں میں ہیں ایسے بھی صنم خانے بہت جس جگہ جاتا ہوں ملجاتے ہیں چمنے بہت خود بخود آجائیں گے جلنے کو پروانے بہت کوئی دھوٹے تو کہاں جب کے کا شائے بہت انگھ کے پیرے ساغرِ دل کے پیمانے بہت
--	--

<p>راہِ غربت میں رہا ہر شجر سایہ فگار توڑ کر توبہ کو ٹکڑوں سے بنائے میکہ کے جو اٹھائیں بارِ غم ایسے تو بیا بیا ہیں کیوں نہاں رکھوں دل میں از بے عشق کو جام و مینا سا غم و خم شیشہ و قلع و سبب رنگِ بزمِ ناز کیا ہوتا ہو دیکھیں صحت داغِ دل داغِ جگر دردِ جدائی سوزِ غم طعس و اندوہ الم ہو یا سرور دنیا ط</p>	<p>ہیکسی میں کام آئے اپنے برکات نے بہت اب فرشتے بھی جگہائیں تو مینا نے بہت بار دنیا کو اٹھانے کیلئے ٹٹا نے بہت دل نہاں سینے میں اور دل میں نہاں بہت ظرفِ لہاں ناسپہ کو ایسے پیانے بہت ایک شمعِ انجمن ہے اور پروانے بہت عشق کی سرکار کے ناز ہیں پروانے بہت کوئی عنوان چاہئے کہنے کو افسانے بہت</p>
--	---

پتی نہ لینا حضرت منصور کی سی دیکھت
راہِ عرفاں میں ہیں ششائے غل ایسے مینا نے بہت

(۳۵)

<p>تمام عمر بچے اور نظر نہ آیا گھاٹ خرد میں نقصِ تخیل غلط داغِ پاٹ تکڑوں کاخوں بدایر کو بہر زرد ہوئے جو گھر میں دیکھے جا کر تو بھونی جھانٹ لیا ٹے تو شکرا دا کر نہ ہو تو فکر نہ کر جو ہو سکے تو محبت کی لہر پیداکر ریائے شیخ جو تولی گئی قیامت میں زمینِ عجز کا قطب مدار بن کر جم پس از ادا دئے تہجدِ فردا تا ہے</p>	<p>خیر نہ تھی کہ ہے دور یا کے علم کا اثبات میں گے بیسیوں دھککش کتابیں چاٹ کیا ہے تیغِ خزاں نے چمن کو بھدی گھاٹ مگر چ دیکھے باہر تو ہیں سرنگی ٹھاٹ مگر نہ کاسہ سحرِ لیم ہر گز چاٹ نہ ہو تو خیر و رات کی ندیاں ہی پاٹ بنائے جائیں گے توبہ کے میری ٹکڑے پاٹ چہ چاہتا ہی پھرے تھے گرد چرخ کا پاٹ خرا بہ تاب کی ایسی ٹہری ہو شیخ کو چاٹ</p>
--	--

۱۰ صریح طرح -

نصیب بادہ منصور کی تو بوجھ نہیں رکھی ہے پر مٹاں نے کہاں لگا کر ڈاٹ

خدا کی دین میں انسان کا دخل کیا شاعری
کسی کے واسطے رشیم کسی کے واسطے ٹاٹ

(۳۶)

سمجھتے نہیں ہم جہاں کو عبث
محبت میں جو کچھ بھی ہو سب بجا
جو ہوتا ہے ہوتا ہے تقدیر سے
بنالوں کا صد بانٹ نہیں نئے

یہاں تک کہ وہم و گمان کو عبث
نہیے دخل سود و زیاں کو عبث
نہیے برا آسماں کو عبث
علا یا مرے اشیاء کو عبث

حقیقت میں شاعری وہ نادان ہیں
جو کہتے ہیں عشق بتاں کو عبث

(۳۷)

دلوں پر سارے زمانے نے ان کا علاج آج
اب ایسے حوال میں کیا عوض بدعا کیجے
یعنی عشق و محبت تراشہ احمقانہ
بدل گئی ہے کچھ اس وجہ حالت دنیا

یہی تو منکبت حسن کا خراج ہے آج
غلط خیال ہی برہم سا کچھ مزاج ہے آج
کہ اس دغ کی دوا ہی نہ کچھ علاج ہے آج
جسے بھی دیکھئے وہ دشمن رواج ہے آج

یہ کم ہر بات کہ شاعری ہو شاہ میخانہ
اگرچہ تخت ہی باقی کوئی نہ تاج ہو آج

(۳۸)

یہ جہاں کا نظام یکسر ہیچ
قیس و فریاد کی نہ کچھ پوچھو
سود و غم کے سوا نہیں اس میں

اور یہ عروج و شام یکسر ہیچ
خام کاروں کے کام یکسر ہیچ
پھر جہاں میں قیام یکسر ہیچ

اور جو ہونا تمام بیکسر شیخ	جو مکمل ہو اس کو کچے کام
۲۵ $\frac{۲}{۳}$	بے عمل زندگی ہے جب شاغل آپ کا احترام بیکسر شیخ
(۳۵)	
کہ میرا حسنِ نحیل بنا ہے راحتِ روح وہ ہیں بدن کی عبارتِ توحیدِ عبادِ روح کہ جس طرح سے بدن کیلئے رفاقتِ روح مری زباں سے جو کئے کوئی حکایتِ روح	کسی کو پر نہیں کہتی ہے اب شکایتِ روح نماز و روزہ و تسبیح اور خدمتِ خلق اسی طرح سے معیت ہے آپ کی درکار مقامِ حسنِ لقاء و فاسخِ مجھ جائے
۱۶ $\frac{۱}{۴}$	سخن کی جان ہی میرا کام لے شاغل کہا ہے دیدہ و دروں نے اسے لطافتِ روح
(۳۶)	
بنے ہیں یادہ کشوں کے جنابِ شاغل شیخ جنابِ پیرِ نغاں کے ہوا اب تو قائل شیخ اُسی کو کہتے ہیں اہلِ حناء صِ کامل شیخ تمام عمر بھی پڑھئے اگر نورِ اعلیٰ شیخ	نفسِ بے ہوشی ہوتی ہے اے کامل شیخ تمام مرحلے طے کر دئے اشاروں میں سلوکِ نیک جو خلقِ خدا سے کرتا ہی نہیں ہے جذبہٴ ریشا رتِ عبادت کیا
۶ $\frac{۹}{۴۸}$	اکرم سے آپ شاغل بھی کر ہی ایگاہے سبک کے سہی دو چار سودر اعلیٰ شیخ
(۳۷)	
زہد قائم رکھے خدا راہ کاشش ہو کوئی بے ریل راہ اپنا اپنا سے آسرا راہ	کر کے توبہ تو میں بنا راہ نہرا پھرا بہت ہی اچھا ہے آپ کو زہد کا خدا کا ہیں

خانہ دل سے میرکہ ہے مراد	آپ نے کیا سمجھ لیا زاہد
۹ $\frac{1}{48}$	۷ عرفاں مراد ہے نے سے جا کے شاغل سے پوچھ آزاد
(۴۲)	
مقصود ہی تلاش تو دل کی فضا میں ہو اُس کی رضا کو عبرت میں ہو اپنی نجات عفو گناہ و خطا میں ہو جو کچھ بھی دھونڈتا ہے وہ خلت خد میں ہو	دیر و حرم پر ہو تو نہ ارض و سما میں ہو آرام و عیش میں ہو نہ ملک و مال ہے گر بندگی پہ ناز نہ موسم و سلاوہ پر جو یائے حق کے واسطے ہر شے رہتا
۹ $\frac{1}{48}$	شاغل اسی کا باغ عجبت میں رنگ ہو خون شہید ناز کو رنگ حنا میں دھونڈ
(۴۳)	
ہو گیا فرط حسرت سے دہ بالا کا غد بن گیا نط کا مرے غیرت لالہ کا غد نازد انداز سے کرتے ہیں کالاکا غد غم قلم آہ ہو مضمون تو نالاکا غد	اُس کو خط لکھنے کو میں جو نہ لالاکا غد لالہ رخ کا جو لکھا و صفت تو رنگینی سے ان حسینوں کا عجب رنگ ہو لکھتے ہیں جو خط خون دلی سے جو لکھوں نظر شریف وقت میں نہیں
۱۴ $\frac{3}{48}$	آسمانوں سے وہ آتے ہیں مضامین شاغل جن کے لکھنے کے لئے چاہئے اعلیٰ کا غد
(۴۴)	
کیا خبر ہے کہ وہ ہے یا نہ ہے ہوش بہار جو مجھے دیکھ لے ہو جائے وہ مد ہوش بہار دیکھیں پھر کس کو گلستاں میں ہے ہوش بہار	کیف اوزار پر غضب نغمہ خاموش بہار وہ پلا پیر مغان بادہ سر جو ش بہار سامنا ہو نظیر پیر مغان کا ساقی

<p>دیکھنا وسعتِ دامنِ خطا پوش بہار آج آزاد ہے ہر قید سے مدہوش بہار آج خود پیر مغاں کو بھی نہیں ہوش بہار اب کے فکرے و جام کے ہوش بہار سچ تو کہتے ہیں تجھے رندِ یلا نوش بہار ہونہ جائیں تھے نالوں سے گراں گوش بہار مجھ سے کچھ عہد تھا و وعدہ فراموش بہار</p>	<p>اس کے سائے میں پیار کرتے ہیں چلے والے خوفِ صیاد کے فکرِ نشیب و کیسا! کیا خبر لے وہ کسی مست کی میخانے میں میں ہوں اور تیرا تصور تراغم تیری تلاش میرے دل میں ہیں دو عالم کی بہاریں ساقی ضبط کر ضبط ادب سیکھ ذرا اہل بل تو ہی کہہ سبر کہاں تک ہو خزاں بھی آئی</p>
--	---

<p>میں کہاں اور کہاں ساغر و مینا نشاغل کھینچ لایا ہے گلستاں میں مجھے جوش بہار</p>	<p>چند ہیچ چند ہیچ چند ہیچ</p>
---	--

(۴۵)

<p>موجِ پیما نہ پہنچتی رہی تار و روش بہار دونوں عالم نظر آئیں گے ہم آغوش بہار قمریاں کہتی ہیں بلبل کو سیہ پوش بہار ہوش میں آنے بھی دے بادہ سر جوش بہار جھوم کر آ ہی گیا ابر سیہ پوش بہار پھول بر سائے قفس پر نہ ستم گوش بہار بن ہی جائیگا کبھی گل ہمہ تن گوش بہار مجھ سے رشتہ نہ کرتا ذکرہ جوش بہار پھر کبھی شکوہ ہو کہ ہوں یاد فراموش بہار چار دن کا ہو گلستان میں نقش جوش بہار ہر نواخ و سخن فہم ہے مدہوش بہار</p>	<p>کم سے کم اتنا تو ہو بادہ سر جوش بہار کچھ دنوں یوں ہی رہا اور اگر جوش بہار چھیڑنے والے کہیں چھپرے سے باز آتے ہیں تو یہ سو بار ترے کہنے سے کر لوں واعظ بہر تعظیم اٹھا شیشہ و ساغر ساقی طاثر روح کو تر پائے نہ ظالم صیاد وہ سنے یا نہ سنے نالے کئے جا بلبل ہم صغیرانِ چین کو ہو مبارک صیاد و جھیاں جیب گریباں کی آڑ میں ہیں نغمہ سنجانِ چین چاہے کچھ فکر مال کس کو روزِ داز قفس جا کے ساؤں نشاغل</p>
--	--

اعلٰیٰ حسب مشعر بالا ۱۲

(۴۶)

<p>میکشوں پر جو نہ ہو وقف شراب کوثر خاکِ میخانہ نظر آئے سراب کوثر پارے تاک کو میر نہ ہو آب کوثر درمیان نہ کا جب نام ہی باب کوثر کیا عجب ہے نہ پئے بادہ ناب کوثر سب ہیں زندہ جو سلاست ہیں جناب کوثر ہے بجا اس کو اگر کیئے جناب کوثر جن کو بخشا ہو قناعت نے نصاب کوثر بارغِ جنت کی ہوا پائے کہ آب کوثر بادہ ناب کے قطرے کو خطاب کوثر ریشک سے دیکھتی ہو چشمِ بزمِ آب کوثر</p>	<p>قطرے قطرے کا ہو رضواں حساب کوثر برخِ جنت سے اٹھا دوں جو نقاب کوثر ہو کسی پر بھی ذرا سا جو عتاب کوثر کیوں نہ میخواد پیئیں بادہ ناب کوثر اس میں کیا شک ہے کہ وہ خطا ہی نہ تھا مائل و انور و تسلیم و مبین و اعجاز دل کا شیشہ ہی بہت نازک و پاکیزہ و صاف تشنہ کی طلبِ دولتِ دنیا کیوں ہو تراہد خشک وہ ہو نخل کہ سرسبز نہ ہو ہمتِ پیرمغاں سے یہ نہیں دور کہ ہے شریم عصیاں سے جو برہم ہو گنہگار کی نگاہ</p>
--	--

۲۰

ہو گیا حناک رہ ساقی کوثر شاعری
ایسا دیکھا نہ سنا مست و خراب کوثر

۱۰ مولوی منظور احمد کوثر سرمدی، خواجہ بلاش مصنف ۱۲۰۵ھ عبدالرحمن پارسا جے پوری تلیڈ کوثر
۱۱ میرزا محمد تقی بیگ مائل دہلوی ثم جے پوری استاد کوثر و مصنف ۱۲
۱۲ سید شجاع الدین انور عرف امراؤ مرزا دہلوی استاد مائل ۱۲
۱۳ مولانا ابوالبیان حافظ محمد سلیم الدین تسلیم ناروئی ثم جے پوری استاد مائل و عم بزرگوار مصنف
۱۴ مولانا ابوالبرہان سلطان الدین احمد حسین جالی ناروئی ثم جے پوری استاد کوثر و عم نابار مصنف
۱۵ مولوی شیخ کرامت علی و حجاز ناروئی ثم جے پوری تلیڈ و تسلیم مصنف کے نابار ۱۲

(۲۷)

<p>حرم اور بتکدے ملک میں بے جوئے خیر ہو کر دعائیں تو پلٹ آئیں، الٹی بے اثر ہو کر کہاں جاؤں تھے کوچے سے اور جاؤں گے ہر ہو کر جلا دے پتھر تک ہر باد کر دے۔ دل مگر وہ دے کہاں تک انتظار نامہ و قاصد دل مضطر پتہ خاکستردنیائے ارباب سے چلتا ہی نہ رہیر کی ضرورت ہی نہ میں کم کردہ منزل ہوں اگر غیر خضر بھی مجھ کو مل جائے تو کیا حاصل</p>	<p>وہ میخانے سے جب نکلے تو غصے دیدہ در ہو کر مگر آہیں حری بوئیں تو لوٹیں شعر تر ہو کر ہر اک شے کھینچ لیتی ہے مجھے تا نظر ہو کر رہے جس میں نرا درد طلب غیر خضر ہو کر پہنچ جا باں پہنچ جاتا تو ہی مرغ نامہ بر ہو کر بھٹی گزری ہی برق جلوہ جاناں دھو کر کسی کا سر پہ کیوں احساں لوں اہل نظر ہو کر یہ وہ قصہ ہی جو اک دن رہے کا مختصر ہو کر</p>
--	--

مثالیں تو ہزاروں ہیں مگر یہی کچھ شامل
نہ کر دشمن خدا را اک جہاں کو یا ہنر ہو کر

(۲۸)

<p>اک نہ اک روز رہا خاک میں پنہاں ہو کر تیرے نکلے نہ مرے دل سے پریشاں ہو کر انقلابات زمانہ سے پریشاں ہو کر عکس بھی غیرت یکتائی کو نہ نظیر نہیں کتنی تاریک شب غم ہے الٹی تو بہ ساتھ اپنے لئے جاتی ہو مجھے فصل بہار اُس کی رحمت سے تو کچھ دور نہیں ہو غلط</p>	<p>نہ گدا بن کے بچا کوئی نہ مسکڑاں ہو کر بن کے حسرت کوئی نکلا کوئی ارماں ہو کر رہ گئی صبح و طرب شام غریباں ہو کر آئینہ سامنے کیوں آئے نہ چہراں ہو کر راہ سے لوٹ گئی موت پریشاں ہو کر میری وحشت ہے اب وہ نقی زنداں ہو کر مے کا ہر قطرہ کھینچے بادۂ عرفاں ہو کر</p>
---	---

۱۲ طرخی مشاعرہ تاریخی ۵ رباعی ۲۰ مقام ہے پور ۱۲

لذت دشت نوردی سے نیا گل پہلا	خارندوں سے نکلتے ہیں پریشاں ہو کر
خدمت پیرمغاں کا یہ صلہ ہر شاعِل آپ پہنچنے جو لگے قہرِ زنداں ہو کر	نہی عشق و محبت میں بھی ہر لمحہ
(۴۹)	
آ رہا ہوں ای فرشتو بزمِ امکاں دیکھ کر میری تو باؤں کے ٹکڑوں کے سوا کچھ بھی نہیں خود پہ خورشیدِ قیامت کو بڑا ہی ناز تھا شیخ بھی آخر شریکِ بزمِ زنداں ہو گیا	خاک دیکھوں باغِ رضواں کو جاناں دیکھ کر کس قدر حیراں ہوا ہوں طاقِ نیاں دیکھ کر منفعل کیا ہوا ہے داغِ ہجراں دیکھ کر اُن کے ساغر میں جھلکتا نورِ عرفاں دیکھ کر
صحبتِ زاہد کہاں در حضرتِ شاعِل کہاں آگے جنت میں شاہِ جہور و علماں دیکھ کر	۶۷
(۵۰)	
نہ منے جب کوئی فریاد تو فریاد نہ کر مشکوہ جو رونا غافلِ دلِ ناشاد نہ کر دم نکلتا ہے نکل جائے بنا سے باہل کھینچ کر منہ سے زباں توڑے دونوں بازو ہم وفا کیشِ وفادار رہیں گے لیکن باغباں کاش کہے فصلِ خزاں سے اتنا	عزتِ نفس بڑی چیز ہے برباد نہ کر وہ مجھے کھول گیا تو بھی اُسے یاد نہ کر آشیانے کے لئے منتِ صیاد نہ کر یوں تو صیاد گرفتار کو آزاد نہ کر اُسے جفا کو شش جفا کر مگر ایجا نہ کر دولتِ حسنِ خداداد کو برباد نہ کر
آپ بے خوف ہیں بولتے ہیں جب بندہ نواز پھر یہ کیوں کہتے ہیں شاعِل کہ فریاد نہ کر	۱۶۶
(۵۱)	
دُنيا و دیں سے دور سوا ہے خطا سے دور	اُس کے قریب ہو کے ہوئے ماسوا سے دور

وہ ہی عطا سے دور نہ میں ہوں خطا سے دور دنیا میں میکہ کے سوا اور کیا ہے شیخ کیجے نہ منکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بالکل بجا کہ شیخ کو دنیا سے واسطہ دنیا کا کوئی ظلم زمانے کا کوئی صبر جس کو شرابِ عشق کا اک جام مل گیا دنیا کی ان کو فکر نہ روزِ جزا کا غم	دستِ کریم رہ نہیں سکتا گدا سے دور رحمت سے جو قریب ہو تو خدا سے دور اس کا مریضِ عشق نہیں ہے شفا سے دور یہ اور بات ہی کہ نہیں ہے دیا سے دور اُس کی جفا سے دور نہ میری وفا سے دور وہ ہو گیا جہان کے کذب دریا سے دور جو لوگ ایک دم نہیں اُس کی رضا سے دور
---	---

شامل شرابِ خانہ میں جس کی کٹی ہو عمر
ممكن نہیں کہ وہ رہے صدقِ صفا سے دور

(۵۲)

خستہ حال اور غم کے ماروں کو نہ چھڑ پھونک ڈالیں گے تری سب کائنات کیا خبر کس کس کا ہی کیا کیا مقام پائے نازک میں نہ چھب جائیں کہیں	اے فلک ہم خاکساروں کو نہ چھڑ آہ سوناں کے شراروں کو نہ چھڑ مختسبِ توبادہ خباہتوں کو نہ چھڑ اے نسیم صبح خاروں کو نہ چھڑ
---	--

اُس کی رحمت کا غضب کو ہے یہ حکم مثلاً شامل شراروں کو نہ چھڑ	۲۹/۶۸
--	-------

(۵۳)

سمجھ میں آئیں تو کیا حسنِ عشق کے انداز حرم میں دیر میں یکساں ہی تیرا سوز و گناہ درائے دیر ہونا توں ہو کہ بانگِ نماز کوئی نفس نہ رہا یاد سے تری خالی	سیرِ نیا ہو اور رنگِ آستانہ نماز عجب ہی مذہب و دیں تیرا شیخِ بزمِ نواز تری طلب میں ہی سارا زمانہ ہم آواز ہزار وقت کی گنج پر ہوئی ہے فرضِ نماز
--	--

<p>اسی الم میں سید پوش ہی حرم اب تک تمہیں نیاز کی پروا نہیں تو جانے دو شراب عشق ہی نشہ جنوں ہی۔ دل شیشہ گر لائے میکہ کل تک تھے آج داغظ ہو تمہارا دونوں جہاں کے دلوں پہ قبضہ ہے کتاب عقل و خرد پہلے ختم ہوتی ہے ادھر ہو شمع اُدھر عشق کیا کرے محمود ہماری حوصلہ مندی کو کوئی کیا جانے اسی طرح دل عشاق دست یار میں ہے تو آگے دیکھ ذرا رنگ میری محفل کا</p>	<p>کہ بن سکا نہ جلو حنائی رسولِ حجاز نہ نہیں بھی ناز سے مطلب نہیں ہی بندہ نواز مگر شراب سے زائد ہی نشہ شیشہ گداز مری نگاہ میں حضرت کا ہے بڑا اعزاز یہ دلبری ہے یہ تسخیر ہے یہ ہے اعجاز جنوں کے باب کا ہوتا ہی بعد میں آغاز ہی سخت معرکہ درمیش قطع زلف ایاز لگیا کے پہنچے حقیقت میں نردبانِ مجاز کہ جیسے ساز ہی مہنون دست ساز نواز نفس نے چھڑ رکھا ہی ترے خیال کا سار</p>
--	--

<p>درفس جو کھلا بھی تو کب کھلا شاغل جواب دے چکی بلبل کی طاقت پرواز</p>	<p>۲۵/۱۰</p>
--	--------------

(۵۴)

<p>کوثر کے آس پاس جنت کے آس پاس واغظ گو لطفِ قید کی کیا خاک ہو خبر ہم سے جنوں نواز کہاں ہیں جہان میں یہ کیا کیا کہ دشتِ نوردی شعار کی کیا خاک سیرِ باغ کو رضواں تے چلوں مرنا مجھے قبول ہے اس شرط پر ابھی خونِ شہیدِ ناز کی نیرنگیاں نہ پچھ پیرزے اُٹے تو فردِ عمل کے کہاں گرے</p>	<p>میخانہ چاہیے درِ رحمت کے آس پاس آیا کبھی نہ دامِ محبت کے آس پاس صحرا تلاش کرتے ہیں جنت کے آس پاس رہنا تھا قیس لیلیٰ ہمت کے آس پاس ہو کوئی میکہ تری جنت کے آس پاس کوثرِ اول پڑے مری تربت کے آس پاس پہنچا ہوا ہی رنگِ شہادت کے آس پاس رحمت کے آس پاس شفاعت کے آس پاس</p>
---	---

یہ تو جناب شیخ کے ارکان میں نہیں فردِ عمل کی مہری حقیقت ہی اس قدر چسکا پڑا ہوا ہے کہ زندانِ بادہ کش رحمت نہیں ہی خانہٴ واعظیہ بے سبب	آئے ریائے ان کی عبادتِ اس پاس رحمت کا حاشیہ ہی عبارتِ اس پاس منڈلا رہے ہیں بادہ رحمت کے اس پاس رہتا ہی بادہ کش کوئی حضرت اس پاس
شاغل میں اور شیخ میں آئنا ہی فرق ہے وہ مغفرت سے دور یہ رحمت کے اس پاس	۱۷۶

(۵۵)

ملا ہی چرخ سے آگے مکانِ بادہ فروش الگ ہی دونوں جہاں جہاں بادہ فروش مرے بیاں میں ہی لطفِ بیانِ بادہ فروش جناب پیرمغاں سے نہ سیکھ لے جب تک کسی سے پوچھ تو لو اس پہ خلد لکھا ہے پے فرارِ مقدر سے مل گئی کیسی ! چمن ہی دستِ خنائی تو انگلیاں شاخیں مرے مکان کا سیدھا پتہ ہے بادہ کش نہ خوفِ برق نہ صیاد و باغباں کا خطر صدائے قفلِ مینا یہ جمع ہیں میکش	اور اس سے اور بھی آگے دوکانِ بادہ فروش نئی زمیں ہے نیا آسمانِ بادہ فروش مری زباں سے سُزداستانِ بادہ فروش سمجھ میں آ نہیں سکتی زبانِ بادہ فروش یہی مکان تو نہیں ہے مکانِ بادہ فروش وہی زمیں کہ ہاں تھا مکانِ بادہ فروش خطوطِ تنکے قلعہ اس شیانِ بادہ فروش ادھر ادھر ہی مکانِ دوکانِ بادہ فروش کہ اس شیان ہی مراستانِ بادہ فروش دوکانہ دور ہے اور یہ اذانِ بادہ فروش
--	---

سوائے حضرت پیرمغاں و شاغل کے جہاں میں کوئی نہیں رازدانِ بادہ فروش	۹۵۶
--	-----

(۵۶)

اسی کے سبب ہیں عبادت گزار و مہبانوش سمجھ سے کام لے ای و اعظا دستِ کوش	
--	--

رہے گی عقل و خرد گھو کے چشم بادہ فروش	رکھے گی خانماں برباد زلف خانہ بدوش
تزیں ردائے کرم بن گئی معاصی پوش	دعا کے وقت سحر کام کر گئی اپنا
ادھر تو دست جنوں و ادھر ہی دہن ہوش	خدا ہی جانے کہ کیا ہو مال عاشق کا

تمام عمر کی خدمت کا ہے صلہ شاغل	
کلاؤ پیرمناں و قبائے بادہ فروش	$1 \frac{5}{71}$

(۵۷)

رکھتے ہیں اپنے سر پہ گناہوں کا بار خاص	اپنے لئے ہے رحمت پروردگار خاص
گلشن میں اب کے آئی ہو فصل بہار خاص	کھل جائے اپنے دل کی کلی بھی تو کیا عجب
دل میں بکھرا ہوا ہے تمہارے غبار خاص	نامہ لکھا ہے مجھ کو جو خطِ عبا میں
میخانے میں بنا ئیے اس کا فرار خاص	تو بمری بہار کے ہاتھوں ہوئی شہید

دینی عداوتوں سے نہیں اپنا واسطہ	
شاغل ہو اس خصوص میں اپنا شعار خاص	$1 \frac{2}{48}$

(۵۸)

سمجھ کے خیر لانے میں ہیں بہت قیاض	خدا کے حکم سے کرتے ہیں رند کب امراض
بس اتنی بات تھی جس پر پہلے آج تک ناراض	انہیں حسین کہا حسن آفریں نہ کہا
جناب پیر خرابا بات ہیں بڑے نہاض	بتا دیا کہ ہو واعظ کو وعظ کا آزار
یہ وقت پھر نہیں آنے کا کرنے شیخ انعام	شراب و ناب ہو سبزہ ہو اور شب و تناب

وہی تو حضرت شاغل ہیں پیر معینانہ	
جو خانقاہ نشینوں میں ہیں بہت قریاض	$4 \frac{4}{46}$

(۵۹)

غم کو دل سے ہو دل کو غم سے ربط	
جس طرح ہے وفا کو ہم سے ربط	

<p>اس کو حاصل ہو جام جم سے ربط ہے کرم کا ہمارے دم سے ربط آپ کا کچھ نہیں ستم سے ربط</p>	<p>قابلِ قدر کیوں نہ ہو ساغر بھول سکتے نہیں کبھی، اُن کے یوں ہی، مشہور ہو گیا ورنہ</p>
<p>۷۸</p>	<p>فکرِ عقبنی کھی کیجئے شاغل گو گستاہوں کو ہے کرم سے ربط</p>
(۶۰)	
<p>سارے بندوں کا ہے خدا حافظ اُس کے عارض کا بن گیا حافظ دلِ ناداں کا اب خدا حافظ میرا خالق رہا خدا حافظ</p>	<p>رند و صوفی ہو کوئی یا حافظ خالی مشکیں کی دیکھئے قسمت پھنس گیا ہی جہاں کے پھندے میں ایک بھی چل سکی نہ اعدا کی</p>
<p>۱۶۲</p>	<p>آپ کا حسنِ ظن ہے اہلِ نظر ورنہ شاغل کجا۔ کجا حافظ</p>
(۶۱)	
<p>جلوہ فرما آپ ہوں جس جاوہاں بیکار شمع بے سبب رکھتی نہیں ہر رشتہ زنا ر شمع یوں کھڑی ہے ایک باؤں پر پے دیدار شمع آزائش ہو چکی ہے تیری لاکھوں بار شمع</p>	<p>آپ کے جیسے کوئی رکھتی نہیں انوار شمع کافرِ عشق و محبت کو مسلمانی سے کام التماس عاجزانہ اپنی حالت سے کرے رہے انور کے مقابل ہو نہیں سکتی کبھی</p>
<p>۹۲</p>	<p>ظلمتیں کھوتی رہی اور رات بھر روتی رہی خفی شب ہجراں میں شاغل ایک ہی بخوار شمع</p>
(۶۲)	
<p>ہیرتا ہاں بن گیا ہے دل کا داغ</p>	<p>خود بخود سینہ میں روشن ہو چڑاغ</p>

بے سبب کب دامن گل چاک ہے عشق کی دنیا میں رکھتے ہی قدم کو چہ جاناں میں رہتے دو ہمیں	کچھ نہ کچھ چلتا ہے وحشت کا سراغ دونوں عالم سے ہوا حاصل فراغ یہی اپنے لئے جنت کا باغ
--	---

بادہ عرفاں سے شاغل بن گیا دل کا ساغر نورایاں کا ایاغ	۶ ۶۸
---	------

(۶۳)

میکدے والے غضب کے ہیں ظریف حرف بیجا نہ سے نکلا ہی نہیں چہرہ گل پر نہ آئے کیوں عرق نر سب آذر سے ہم کو واسطہ	کہتے ہیں زاہد کو بے شے لطیف ہو نہیں سکتا کوئی میرا حریف آپ کے آگے ہوا آکر خفیہ ہے ہمارا دین تو دین حنیف
---	--

نام شاغل بھول جاتے ہیں سدا جب بلو فرائیں گے اسم شریف	۲ ۶۸
---	------

(۶۴)

بادہ خواروں کی ہے بیاہو حق دل میں بت ہیں زبان پر حق حق بُت نہ ہوتے اگر زمانے میں روئے دلدار دیکھنے والو	بڑھ گئی میکدے کی اب رونق ایسے دنیا میں ہیں بہت احمق کیسے ہوتی جہان کی رونق ذکر جلوہ سے ہو گیا منہ فق!
نورایاں ہر ذل کے پردوں میں غیرت حسن یا رہے ہر صبح اک جہلک پیرہن کی قوس قزح قاشق بلور پنجہ درجاں	یا ہے مدفون خاک میں ابرق عارض گل پہ کیوں نہ آئے عرق اُس کی ساعد کا عکس رنگ شفق دست رنگیں و ساعد و مرق

جا کے گلزار میں کیا ازبر ایک جام شراب سے ظاہر رخِ لالہ پہ قطرہ شبِ نیم چل کے بیدھاتو بن گیا فریں خدمتِ خلق کے لئے لیڈر ایک جلوے سے اُس کے ہیں دشمن بمترسی عشق کی ہوئی ثابت حسن کی اک جہلک کے معنی سے	مجھ سے بھل گئی جو پڑہ کے سبق فلکِ حسن پر ہے رنگِ شفق آگ پر برقرار ہے زمین کجروی کو رہا ہے اب بیدق آگئے ہیں پہنکے "الحائق" آسمان وزمین کے سارے طبق اُس نے عاشق کو جب کہا عاشق پُر ہیں رخصت و سما کے دونوں ورق
---	---

شاعری	شاعری	شاعری
مختب کا خطر نہیں مطلق	مختب کا خطر نہیں مطلق	مختب کا خطر نہیں مطلق

(۶۵)

جاوے ترے محدود نہیں جسِ بشر تک ادنیٰ سی جہلک سے نہ رہی اپنی خبر تک پھر کوئی نہ پوچھے کچھ چار پہر تک یہ رنگِ زمانہ ہو کہ اب خشک پڑا ہے پروانہ جلا شمع نہ کیوں اس پہستی ہو اے اہلِ نظر حسن کے جب پھول کھلیں گے جتنی سی تقدیر میں ہے مل جائیگی واعظ وہ زریبِ دو بزمِ سخن کہتے ہیں خود کو ہم پر تو مسلط ہے شبِ غم کی سیاہی اب فکرِ نشیمن نہ کہیں بلب و قمری	معمور ہے انوار سے خود ذوقِ نظر تک ہاں دیدہ بیتابی دل اور ادھر تک محفل میں تری قدر ہو اے شمعِ سخن تک سرِ چشمہِ اخلاص ہی کیا دیدہ تر تک جب عشق کا رشتہ ہو بند پاپوں سے تر تک کو تاہ نظر آئے گا دامنِ نظم تک میخانے میں کم بخت ادھر تک ادھر تک الفاظ کی صحت کی نہیں جن کو خبر تک تاریک نظر آئے نہ کیوں نورِ سخن تک ممنوعِ گلستاں میں ہو دونوں کا گذر تک
--	---

شہرت جو سنی ہو ترے الطاف کرم کی	بیتاب زیارت ہے مراد امن تر تک
باران طریقت سے جدائی کا اثر ہے	اب بیٹھ سر راہ گزر راہ گزر تک

اک طرح سحر کی ہو تو اک شام کی شامل	پڑھتے رہو اب شام سے اشعار سحر تا سحر
------------------------------------	--------------------------------------

(۶۶)

<p>رہ گئے سائے سب کو کشادہ خیام تک مفتیوں میں ہیں جو شامل بندہ منام تک پاک باطن صاف طینت ہے ریا ہیں سب کے سب وہ ادب دان محبت ہوں کہونگا راز کیا قصہ دار و رسن کو اب جہاں سے واسطہ آہ کا کیونکر گزر ہو اس کی بزم ناز میں ہمت مرداں کا بیشک نام ہو آبِ حیات دیکھ کر اس کا کرم آتی نہیں لب پر دعا وہ مبارک ہے قلندر عرصہٴ گفت و گو کا ذکر ہوا گلے زبانی کی کتابوں میں تو ہو</p>	<p>سلسلہ پہنچا ہے شغل اپنا پیر جام تک ہاشقوں پر لگ رہے ہیں کفر کے الزام تک میکشان بادہ صافی سے دردِ آشام تک لب پہ آسکتا نہیں اس کا ادب سے نام تک اب تو کوئی عشق میں ہوتا نہیں بدنام تک بجلیاں ہی بجلیاں ہیں آتاں سے بام تک کار نامہ کیا۔ سکند کا ہو زندہ نام تک حد تو ہو بھول جانا ہوں خدا کا نام تک تابع فرماں ہو جس کے گردشِ ایام تک اب تو الفت کا نہیں ملتا لذت میں نام تک</p>
--	---

۱۔ جنوری سنہ ۱۰۰۰ میں بمقام جے پور پے در پے مشاعرے ہوئے جن میں سے ایک کی طرح تھی۔
کس کس کو پہلا روئے گی تو شمع سحر تک۔ اور دوسرے کی۔ منتظر بیٹھے رہے ہم زمی کی شام
تک۔ یہ اشارہ اسی جانب ہے۔ ۱۲۔

۲۔ مبارک الدین حضرت بوعلی شاہ قلندر کے خادم۔ جن کے سبب سے۔

”تہرہ دولش بجان دولش“ کا اظہار ہوا۔ ۱۲۔

و اسطے میری شفا کے زگرے بار بار مہم تک خیر ہوئے لگا اب آپ کو الہام تک ہو تو ہو دشمن بلا سے گردشیں ایام تک سینکڑوں ہیں منزلیں آغاز سے انجام تک	وہ مریض چشم ہوں لکھتے ہیں ننھے طبیب میں نے کب کی مرگ دشمن کی دعا وقت سحر حضرت پیر مفاں کا ہے وسیلہ غم نہیں کوہ و صحرا کر بیا و دار۔ راہ عشق میں
--	--

میں وہ شاعری ہوں کہ ہیں اہل صفا میر مرید صوفیان بے ریا سے زندے آ شام تک	میں نے جو بچہ بوجھ میں نے جو بچہ بوجھ
--	--

(۶۷)

جلووں کی ترے لئے کوئی تاب کہاں تک ملنے کو تو مل جائیں ابھی دنوں جہاں تک ہم خاک نشینوں کی رسانی ہو وہاں تک پہنچا دیا ساقی نے در پیر مفاں تک کعبہ میں کلیسا میں اُسے ڈھونڈ کے آخر الفت بھی ہو کیا چیز شکایت کی کوئی بات ہونے کو سحر آئی ہو خاموش ہوا و شمع زاہد کے لئے قصر بھی حوریں بھی جہاں بھی وعدہ تو وفا ہو کہ نہ ہو یہ ہے شکایت کیا کیا نہ ہنسی ابرو و مژگانی اڑائی نور سحر و رنگ سحر پر نہیں موقوف جادو ہوا دلوں میں لگا ہوں میں کرشمے	ہر شے میں نمایاں ہیں نظر جائے جہاں تک کم بخت دعا آ بھی چکے دل سے زبان تک پہنچے نہ فرشتوں کا جہاں وہم و گمان تک اور پیر خرابات نے کیا جانے کہاں تک حد یہ ہو کہ آہو پچے ہیں اب کوئے تباں تک اکھی بھی اگر دل سے تو آئی نہ زبان تک تو سوزش پروانہ پر روئے گی کہاں تک لیکن نہیں زندوں کیلئے ایک دکان تک لب سے کبھی نکلی نہیں تسکین کو ہاں تک پہنچی جو کبھی بات ذرا تیغ و سناں تک دشمن ہو شب و نسل میں آواز اذان تک ایسوں سے بچائے کوئی ایمان کہاں تک
--	--

۹/۵/۸

ساقی کا کرم دیکھ کہ اک آن میں شاعری
پہنچا ہی دیا بارگہ پیر مفاں تک

کہاں ہو قالبہ انگور میں شراب کی آگ بجہ وہ اسنگر ناریہیم سے بڑھ کر کلم کیوں ہوئے بیہوش اور جلا کیوں طور نکل کے باغ سے نی راہ خانہ خسار بھڑک کے پھونک دیا اُس نے خرمن بستی علاج زخم جگر چارہ گرنے خوب کیا وہ آتشیں ہر صدائے گدائے میخانہ اثر تو دیکھ یہ اے شیخ ایک جو عہ نے	جو تڑپ تو ہو دلِ مخور میں شراب کی آگ جو ڈال دوں دلِ کافر میں شراب کی آگ شرر نشاں جو نہ تھی نور میں شراب کی آگ لگی جو سینہ انگور میں شراب کی آگ دبی تھی جو دلِ انگور میں شراب کی آگ ملا کے مرہم کافر میں شراب کی آگ لگائے دامن مغرور میں شراب کی آگ لگائی کرو فیروز میں شراب کی آگ
--	--

بجھائی چشمہ نسیم و حوض کوثر سے
لگی جو مشاغلِ مغرور میں شراب کی آگ

۶۸

کبت تک کرے گی گلشنِ ارباب کی دیکھ بھال ایماں کی دیکھ بھال نہ قرائ کی دیکھ بھال کیوں خال ہے حفاظتِ عارض کا مدعی میرے نہ کر سپردِ جہانِ خراب کو اتنا ہے کیوں خیالِ عدو بزمِ ناز میں وہ مدعیِ خلد بنے ہیں خدا کی شان راغوں نے دل کو دید کے قابل بنا دیا نہے کرم سے حرفِ غلط تک مل سکا وہ مسدستِ عشق ہوں مجھے دیوانہ جان کر	کر عندلیبِ عمر گریزاں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اب تو شیخ مسلمان کی دیکھ بھال کافر نہ کر سکے گا مسلمان کی دیکھ بھال جمہ سے نہ ہو گی خانہ ویراں کی دیکھ بھال اچھی نہیں ہو آپ کے درباں کی دیکھ بھال جو کر سکے نہ گلشنِ ایماں کی دیکھ بھال اب وہ ہیں در سر و چراغاں کی دیکھ بھال کیا کیا ہوئی نہ دفترِ عصیاں کی دیکھ بھال کرنا ہی خود جنوں مے داماں کی دیکھ بھال
---	---

گیوں لوں قدم ہنوں کے نہ فصل بہا میں اے بے نیاز عشق کو بے آبرو نہ کہ جنت کے باغبان کی تقدیر کھل گئی	ہے فرض یزبان پہ بہاں کی دیکھ بھال بازارِ مسرور میں کشتاں کی دیکھ بھال کرتا ہر روز کو یہ جہان کی دیکھ بھال
--	---

شاعِل ہے اور میسکہ عشقِ مستطفا جب سے سہرہ ہے سے عرفاں کی دیکھ بھال	سچہ
---	-----

(۷۰)

غایت و فور پر ہے نشاطِ ہوائے دل کب حسنِ طور پر ہے نشاطِ ہوائے دل عیش و سرور پر ہے نشاطِ ہوائے دل روزِ نشور ہو تو اُٹھیں بہرِ دیدار پہنچا کہاں ہے طائرِ لاہوت دیکھنا اُس کے غمِ فراق میں جو لوگ مر گئے افطار پر ہے فرحتِ صائم کا انحصار معلوم ہے حقیقت پیرانِ پار سا	پھر بھی فہر پر ہے نشاطِ ہوائے دل تیرے ظہور پر ہے نشاطِ ہوائے دل خرد وں دجور پر ہے نشاطِ ہوائے دل آوازِ صومر پر ہے نشاطِ ہوائے دل اُس کا ضرور پر ہے نشاطِ ہوائے دل اُن کی قبور پر ہے نشاطِ ہوائے دل لیکن سحر پر ہے نشاطِ ہوائے دل نفت و نذر پر ہے نشاطِ ہوائے دل
--	--

شاعِل بھری ہو دل میں محوِ شگوارِ عشق اس جامِ نور پر ہے نشاطِ ہوائے دل	سچہ
--	-----

(۷۱)

وہ بیکلی کے درد کا طوفاں ہے آج کل شیرازہ بہار پریشاں ہے آج کل بالکل غلط کہ اک وہی وعدہ خلافت ہے آتا ہے روزِ وقتِ تہجدِ ناز کو	کل تک جو آدمی تھا وہ حیوانِ آج کل جس کل کو دیکھو رختِ بداناں آج کل بدعہدیوں کا خلق میں طوفاں آج کل واعظا کا مہکتا ہے آج کل
--	---

دست جنوں کو راحت کئی نصیب ہے	دامن ہو آجکل نہ گریباں ہو آج کل
اب آشیاں کی فکر غیبت ہو کہ غنڈ لیب	ایک ایک شاخ گل پہ نگہیاں ہو آج کل
کس کس کو دیکھے کس کو ندیکھے کہ جس	ایماں کا دل کا جان کا خواہاں ہو آج کل
ہر ہر قدم پر زبیت کی لاکھوں ہتی قیتیں	آساں ہو تو موت ہی آساں ہو آج کل

اللہ تیری شان کہ شاعری سا بادہ کش	صوفی دقت و صاحب عرفاں ہو آج کل
-----------------------------------	--------------------------------

(۷۲)

در صنعت ہملہ

عالم آرا ہو وہ اگر ہمد	ہر عالم کا اور ہو عالم
اس کا حاصل ہو اکمال کرم	درد دل کا ہو امرا ہمد
حاصل عمر آہ و درد و الم	گور آرام گاہ ملک عدم
دہر ہمدرد ہو اکمال محال	دل لگا اور عدد ہو عالم
کاسہ درد درد ہم کو ملا	اور عدد کو سرور کا سرگم
لالہ و نعل عکس رو اس کا	دام کا کل کا راہ ملک عدم
ہم گم ہو او حرم و ہوس	وہ سہ اسر عطا و داد کرم
وہ دل آرام اور سرور روح	اُس کا ہر کام کام اہل کرم
نیلک ملک علم ہو عالم	ہو اس سس عمل اگر محکم
ہر گد اگو در کرم در کار	ہر کرم کو کمال اہل کرم

ہم کو احساس ہو اگر عالم	کار اردو ہو سہل اور محکم
-------------------------	--------------------------

سہ بہ مجبوری صنعت تخلص تبدیل کیا گیا۔

<p>لینے لگے جو کام قدم کا جیسے سے ہم پھر کیوں نہ ساز باز رکھیں آیتیں سے ہم سمجھے کہ بس گذر گئے عرش بریں سے ہم کہتے ہیں روزِ شتر اٹھیں گے یہیں سے ہم احوالِ دل کا پڑھتے ہیں لوحِ جبین سے ہم اور اُس پہنا زہیہ کی کہ ہیں اہلِ جہنم سے ہم</p>	<p>شاہِ درہِ حجاز سے گذرے یہیں سے ہم گریہ جو رازِ عشق کو کھولے تو یہ چھپائے پایا جہاں عروجِ ذرا سا جہان میں فتنوں کو خوب عشق ہی کو چے سے یار کے ہم سے نہ چھپ سیکر گاترے رازِ دالِ حال کافر تو دماغوں نے جہاں کو بنا دیا</p>
---	--

پیدا کہاں ہیں حضرت شاعر سے بادہ کش
 لاتے ہیں اُن کے واسطے ظہیریں سے ہم

۱۶/۱۲

<p>وہ اگلا سا ہمدِ زمانہ کہاں جو نکلوں قفس سے ٹھکانہ کہاں نیا نا خدا ہے پُرانا جہاز ہزاروں ہیں ارمان لاکھوں امید دل و کعبہ و دیہ سب ہیں مکاں حرم ہی نہیں جس کو کہتے ہیں دل بنادے جو کندنِ مسِ خام کو ترنم پہ ہے داد کا انحصار</p>	<p>چن ہی نہیں آشیانہ کہاں یہاں کے سوا آ رہے دانہ کہاں ڈبوتا ہے دیکھیں زمانہ کہاں خدائی ہیں دلِ ساخزا نہ کہاں ملے گا خداوندِ حسنا نہ کہاں ادا کیجئے جا کر دو گانہ کہاں وہ رنگِ بے سربدانہ کہاں سخنِ سنجیِ ناقدا نہ کہاں</p>
<p>حسینوں کے کوچہ ہی شاعر نہیں رہ و رسم اب عاشقانہ کہاں</p>	<p>۱۶/۱۲</p>

(۷۵)

میں چلوں کس تک بنا کر اپنے سر کی اٹیریاں ایٹریوں سے روکتا ہوں خون زخم دل مرا کاسے سر میں ہوں کیوں اُن کے نخوت کی شراب خود گیا ہوں میں جو اس نامہ لٹانے کے لئے خاک ساری کی بدولت یہ ہو رہا خاک کا ہاتھ اٹھاتا ہوں تو کہتی ہو دنیا کچھ رحم کر کوئی لا سکتا نہیں تاب نخلی اے کلیم قتل کر کے بھی کرے جو ایٹریوں سے پائمال	کاش راو عشق میں باتیں خضر کی اٹیریاں یا الہی تیرا گھر اور چارہ گر کی اٹیریاں کفش میں جن کے لگیں نقلی گوہر کی اٹیریاں گھس گئیں جب پھرتے پھرتے نامہ بر کی اٹیریاں جا لگیں عرشِ معلیٰ سے بشر کی اٹیریاں گھس گئیں جس آئے آئے اب شر کی اٹیریاں جم سکیں کیونکر کسی شوریدہ سر کی اٹیریاں پھر خنائی کیوں نہیں اس فتنہ گر کی اٹیریاں
--	--

۵/۵

لامرکاں سے بھی پرے شاعِلِ مرکاں یار ہے
چور ہو جائیں نہ کیوں تارِ نظر کی اٹیریاں

(۷۶)

یہ عشق کا گناہ کئے جا رہا ہوں کون جلووں کو بے پناہ کئے جا رہا ہوں کون دنیا کو یوں تباہ کئے جا رہا ہوں کون بر بادِ خافتاہ کئے جا رہا ہوں کون تیرے لئے گناہ کئے جا رہا ہوں کون جلووں کو سزاہ کئے جا رہا ہوں کون	رہ رہ کے آہ آہ کئے جا رہا ہوں کون محشر کو بزمِ گاہ کئے جا رہا ہوں کون ہیں بے نیازیاں کبھی دشمنِ نوازیں تصویرِ حورِ دل میں لگا کر جنابِ شیخ تو ہی بتا کہ میرے سوا شانِ مغفرت آنے سے روکتے نہیں کس طرح ان لوں
--	--

۵/۵

تو بھی نہیں عرو بھی نہیں تیرے بھی نہیں
شاعِلِ کو پھر تباہ کئے جا رہا ہوں کون

زماٹے کی ادا نہیں دیکھتا ہوں ہزاروں دل میں ہیں ارمانِ حسرت چلے دیکھیں کہ طرشتِ شیرابِ رو نہ کیوں ہوں غرقِ دریائے ندامت	وفاؤں پر جھٹائیں دیکھتا ہوں کہاں تک خوں بہائیں دیکھتا ہوں لگا ہیں دایں بائیں دیکھتا ہوں خطاؤں پر عطا ئیں دیکھتا ہوں
معاذ اللہ خیالِ زلفِ شاعِل! بلاؤں پر بلائیں دیکھتا ہوں	سمجھو

آہیں اتر کر ہیں نہ دعائیں اتر کر ہیں کیوں تختِ دل سے دعوتِ ترکانِ ترک کر ہیں دل میں اتر کر ہیں نہ جگر میں اتر کر ہیں حکمِ سزائے دارِ موزندوں کے اسطے کیا پوچھتے ہو حالِ اسیرانِ بے زباں پاسِ درو کے ساتھ میں غفلتِ شعرا یا وارفتگانِ عشق کو سب کچھ ہیفتیا کب تک رکھیں تصورِ خسا و زلفِ یا کعبہ تو کیا ہی عرشِ بریں سے نہ کم رہے جب ہونہ اُن کو اپنے ہی جلووں پہنچنا ہم نے تو کوئی خدمتِ پیرِ غاش کی کچھ دن تو ہو سکونِ جہانِ خراب کو شیخِ حرم سنے نہ سنے پیرِ خالفتاہ	یارِ جہانِ عشق میں کیوں نہ بسر کر ہیں اہلِ ہنس کی قدر جو اہلِ ہنر کر ہیں اُس کی حریمِ ناز میں نالے گزر کر ہیں کیفیتیں شراب کی ظاہر اگر کر ہیں برہم ہوں ہم صغیر بھی نالہ اگر کر ہیں نالے اگر کر ہیں تو کہاں تک اتر کر ہیں چاہیں تو کائنات کو زیر و زبر کر ہیں کب تک امیدِ وصل میں شامِ دھڑ کر ہیں وہ اک نگاہِ خانہ دل پر اگر کر ہیں پھر کیوں ترکا بیتِ دلِ شوریدہ سر کر ہیں کس منہ سے سوئے ساقی کو تر نظر کر ہیں ملکِ عدم کو شیخ و برہمن سفر کر ہیں پھر کس سے شکوہ بتِ بیدار اگر کر ہیں
---	--

پھر اٹینا ز کعبہ و بتخانہ کیا رہے	جب تو ہی تو ہوساٹھے سجدہ ہر کریں
رستے ہیں کوئے یار کے شغل ہزار ہا	جی نہیں چاہتا ہوں
چاہیں جدھر سے اہل محبت سفر کریں	بے غرضتہ بیخیز

(۷۹)

جگر میں درد دل میں سوز آنکھیں چل چکیں کریں	وہ کیا صدمت ہی جس سے ہم کسی کو ہر باں کریں
عقیدت کیشیاں میری اگر گل چینیاں کریں	تو باغ حسن کو اپنا ریاض بے خزاں کریں
دل گبر و مسماں ہو کہ قلب بے پرستاں ہو	توے جلوے جہاں چاہیں ہیں اپنا مکاں کریں
فلک کو چاک کر ڈالیں میں کو خاک کر ڈالیں	بتوں اسکو نہیں کہتے کہ دامن دھجیاں کریں
تمہاری ہی ادا میں ہیں تمہارے ہی کرتے ہیں	پریشاں ورنہ کریں اور ہم کو آسماں کریں
کیس یہ بھی نہ گملا جائیں سمجھا دو عناد دل کو	تخیل کے گل وریجاں تو زیب آیشاں کریں
اثر اپنا دکھائیں گے نہیں بھی کھینچ لائیں گے	ذرا مان لے تمہاری زلف سرگوشیاں کریں
نیاز عشق و ناز حسن کا عالم یہ کہتا ہے	کہ ہم دونوں جہاں سے ہی جدا اپنا مکاں کریں
طریقہ خانہ بربادوں کا دنیا سے نرالا ہے	یہی ہی جرم میں داخل خیال آیشاں کریں

وہ شغل کیوں پڑیکا کا فروغ کی جھلک دے	جی نہیں چاہتا ہوں
مگر جس کو حسن یار کی نیرنگیاں کریں	بے غرضتہ بیخیز

(۸۰)

دل جس کا گرفتار ہوا زلف دو تائیں	بیشک وہ پھنسا پنچہ فولادِ بلا میں
بیٹھے ہیں تصور میں تری زلف و تا کے	ہم خود ہی گرفتار ہوئے دامِ بلا میں
خاک و ردِ لدار - دعاؤں کو بنالوں	سنتا ہوں کہ ہوتا ہی اثر خاکِ شفا میں
شاید نہ رہے یاد تمہیں وعدہ فردا	اک اور دکھی لکھی گرہ بنو قبسا میں

تم اختیار ہیں ہونہ دل اختیار میں اللہ بے بسی یہ شب انتظار میں ارماں کہاں ہیں اب دل پر داریں اتنی تھیں سرتیں دل امیدواریں مرکہ بھی خاک چیں ہے کنج مزار میں سرمایہ شکایت دل بھی تو مٹ گیا روزِ فراق کاٹ کے کاٹے شبِ فراق کلیوں کے سامنے بند قبا چاک کر دے وہ جلوے بن کے غرض کا کل ہو گیاں آہٹ پہ کان در پہ نظر اور دل پہ ہاتھ	پھر کیا رہا ہے زندگی مستعار میں اگن کا خیال بھی تو نہیں اختیار میں سب کام آگئے شبِ غم انتظار میں جو ہو سکیں شمار نہ روزِ شمار میں جانا ہے اٹھ کے عرصہ روزِ شمار میں سب حذب ہو گیا نگہِ شرمسار میں اتنی کہاں سکت دل پر داریں ہیں شوخیاں غضب کی نسیم بہار میں جو چھپ سکے نہ پردہ لیل و نہار میں کیا کیا اٹھائے لطف شبِ انتظار میں
--	--

رندوں میں شور ہے کہ یہ شاغل نے کیا کیا
تو بہ شرابِ ناب سے فصل بہار میں

پہنچی حریم لم یزل و لایزال میں ڈوبوں نہ کس طرح عرقِ انفعال میں راحت میں انبساط میں غم میں ہلال میں رہتا نہیں بھان میں کوئی ایک حال پر دیکھو جو غور سے تو ہنر ایک بھی نہیں اس میں سوا ہی ایک الفانق مال کا دریادلی سے پیر معان کی نہیں نصیب	اک مشرتِ خاک اور یہ نعت کمال میں عصیاں بھرے ہوئے ہیں مے بال بال میں ہم خود ہر گھڑی ہیں کسی کے خیال میں خورشید و ماہ بھی ہیں کمال و زوال میں اور عیب بے شمار ہیں دستِ سوال میں وہ بات وصل میں نہیں جو ہر وصال میں جامِ شرابِ عیش ہو دستِ سوال میں
--	--

اللہ سے بکلی حسن و جمال یار	کیا بجلیاں سی کو نہ رہی ہیں خیال میں
”زاں پیشتر کہ عالم فانی شود خراب“	اک پس کر خیال ہو شاغل خیال میں

(۸۴)

یہ کیسا انقلاب آیا جہاں میں وفا ملتی نہیں دونوں جہاں میں محبت اٹھ گئی پیر و جواں سے نشاں ملتا نہیں انسانیت کا انہیں بھی پر دیکھے اے برقی بقیاب ہمیں بھولو تو اتنا یاد رکھنا ہمارے زہد و تقویٰ کی نہ پوچھو قفص ہی کو غنیمت جان بلبل	کراں ہو خواب چشم پاسبان میں جو ممکن ہو تو ڈھونڈو لامکاں میں محبت اب کہاں پیر و جواں میں بہت ڈھونڈا زمین و آسمان میں جو تنگ رہ گئے ہیں آشیان میں نشان سجدہ ہیں کچھ آستان میں ملے گامے فروشوں کی دوکان میں امامی دشوار ہو اسب آشیان میں
---	--

ملیں گے پھر تو کوثر پر ہی شاعِل ابھی ہیں کچھ دنوں ہندوستان میں	۵۶
---	----

(۸۵)

گردوں کی کائنات ہی میری نگاہ میں بتیا بیاں ہماری تو سب نار و اسہی آتا ہوں تیری بندم میں اس شرط پر جب معیت محراب رحمت ہو واعظو	اس کا توفیق صلہ ہے فقط ایک آہ میں ہیں شوخیماں بھری ہوئی کس کی نگاہ میں آنکھیں عدو کی فرش تری جلوہ گاہ میں تم کیوں گنہگار ہو منع گناہ میں
--	---

شاعِل اگر ہو جلوہ باناں تو دل میں ہے رنگ و شجر میں ہر نہ ہی غار شید مہماں میں	۵۷
--	----

<p>چمک میں برقی نہیں ضد میں آفتاب نہیں سب کو جام ہیں خالی اور اضطراب نہیں جہان عشق میں اس سے بڑا عذاب نہیں نقد ترستہ سفر و خلد کیوں سمجھ نہ سکوں غلط کہ شغل میں میخوار کم ہی صوفی سے خدا کو سو نپ ندوں کیوں صحیفہ ارباں رموز عشق سے واقف ہو کس طرح و غلط ترے کرم کا بہرہ ہے داؤد و محشر ہزار پردہ ارباں ہیں دل کے شیشے پر نشاط خانہ عالم میں عمر یوں گزری نیاز مند جو پہنچے تو کس طرح پہنچے</p>	<p>وہ آئینہ ترا جس میں خاک آپ نہیں تیری نظر تو ہے ساقی اگر شراب نہیں کہ لاکھ جلوے ہیں اور دیکھنے کی تاب نہیں جنا بشیخ میں مست مے ذاب نہیں یہ شغل جام مگر شغل آفتاب نہیں دعاے وقت سحر بھی تو کامیاب نہیں یہ وہ کتاب ہے جو داخل نصیب نہیں یہاں تو پرستش اعمال کا جواب نہیں نہیں نہیں تری تصویر بے نقاب نہیں کبھی شراب نہیں اور کبھی کیا ب نہیں "یم ناز میں نالہ بھی بار یا ب نہیں"</p>
---	--

<p>حرم کو جائیں تو کیا جائیں حضرت شاعری وہاں رہا ب نہیں شاہد و شراب نہیں</p>	<p>محبوبی بدواعت محبوبی بدواعت</p>
---	---

<p>کو نہ دل ہو کہ جس دل میں تری یاد نہیں فرصت نہ لہ نہیں ہمت فریاد نہیں سلسلہ ساقی کو ترستہ ہے لٹا اپنا درد اٹھ اٹھ کے یہ کہتا ہے کہ دریاں کیجے دیکھنا قسمت محروم تمناء دم نزع اسے رنج یا ترے ہو شرابا جلوں کا</p>	<p>اُف کہ دنیا میں تری یاد بھی آزاد نہیں پھر بھی کچھ شکوہ پابندی صیاد نہیں محتب بادہ کشتی آج کی ایجاد نہیں ضبط کہتا ہے گوارا مجھے ابراد نہیں اشک جاری ہیں اگر طاقت فریاد نہیں یہ اثر دیکھ کہ تو بھی تو مجھے یاد نہیں</p>
---	---

ہر شکایت پہ وہ کہتے ہیں نہیں یاد ہیں	یہ بھی اک طرزِ ستم ہے کہ ستم یاد نہیں
پھٹک چکا آتشِ ہجران سے جہانِ امید	تم بھی اب وجہ سکونِ دل ناشاد نہیں

یادہ نوشی کے طریقہ میں ہر شاعری کامل	میں بھی بد وقت
کون کہتا ہے کہ وہ صاحبِ ارشاد نہیں	میں بھی بد وقت

(۸۸)

لب پہ نالہ نہیں شکوہ نہیں فریاد نہیں	اُف بھی کرتا ہوں تو کہہ دیتا ہر صبا دہیں
کون کہتا ہے کہ میں حامیِ بیدار نہیں	تو نے سمجھا ہی مجھے اے ستم ایجا دہیں
لاکھ فتنے سہی اور سینکڑوں وفات سہی	پھر بھی دنیا وہ جگہ ہے کہ خدا یاد نہیں
تم تو سنتے ہو شکایت بھی گلہ بھی لیکن	یہ مصیبت ہے کہ میں خود فریاد نہیں
کچھ توجہ سے سنیں آپ تو روادِ ہزار	ورنہ بس یہ تو کہ رو دادِ ستم یاد نہیں
اشیاں سمجھے نفس کو تو رہائی دیدی	آہ مجھ سا بھی کوئی خانماں بر باد نہیں
جو رو آزادِ زمانہ کا کہاں تک شکوہ	پھونکے دل کو اگر خود گریہ یاد نہیں
حسنِ خیال پہ موقوف ہو تحسینِ کلام	ہر عیبت پھر بھی جو تاثیرِ حرا دہیں
یہ تمنا ہے کہ اب کوئی تمنا نہ رہے	اور کچھ آرزوئے خاطرِ ناشاد نہیں
چشمِ عبرت سے ذرا شیخ و برہمن دیکھیں	میکدہ کون ہے آج جو آباد نہیں

دیکھ یادِ بندی زندانِ زمانہ شاعری	سرو بھی گلشنِ ایجا دیں آزاد نہیں
	رضی

(۸۹)

اور کچھ اس کے سوا عشق کی رواداد نہیں	جی ٹھکانے نہیں اور بات کوئی یاد نہیں
نکلے جو نہیں شکوہ بیداد نہیں	وہ وفا کیش ہیں ہم خود فریاد نہیں
میں نے مانا کہ نہیں یاد ہی بیداد نہیں	کیا یہ بیداد نہیں ہے کہ وفا یاد نہیں

<p>لیکن اتنے ہیں کہ محروم باعداد نہیں خانہ زلف گرہ گیر بھی آباد نہیں کون طفل دبستاں ہے کہ استاد نہیں مرغ بے جیم کو اندیشہ صیرا د نہیں نام لینے کو بھی اب تو کوئی آزاد نہیں ایک دو ہوں تو کہوں کون جلا د نہیں میں نے کب آپ کی بیداد کی دی داد نہیں یار کا دل ہو کوئی پارہ فولاد نہیں حسن کی اہل نہیں عشق کی بنیاد نہیں</p>	<p>آپ بیٹھے تو ہیں لینے مرے شکووں کا حساب آہ برباد ہوا عالم الفت کیسا عبد حاضر نے بہت کی ہے ترقی سخن قفس دہر سے آزاد ہو اے طائرِ روح آپ آزاد ہمیں کہتے ہیں کیسے آزاد غمزہ و ناز و اداعشوہ و انداز و رنگ آپ نے داد و فادی کہ ندی جانے دو آپ سے کبھی یہ کبھی موسم نہ ہو گا داؤد زہر و تیشہ سے ملا شیریں و فراد کو درس</p>
---	---

<p>میں ہوں وہ بادہ کش مصوفی صافی شافل میرے ساغر میں کدورت نہیں اور کا دیشیں</p>

(۹۰)

<p>میکدہ رزم کہ کا فرد میں دار نہیں تیر غم دل میں ہیں تلواروں میں اگر خار نہیں ”ہم سخن فہم میں غالب کے طرفدار نہیں“ پھول بھی سخن گلستاں میں بلا خار نہیں نگہ ناز ہے آہن کوئی تلوار نہیں ہو جو تاثیر تو اک حرف بھی بیکار نہیں اب شبہ ہجر بھی آئے تو شب تار نہیں اُس کی رحمت کے سوا کوئی خریدار نہیں</p>	<p>جس کے دل میں ہو کدورت وہ قلع خوار نہیں منحصر دشت پہ کچھ لذت آزار نہیں حسن تاثیر ہو جن میں وہ اشعار نہیں کون ہو جس کو یہاں رحمت آزار نہیں سپر ضبط بچائے گی کہاں تار دل کو عرش سے آگے کے مضمون کی ضرورت کیا ہے خانہ دل میں ہو داغ غم ہجر اں روشن پتھر تو یہ ہو کہ دو عالم میں گنہگاروں کا</p>
--	--

لے مراد مولانا آزاد مرحوم ۱۲

حسن تو وہ ہو کہ روشن ہوں و عالم جس سے	حسن دوست تو کوئی حسن کا معیار نہیں
چمن ہر و محبت میں وہ آئی ہونہاں	پھول تو پھول ہیں کاٹا بھی نمودار نہیں
بخیہ دونوں جہاں سے تو ہیں میخوار مگر	اتنے ہشیار ہیں مست سے بندہ نہیں
رہرہ راہ محبت ہوں مجھے کیا غم ہے	کوئی خار بہا باں ہے جو غمخوار نہیں

مجھ سے خوش شیخ و برہمن رہیں متاغل کیونکہ
راست گفتار کہی ہوں اور ریاکار نہیں

(۹۱)

کیا کہا آپ نے پھر نہ کہواک بار نہیں	ہم وفادار نہیں! تم تو جفا کار نہیں؟
صاف باطن کو کہدورت سے سروکار نہیں	دل کے آئینہ کو کچھ حاجت نہ لگا نہیں
سینکڑوں راز ہیں اور محرم اسرار نہیں	جلوہ طور تو ہے طالب دیدار نہیں
ہم خطا کر کے بھی شرمندہ اقرار نہیں	وہ عطا کر کے بھی آمادہ اظہار نہیں
شان منصور جدا صورت فرعون جدا	ہر گنہگار سزاوار سزاوار نہیں
تیغ ابرو کی ہے اور خنجر انداز بھی ہے	پھر بھی ظالم کی شکایت ہی کہلوار نہیں
حسن تو مضر کے بازار میں دیکھا لیکن	عشق کو دار سزاوار ہے بازار نہیں
اُس کی رحمت نے خدا جانچ لیا اُن کا	کوئی باقی ہی جہنم میں گنہگار نہیں
قدم دید ذرا سوچ سمجھ کر رکھنا	کوچہ یار ہی پر حسن کا بازار نہیں
بندگی کا کوئی معیار نہیں اس کے سوا	اُس کو بندہ نہیں کہتے جو گنہگار نہیں

رحمت حق سے ہے متاغل میخوار جدا
کبھی مکان نہیں ہرگز نہیں۔ نہ ہار نہیں

(۹۲)

شاید کہ اب جہان میں لغت ہی نہیں	ہونے کو آدمی ہیں مگر آدمی نہیں
---------------------------------	--------------------------------

۱۵۵۰۲۲۶۲۲۷

اقرار بھی نہیں کرتا انکار بھی نہیں
یہ ننگ عاشقی ہے رہ عاشقی نہیں
وہ جنتی اگر ہے تو میں دوزخی نہیں
اُن کی تو زبان یہ ہر وقت ہی نہیں
مفتی نہیں وہ شیخ نہیں مولوی نہیں
اُس کو شوق دیدیں ہوتی کمی نہیں
حاضر ہیں سب مرید مگر پیر جی نہیں

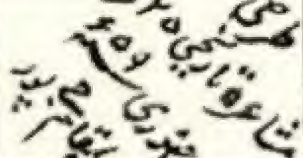
خاموش ہو کے ڈال دیا گریخ اب میرا
ڈر کر جہاں سے عشق بتاتا ہوا جتنا
زاہد کو ناز زہد مجھے شرم معصیت
دیکھیں خلاف وصل کیسے کیا ہے جواب
ناصح کی بات مان لیں کیونکر نہیں کہو
دونوں جہاں دیکے نہ بہلائیے مجھے
حیرت ہوا ج پیر مٹاں کی جناب میں

کیونکر ہوں ختم آپ پر شیوہ بیا بیا
شاغل یہ فرن شعر ہے پیغمبری نہیں

(۹۳)

ہستی کے پیر میں گریبان ہی نہیں
رہنے کا پھر جہاں میں امکان ہی نہیں
حق الیقین ہے یہ مرا ایران ہی نہیں
اپنے کئے پہ آپ لپٹیمان ہی نہیں
یعنی ابھی تو جان ہوا بیان ہی نہیں
اک پاس بان ہی نہیں دربان ہی نہیں
جس میں نہیں ہوا فرقہ انسان ہی نہیں
ایسا جہاں میں کوئی دستان ہی نہیں
اوشان پہنچنے کے تو اوسان ہی نہیں
کافر بھی ہیں اسی کے مسلمان ہی نہیں
اخلاق کی جہاں میں ہوسان ہی نہیں

دست جنوں کے واسطے سامان ہی نہیں
میں جسم آپ جان ہیں جب جان ہی نہیں
حق دلنشین نہیں ہی تو انسان ہی نہیں
توبہ قبول ہونے کا امکان ہی نہیں
کہتی ہے کافرانہ ادا زلفت یار کی
سب سے بڑا عذاب سگ کوئے یار ہے
انسان اتس ہی کی تو مٹی سے ہی بنا
جس میں جنون و عشق کی تعلیم ہو سکے
کیسی رہ سلوک کہاں کا مجاہد
اُن پر نوازشوں کی شکایت غلط شیخ
جس پر نگاہیں نور بے ریا کے چلا

ایمان کی تو یہ ہو کہ ایمان ہی نہیں پھر بھی ہمارا آپ پہ احسان ہی نہیں ساکر جہاں میں کوئی بیابان ہی نہیں	کس طرح فیض پیرمغان کے ہوں مستحق صدے اٹھائے جو رہے اور چپ رہے رحمت کی بارشوں نے زمانہ بدل دیا
	شاغل یہ میکہ تو نہیں بزم شرع ہے چلے کر شغل کا کوئی امکان ہی نہیں
(۹۴)	
مقدّر کے بڑی مشکل سے ان کے پھیر جاتے ہیں جو رستے سے تھے کوچہ کے بھلو پھیر جاتے ہیں لکھنے تو ایک ہی صورت سے شیر شیر جاتے ہیں دل آرامی کو دشمن کی مگر آئیں جاتے ہیں نکلنے ہیں پسندے گر سدا در سیر جاتے ہیں مرے قتل مقاصد میں لگائے دیر جاتے ہیں سگ دنیا کے آگے کب خدائے شیر جاتے ہیں کبھی کاشی پہنچتے ہیں کبھی اجیر جاتے ہیں مگر گیسوئے مشکیں کے کہیں نہ دھیر جاتے ہیں حرم اور تنگدے کے لوگ کھا کر پھیر جاتے ہیں	صبحی کو جو میخانے میں کر کے دیر جاتے ہیں کسی دن خضر سے پوچھوں گا کیا مصلحت اس میں درندوں کو جو کہیں آدمی تو کیا قہج ہے ہمارے دل کے گلشن میں قدم نہ نہیں کرتے کرشمہ ہو تری مذاقیت کا آشیانوں سے وہی جانیں کہ آئیں مصلحت کیا انکی مضمر ہے قناعت کیش کیوں خاطر میں لائیں ہل دو کو نہیں ٹکے تذبذب آشا ہرگز نہیں ٹکے تمہارا رنے روشن نور کی مشغل دکھاتا ہے پہنچتے ہم تو سید ہیں تری درگاہ میں دل سے
۱۱	نہ کی جب جگہ والوں نے کوئی قدر شاغل کی تو اب کعبہ میں اپنی عمر کو فٹیر جاتے ہیں
اے امیر میں ایک دلکش باغ دلا سام نامی ہے اور اے امیر جے پور کا ایک پرانا قصبہ ہے۔ جہاں لوگ تفریح کو اور سیاح سیر کو جاتے ہیں ۱۲	

دکھائے جاتے ہیں جلوے دکھائے جاتے ہیں جو ذمے ذمے سے خود کو چھپائے جاتے ہیں عدد کی بزم میں نیچی نگاہ سے دل پر ہمیں وہ عشق کے بندے ہیں خاک سے جن کی دکھا کے شمس و قمر کے جہاں کو نظارے جہاں میں صدق و صفا کیاں کہ ان سے تو ہمارے ہو کہ خزاں ہم تو جیبے داماں کے شراب خانہ ہو کعبہ ہو۔ بشکدہ ہو کہ دل اکھیں کی یادیں آنکھوں پہ پریشیاں ہیں خدا رکھے مری توبہ کی آبرو۔ وہ تو	بنائے جاتے ہیں موسیٰ بنائے جاتے ہیں وہی تو میرے تصور میں آئے جاتے ہیں گرائے جاتے ہیں بجلی گرائے جاتے ہیں تمام حسن کے گلشن سجائے جاتے ہیں تمہارے حسن کے پتلے جمائے جاتے ہیں شراب خانے میں لاناں بنائے جاتے ہیں اڑائے جاتے ہیں پرندے اڑائے جاتے ہیں تلاش شرط ہی ہر جا وہ پائے جاتے ہیں ہماری یاد جو دل سے بہائے جاتے ہیں ہمارے بن کے دو عالم پہ چھائے جاتے ہیں
--	---

۱۶/۹

پلاوے آج تو فردوس کی کھنچی ساقی
کبھی کبھار تو شاعری بلالے جاتے ہیں

وہ وفا کو جتنا سمجھتے ہیں کیا بتائیں وہ کیا سمجھتے ہیں اے بنو تم کو کیا سمجھتے ہیں کیا کہیں تم کو کیا سمجھتے ہیں اپنی خلوت میں دخل میں کیونکر کیوں ہوں مومنوں حضرت عیسیٰ جن کو دنیا میں کچھ نہیں آتا	ہم حفا کو دنا سمجھتے ہیں خود کو شاید خدا سمجھتے ہیں جو خدا کو حرا سمجھتے ہیں بندہ پرورد خدا سمجھتے ہیں وہ مرا دعا سمجھتے ہیں درد کو جو دوا سمجھتے ہیں اب انہیں پیشوا سمجھتے ہیں
--	---

آہ و فریاد و نالہ و شیون جو زگردوں کو سچا کر پچھو میکدے میں علاج ہے اُس کا بدترین گناہ دنیا میں ایسے خوش فہم بھی ہیں دنیا میں	عاشقی کی سزا سمجھتے ہیں آپ کی اک ادا سمجھتے ہیں سب جسے لادوا سمجھتے ہیں ہم تو کب سروہ یا سمجھتے ہیں شیخ کو یا رسا سمجھتے ہیں
رند پیر مغاں کو اے شاعِل میکدے کا حسد ا سمجھتے ہیں	حسی میں غم و غریب و غم و غریب

(۹۷)

دو عالم کو ترے شوریدہ سربل سمجھتے ہیں کرم تو دیکھئے پیر مغاں کا راجا لفت میں عجب حالت ہو دنیا کی اُسے کہتی ہر دیوانہ کوئی سرمد ہو یا منصور دستور محبت ہو سمجھ لیجے کسی دن میکدے میں آ کے ایوا عطا کچھ ایسا بڑھ گیا ہی اتحادِ قلب پیکاں سے وہی کچھ کرنے والے ہیں وہی کچھ کر دکھائیں گے ہجومِ حشر میں اب دیکھئے کیا فیصلہ ٹھیرے	سمجھتے ہیں ترے انداز اے قائل سمجھتے ہیں وہیں ہمراہ ہوتے ہیں جہاں شکل سمجھتے ہیں کہ جس کو نجد کے ذرات تک عاقل سمجھتے ہیں اُسی کو قتل کرنے ہیں جسے کامل سمجھتے ہیں حقیقت کے مسائل آپ کیوں شکل سمجھتے ہیں ”ہم اُن کے ناوکِ دل و زکو بھی دل سمجھتے ہیں“ جو ہر کامِ نفس کو عمر کی منسل سمجھتے ہیں اُنہیں قائل سمجھتے ہیں ہمیں بل سمجھتے ہیں
--	---

جنابِ ساقی کو تر کا فتنی ہے یہ میخو اردو جسے کہتے ہیں سب شاعِل اے دل سمجھتے ہیں	حسی میں غم و غریب و غم و غریب
--	----------------------------------

(۹۸)

کب گنہگار گناہوں کا خطرہ رکھتے ہیں جن کے دل میں ہی غمِ عشق وہی ہیں انساں	تیری رحمت پہ الہی وہ نظر رکھتے ہیں آدمی ہیں وہی جو دردِ جگر رکھتے ہیں
---	--

میری رفتار اگر حشر بپا کرتی ہے زہد پر اپنے ہیں مغرور اگر حضرت شیخ	میرے نالے بھی قیامت کا اثر رکھتے ہیں ہم بھی اللہ کی رحمت پہ نظر رکھتے ہیں
جن کو غیروں کی مدارات سے فرصت ملے کب مے حال کی شاغل وہ خبر رکھتے ہیں	حی علیہ السلام عزیز

(۹۴)

عجیب فرزانگی سے اہل وحشت کام لیتے ہیں جہاں مل جل کے حشر عشق باہم کام لیتے ہیں اگر ساقی سے ہم جام مے کلفام لیتے ہیں مجازِ نیستی کو ہر طرح ناکام سمجھا ہے ترے کوچے سے جائیں تو کہاں جائیں تیرے شیدا کلیدِ بابِ رحمت ہو جسے میخانہ کہتے ہیں یہ کافریت فقط اک دل کے طالب ہیں گرد لبو ادب دانی یہ ان کی قابلِ تحسین ہو قاتل کسی کی مست آنکھوں پر ہیں عاشقِ حضرت زہد یہ دل شیشہ ہو وہ ساغرِ پیمانہ وہ آئینہ	کسی کو دیکھتے ہیں اور کسی کا نام لیتے ہیں ہم ان کو تھام لیتے ہیں وہ ہم کو تھام لیتے ہیں تو شیخ و برہن بھی اس کا دامن تھام لیتے ہیں حقیقت آشنا ہستی سے اپنی کام لیتے ہیں جہاں آرام ملتا ہو وہاں آرام لیتے ہیں نزولِ رحمت حق کا اسی کام لیتے ہیں نہ یہ ایمان لیتے ہیں نہ یہ اسلام لیتے ہیں ترے کشتے قیامت میں فضل کا نام لیتے ہیں عوضِ تسبیح کے اور اد میں بامِ کام لیتے ہیں فطر سے پیر میخانہ غضب کا کام لیتے ہیں
--	---

اسی باعث تو نام جام کو شرمکھ لیا شاغل کہ اکثر پیر میخانہ اسی سے کام لیتے ہیں	حی علیہ السلام عزیز
---	------------------------

(۱۰۰)

تا عرشِ بریں جس بشردیکھ رہے ہیں جو ہر ترے ای دیدہ تر دیکھ رہے ہیں دل دیکھ رہے ہیں نہ جگ دیکھ رہے ہیں	ہم وسعتِ دامنِ نظر دیکھ رہے ہیں ہر اشک کو ہم رنگ گہر دیکھ رہے ہیں ہم ان کی نگاہوں کا اثر دیکھ رہے ہیں
--	---

<p>جانا تھا جنہیں منزل مقصود پہ پہنچے کیا اُن کا کہیں نقش قدم دیکھ لیا ہو ردِ ادِ نفسِ بلبِلِ ناشاد کی یہ ہے صیاد کا شکوہ ہو نہ گلچیں کی شکایت کیا چیز ہے نذرِ نگہِ ناز کے قابل کچھ درد کے افسانے ہیں کچھ غم کے مرقع مخصوص حرم پر ہو نہ بتجانے یہ موقوف رحمت کی طرف حشر میں سب کی ہیں نگاہیں ہر طالبِ دیدار کو موسیٰ نہ سمجھنا</p>	<p>ہم پٹھے سرِ راہ گزر دیکھ رہے ہیں جھک جھک کے شمسِ قدیم دیکھ رہے ہیں کچھ خون میں لٹھڑے پٹے بردیکھ رہے ہیں خود گل ہی با نذرِ دگر دیکھ رہے ہیں دل دیکھ رہے ہیں کہیں سر دیکھ رہے ہیں یہ آپ جنہیں اہلِ ہند دیکھ رہے ہیں ہر شے میں اُسے اہلِ نظر دیکھ رہے ہیں ہم تیری طرف دیدہ تر دیکھ رہے ہیں وہ دیکھ چکے اہلِ نظر دیکھ رہے ہیں</p>
--	--

کیا ایک قدح اور پے شاعِلِ میخوار
 کیا پیرِ خرابات ادھر دیکھ رہے ہیں

(۱۰۱)

<p>آہوں میں یہاں تک تو اثر دیکھ رہے ہیں جاں دیکھتے ہیں اور نہ سر دیکھ رہے ہیں وہ جاتے ہیں تاریک ہوئی جاتی ہو دنیا ہم مانگیں دعائیں تو خدا جانے کہ کیا ہو دم لینے کی ہمت نہیں دنیا میں کسی کو ہم ذوقِ سخن دیکھتے ہیں بزمِ سخن میں اب جو ہر آئینہ کا اللہ نگہبان گمراہ کئے دیتے ہیں خود اُن کے ہی جلوے یہ ذوقِ تماشا و تمنا ہے کہ اُس کو</p>	<p>ہم رنگِ دعا ہائے سحر دیکھ رہے ہیں پروانوں کا ہم ذوقِ نظر دیکھ رہے ہیں شامِ شبِ غمِ وقتِ سحر دیکھ رہے ہیں آہوں میں دعاؤں کا اثر دیکھ رہے ہیں خود سانس کو مصروفِ سفود دیکھ رہے ہیں وہ اور ہیں غمِ غیب و ہند دیکھ رہے ہیں وہ جو ہر شمشیرِ نظر دیکھ رہے ہیں کیا کیا نہ سرِ راہ گزر دیکھ رہے ہیں ہم دیکھ نہیں سکتے نگہ دیکھ رہے ہیں</p>
--	---

کچھ جام بکف صحنِ گلستاں میں ہیں بیٹھے	کچھ آہ بلب خستہ جگر دیکھ رہے ہیں
ہم اُن میں نہیں جن کو میسر نہ ہو جلوہ	ہم اُن میں ہیں جو آٹھ پہر دیکھ رہے ہیں
میخانہ کسی حال میں جنت سے نہیں کم	رحمت کی یہاں شام و سحر دیکھ رہے ہیں

فیض و کرم ساقی کو تر ہے کہ شاعِل	رہیے
میخانے پہ رحمت کی نظر دیکھ رہے ہیں	

(۱۰۲)

نہ سمجھا کیوں دم آخر نگاہِ یاسِ بِل کو	قیامت تک رہیگا یہ قلعہ یاروئے قائل کو
جب آتا ہے کوئی اہلِ حرمِ علِ مسائل کو	جنابِ پیرِ میخانہ بتا دیتے ہیں شاعِل کو
خدا شاہِ ہر کعبہ ہو کلیسا ہو کہ تختانہ	بہنچ سکتا نہیں کوئی تہاڑ کا حسرِ منزل کو
نہ کوہِ طور ہی جلتا نہ موسیٰ ہی کو غش آتا	ترا مظهرِ سمجھ لیتے اگر انسانِ کامل کو
زمانے سے نرالا ہی طریقہ اسکی رحمت کا	کہ وہ آساں سمجھ لیتی ہی ہر انسان کی مشکل کو
مری نظروں میں کیا جلوے سائیں بزمِ عالم کے	ہزاروں بار دیکھا ہی تجھے اور تیری محفل کو
ہجومِ یاس کے گہر کے سینے سے نکل جاتا	مگر تسکین دی آکر خیالِ یار نے دل کو
اگر سچ پوچھے تو سب سمجھ لینے کی باتیں ہیں	دل لیتا ہی کوئی دلوں نہ دیتا ہے کوئی دل کو
وہ میرا حال دلِ شکر کہا کرتے ہیں شیخ سے	تفنا جس میں اتنی ہوں لگا دو آگ اُس دل کو
جنابِ شیخ شامل ہیں نہیں اللہ والوں میں	جو کا فر کہہ دیا کرتے ہیں میخانے کے سائل کو
نکل جاتا ہوں آگے عرش سے میرے تجسّس میں	ہوا شوق میں بھولا ہوا ہوں رسمِ منزل کو
اُسی شانِ کبریٰ کا بھروسہ ہو قیامت میں	کہ جو آساں بنا دیتی ہو انسانوں کی مشکل کو

تو پ کر پائے ساقی پر خدا جانے کہاں پہنچا	کہ اہلِ میکہ تک حورِ نہ تے پھر ہیں شاعِل کو
	جی پ

(۱۰۳)

<p>دکھانا ہی پڑا یوسف کا جلوہ پیر کیناں کو میں تماموں اپنے دل کو یا سنبھالوں چشم گریاں کہ بھولا ہوں اسیری میں وہ رسم گلستاں کو گلستاں میں بیاباں کو بیاباں میں گلستاں کو نہ سوچھی مانگ لیجا تا ہمارے داغ ہجراں کو دبا سکتی ہو ظلمت کفر کی کب نور ایماں کو کیا رسوا دو عالم میں اسی عادت شیطاں کو پریشاں کر کے جب میں گے وہ زلف لیشاں کو</p>	<p>نہ آخر کہ سکی مایوس رحمت چشم گریاں کو بتا تو ہی بتا دی دردِ فرقت بختے والے چمن و الو مجھے نالوں کے شکووں سے نہ شرفاؤ عجب دیوانگی ہو ڈھونڈتا پھرتا ہوں وحشت میں بنا کر ماہِ نخب ہو گیا بدنام عالم میں چھپانے پر بھی زلفوں سے نمایاں ہو رخِ انور سمجھ لیں اس حقیقت کو غرور و تکنت والے پریشاں دیکھنا ہو جیائے گاہنکا مرہ محشر</p>
---	--

<p>اسیری میں ساتی ہو جو باو فصل گل شاعلی تصور سے قفس میں کینچ لیتا ہوں گلستاں کو</p>	<p>چشم گریاں چشم گریاں چشم گریاں</p>
--	--

(۱۰۴)

<p>حسیناں دو عالم ہیں اسی قزویر کے پہلو دلوں سے ہو گئے خالی جوان و پیر کے پہلو کھڑے کیا سوچتے ہو حشر میں تقریر کے پہلو نظر آتے ہیں اب تاریک ہر تدبیر کے پہلو جو ہیں آغوشِ رحمت میں مری تقصیر کے پہلو کہ ہیں دل کی تسلی حلقہ زنجیر کے پہلو کہ رشکِ باغِ رضواں بن گئے تقدیر کے پہلو شرابِ عشق میں کیا کیا رکھے اکیر کے پہلو سبن کوئین کو دیتے ہیں یہ شبیر کے پہلو</p>	<p>تسے عارض ہیں بیشک نور کی تعمیر کے پہلو تری زلفوں سے کوئی بیکھ لے تیغیر کے پہلو ہمیں خونِ شہیداں پر بھی کوئی رنگ جہتا ہو کسی کے کاکلِ مشکیں کا سایہ پڑ گیا شاید حقیقت میں جنابِ ساتی کو ترکا صدقہ ہو انہیں کو یاد کا فصل گل ہنسنے دو غمخوارو تصور نے یہ کس گل رد کا دامنِ کرم پکڑا خدا رحمت کرے دردی کشاں پاک طینت پر کوئی عزم و تحمل میں اشر سے بڑھ نہیں سکتا</p>
---	--

حرم سے افشاء میکدہ کو شیخ آئے ہیں	رہیں صدق و صفا جو دو کرم تعمیر کے پہلو
کچھ اس پہلو سے کی اُس کے کرم نے دل ہی شغل	دلوں کی آرزو میں بن گئیں تاثیر کے پہلو

(۱۰۵)

منزل مقصود ہو یہ دل نشاں کیونکر نہ ہو	لغش پائے یار خضر گمراہاں کیونکر نہ ہو
ساکن فرش زمیں پہنچا ہو آگے عوش کے	پھر زمیں والوں کا دشمن آسماں کیونکر نہ ہو
بیچ گیا ہو یہ نگاہ برق اور صیاد سے	خار گلیں کی نظر ہیں آشیاں کیونکر نہ ہو
بحر الفت میں مجھے ڈالا ہو میرے شوق نے	کشتی امید کا یہ بادیاں کیونکر نہ ہو

نام شغل رکھ لیا تو وصف مٹی بھی کر ضرور	مجھ پہ ہائے تیری پیر منغاں کیوں کر نہ ہو
--	--

(۱۰۶)

اس جہاں میں قیام ارے توبہ	اُس پہ یہ انتظام ارے توبہ
عاشق بیقرار و خستہ پر	کھینچتے ہو حُسام ارے توبہ
حور دغلاں کا چاہنے والا	میکدے کا غلام ارے توبہ
نالے رکتے ہیں عیش تک جاتے	آہ کا از دحام ارے توبہ
میکدہ چھوڑ کر کہ ہر و اعضا	سوئے بہت الحرام ارے توبہ
بعد مرنے کے پھر بھی جینا ہے	موت بھی نا تمام ارے توبہ
آشیاں پر اُدھر گری بجلی	میں ادھر زبرد ام ارے توبہ
خلد میں جائے کس طرح زاہد	ہو وہاں بھی تو جام ارے توبہ

شغل اور عشی سے تائب ہو	اُس پہ یہ اتہام ارے توبہ
------------------------	--------------------------

۱۰۶

<p>اک دل ہو گیا ہو غمزدار و ناز و ادا کیساتھ شمشیر ناز بھی ہے خدنگ ادا کیساتھ بننے ہیں بے گناہ وہ اور کس ادا کے ساتھ غمزدے کے ساتھ تیغ ہو خنجر ادا کیساتھ وہ آرہی ہیں بزم میں اور اس ادا کیساتھ محکوم ملال ہو گا اگر وہ تجھس ہوا کیا پوچھتے ہو شیوہ عشاق بے ریا کہتے ہیں اس کو عشق کہ کرتا ہوں میں دعا اور کار ساز ہوں مری گستاخیاں معاف بیڑا ہے پار بحر معاصی سے ہو اگر میں نے تو اُس کو سخت پریشان کر دیا کیسا خجل ہوں نامہ اعمال دیکھ کر وہ بے خطا رہے یہ توقع فضول ہے محشر بھی اک طور کرم کا مقام ہے</p>	<p>ہو ساری کائنات بیت پر جفا کے ساتھ سامانِ قتل سب ہو بیت پر جفا کے ساتھ میری دغا کو رکھتے ہیں پانی جفا کے ساتھ اب کیا رہا رہے جو تمہاری جفا کے ساتھ ہو یا سان شرم بھی جو روجفا کے ساتھ اُس کی جفا ملاؤ نہ میری دغا کے ساتھ اہل خطا سے دور ہیں اہل وفا کے ساتھ اس کی جفا شمار ہو میری وفا کے ساتھ شکوے بھی آگئے ہیں زبان پر دعا کے ساتھ موج سرشک کشتی دست دعا کے ساتھ نالے کے ساتھ آئے اثر یاد دعا کے ساتھ سو سو عطا میں درج ہیں اک خطا کے ساتھ ترکیب پا چکا ہو جو سہو خطا کے ساتھ رحمت گنہ کے ساتھ ہو بخشش خطا کے ساتھ</p>
---	--

شاعری کی طرح آئے نہ شکوہ زبان پر
 نسبت رکھے درست جو بندہ خدا کے ساتھ

لہجے پور میں ایک سلسلہ مشاعرہ قائم ہوا تھا جس میں دو قافیے مطلع کے لئے مخصوص ہوتے تھے
 اور چار اشعار کیلئے یہ غزل ایسے ہی ایک مشاعرہ کی ہوتی تھی قافیہ اول اور بندہ اور رب
 اشعار و قافیہ خطا اور خدا ۱۲

<p>اپنا تو کارواں ہی غم کا رواں کے ساتھ تاثیر بھی تو چاہئے زورِ بیاں کے ساتھ یہ ایک اور غم ہے غمِ دو جہاں کے ساتھ نسبت نہ پاسکا جو ترے آستان کے ساتھ گلشن بھی چھٹک جائے کہیں آشیان کے ساتھ ناقوس کا بھی شور ہے ایک باواں کے ساتھ اپنی کبھی بنی ہی نہیں آسمان کے ساتھ رہتا ہو کس جہان میں اہل جہاں کے ساتھ گلشن بھی اب تو بادِ نہیں آشیان کے ساتھ ارماں تو جا ہی پہنچیں گے آہ و فغاں کے ساتھ</p>	<p>پیرِ میناں کے ساتھ نہ شیخِ زماں کے ساتھ اک آہِ سرِ دھبی تو ہو شورِ فغاں کے ساتھ زندہ رہیں جہان میں جو رہتاں کے ساتھ وہ چرخِ بیکے خلق میں مشہور ہو گیا بھڑکانہ اتنی آتشِ گل باغیاں سمجھ ہیں ہم نوارِ قیاسِ قیامت تو دیکھئے کیونکر عروج پاتے جہانِ خراب میں اپنا جہان دونوں جہاں سے جدا بنا سرِ بھڑک کر قفس میں نہ مرجاؤں کس طرح اُس کی حریم ناز کے ہوں لاکھ انتظام</p>
--	---

شاعرِ غزل ہے فردِ بادہ کشی میں تو کیا عجب
 کافی ہے عمرِ حضرتِ پیرِ میناں کے ساتھ

<p>کہ ہر فلک سے بھی اونچی جنابِ سالگرہ کہ جوشِ پر ہے ظہورِ شبابِ سالگرہ کہ آفتاب ہے بندِ نقابِ سالگرہ کہ شاعروں نے سنبھالا ربابِ سالگرہ کہاں سے لائیر کا گرد و جِابِ سالگرہ اب اپنے آپ لگا لو حسابِ سالگرہ کتابِ شعر میں ایک ایک بابِ سالگرہ (نوٹ بر صغی آئندہ)</p>	<p>یہ آج کس سے ہوا انتسابِ سالگرہ رہیگا دیکھیں کہاں تک حجابِ سالگرہ جہاں میں کون نہیں فیضِ بابِ سالگرہ نئی روش ہو نہاد و رہے نئی ترکیب ہزار محفلِ انجم سہی مگر پھر بھی نہیں ہیں گھر ہیں یہ نقطے ہیں ایک پر نہیں بڑھایا خوب یہ ہندول اور سانچہ نے</p>
--	--

ہوا ہے صرف ہی اتنا کہ صفحہ گردوں وہ حسن رخ پر عجب جاذب نظر اس کا یہ کہہ دیا کہ ہو آسب جیات کا سا فرہ بنی ہے سالگرہ کے لئے تری ہستی شراب و شاہد رنگیں و نعمہ شادی کہاں سے کہیں گے لائی کہاں دیوں کو کھل رہے در تو یہ کی طرح نابہ ابد	ملے تو پوری ہو فرد حساب سالگرہ رنگا ہیں بن گئیں جسم کر نقاب سالگرہ جناب خضر نے پلی کر شہ اب سالگرہ ہوا ہے تیرے لئے انتخا اب سالگرہ یہ تین چیز ہیں لب لباب سالگرہ دراز تر ہے جہاں میں طنا اب سالگرہ الہی فیض دہ خلق یا اب سالگرہ
---	---

یہ دور وہ ہو کہ شاعری کا ذکر ہی کیا ہے جناب شیخ ہیں مست شراب سالگرہ	حیاتیاتی شہ بے غم بہ ہوا
--	-----------------------------

(۱۱۰)

اے جوان سجت مبارک ہو جوان سالگرہ بادہ عیش سے مدہوش کئے دیتی ہو تیر سب پھینک دئے کر دیا تر کش خالی عدل بے مثل ترا حسن ہیں وہ لائانی تو نے پو پو ہیں لیا خلق سے باج تھیں صوفی و شیخ بھی ہیں محو تما شائے جمال مجمع عیش و مسرت ہیں اب سب بند ادبی شغل ہے حسن و قدرت بھی ہے	تا ابد یوں ہی رہے نور شاں سالگرہ بن کے آئی ہے مگر پیر منساں سالگرہ کہیں بیٹھی جو مسرت کی کہاں سالگرہ تو جہانگیر ہے اور تو جہاں سالگرہ ہو مبارک تجھے اے شاہ جہاں سالگرہ بن کے آئی ہے مگر جو جہاں سالگرہ سال بھر کے لئے جاتی ہو کہاں سالگرہ یوں ہی ہوتی رہے ہر سال یہاں سالگرہ
--	---

(نوٹ گزشتہ صفحہ) سابقہ راست ہے پورے دو ضاعوں کے صدر مقام کے نام جہاں ہمارا ہے
سوائی مان سنگ فرما نروائے ہے پور کی بڑی دھوم سے سالگرہ ہوتی تھی۔ یہ اسی سلسلے
کی غزل ہے ۱۲

بادگ عیش و مست پر اشغال کو حلال
توجہ عالم میں ہوئی جلوہ نشاں سالگرہ

(۱۱۱)

مخدود کو نظر کی نہ تہا بہار دیکھ
ہمت نہ ہار گردش لیل و نہار دیکھ
طوطی کی طرح دیکھ نہ مثل ہزار دیکھ
اے ناشتا بس ہمت انساں ذرا سمجھ
منہ پر کی زبان سے تورا زخوی مشا
بر باد کر نہ زندگی مستعار کو
اے مشہور عرصہ حسن ایک اور دا
اے ہم نشیں کو رست جانان نہیں گئی
وہ میکرہ کھلا وہ مرادعا ملا
میں تو رہیں لذت آزار ہو چکا
دل میں مرے جدائی گلشن کے داغ ہیں
کیسی بہار خلد کہاں کا جمال حور
میں جانتا ہوں کس کی ہیں جلوہ نمایاں
آتشکدہ تمام گستاں بنا دیا
داہن میں بادہ خوار کے واعظ پناہ لے
کیا ہم بھی ہیں کلیم کہ غش کھا کے گر پڑیں
رحمت نثار ہوئی ہی سہی ہی مغفرت

گلشن کے ساتھ ساتھ دل داغدار دیکھ
کچھ اور دن ابھی ستم روزگار دیکھ
انسان بن کے نقش و نگار بہار دیکھ
دل کی بساط دیکھ غم روزگار دیکھ
میری جبین میں جلوہ حسن نگار دیکھ
ملنی نہیں یہ چیز تجھے بار بار دیکھ
ہیں اور بھی کلیم سر پر گزار دیکھ
یہ ہے جواب نامہ خط غبار دیکھ
وہ آ رہا ہے جہنم کے اب بہار دیکھ
اب کوئی اور اے ستم روزگار دیکھ
لایا ہوں اپنے ساتھ قفس میں بہار دیکھ
رنگ بیان و اعظ بہر بہار دیکھ
میری نظر سے شیخ جہاں بہار دیکھ
فصل بہار رنگ نوا اے ہزار دیکھ
محشر میں سینکڑوں ہیں کہیں جا کے بار دیکھ
ہاں دیکھ تو ہمیں نگو شعلہ بار دیکھ
قسمت تو اپنی اے نگو شہر بار دیکھ

کوثر کا میکرہ ہے تو جنت کا کلکدہ
حسن مذاق شاعری پر بہار دیکھ

(۱۱۲)

<p>مشہور ہوا تو کیا فرزانے کا فرزانہ نامہ جو لکھیں اُن کو یہ طرزِ نگارش ہو میخوار کرے بھی کیا اور ہوش رہی بھی کیا کعبہ جسے کہتا تھا میرا تو یہ کعبہ ہے اک کرکابِ احقر ہیں یہ سوزِ غمِ الفت یہ دل کا صنم تھا نہ رکھ آؤں نہ کعبے میں لیلیٰ کو نہیں بھولا مطلب سے نہیں چوکا پینے کو پلانے کو آجاتے ہیں واعظ بھی ویران زمانے کو ہونا ہی تو ہو جائے تو اور ترا واعظ بس اک حجرِ اسود کیا چیز ہو ساتی کی ان مست نگاہوں میں یہ دستِ تہی اپنا ادنیٰ سے تغیر سے</p>	<p>واعظ تو رہا پھر بھی دیوانے کا دیوانہ مطلب کا تو مطلب ہوا فانی کا فانی جب لائے گستاہر پر پیچا نے کا میخانہ اب وہ ہی مراد دل ہی بتخانے کا بتخانہ کیوں ہونہ دل سوزاں پردانے کا پردانہ تخفے کا تو تحفہ ہے نذرانے کا نذرانہ اور پھر بھی رہا جنوں دیوانے کا دیوانہ جرمانے کا جبرانہ یا رانے کا یارانہ ہوگا بھی تو کہا ہوگا ویرانے کا ویرانہ اور اہل صنم کا ہے بتخانے کا بتخانہ بیخود ہوئے جاتا ہے میخانے کا میخانہ کا سے کا تو کا سے ہے پیانے کا پیانہ</p>
--	--

۱۳۱

وہ دندِ خراباتی کہتے ہیں جے شاعِل
دیکھا اُسے جب دیکھا فرزانے کا فرزانہ

(۱۱۳)

<p>نرالی اداؤں کا آیا زمانہ جسے چاہو مارو جسے چاہو چھوڑو بہت جی نے چاہا بہت ہم نے کرو کا کسی کے ملائے بلیں گے نہ دوڑوں نگاہوں میں جادو ادائوں میں گھٹا</p>	<p>نرالی محبت انوکھا زمانہ تمہاری حسدائی تمہارا زمانہ نہ مانا برل کر ہی مانا زمانہ نئی روشنی اور پُرانا زمانہ غلامی کو حاضر پکارا زمانہ</p>
--	---

پریموں کی نگری بساؤ جو انو ہماری تو دنیا الگ ہی بسے گی نہ جانے کہاں جا کے منزل کریگا	کہاں کی سماج اور کہاں کا زمانہ زمانہ پکارے زمانا زمانہ بہت تیز رو ہے ہمارا زمانہ
نہ بدلا نہ بدلے کا شاعِل تو مشرب بلا سے بدل جائے سارا زمانہ	۳۰ ۵۰

(۱۱۴)

وہ کہتے ہیں کرے گا ہمیری کیا آسمان میری کوئی سمجھے تو کیا سمجھے زبان بے زباں میری خدا جانے کہ میں ہی خار بن کر کیوں ٹھکتا ہوں قیامت بھی اگر اٹھے نہ اکٹھوں کوئے جاناں سے نکالا اس خطا پر دشمن اردو نے محفل سے فلک صیاد کلچیں باغیاں فصل خزان کھلی ارادہ ہی تو ہاں ای ہمت عالی دکھا دیں گے	کہاں وہ طرز پیرا نہ کہاں طرز جواں میری ہوئی ہو داستان بے زبانی داستان میری کہ تندریرا میری کر رہا ہے باغیاں میری اگر دیکھیں تو دیکھیں راہ اہل کارواں میری کہ میں نے کہہ دیا یہ کیوں کہ ہوا ردو زباں میری چمن والوں سے کوئی پوچھ لے بر بادیاں میری برا بر شاخ طوبی کے ہو شاخ آتیاں میری
کہا کرتے ہیں پیر سیکرہ کیا فکر ہے شاعِل سہرا زارِ محشر ٹھل گئی ہوا اک دوکان میری	۳۰ ۵۰

(۱۱۵)

سیرِ مقتل جو ظالم تیری شمشیر و دم چکی کھڑے ہیں وہ عجب انداز سے میدانِ محشر ہیں خدا لے پاک ہی حاجت دوائے مستمندان ہیں شرابِ ناب کا صد ہی اک جرہ کے پیتے ہی	یقین مجھ کو ہوا پوری ہوئی مدتِ عمرِ غم کی نگاہیں پڑ رہی ہیں زلفِ رخ پر ایک عالم کی اسی کی ذات سے دایتہ امیدیں ہیں عالم کی ہوئی پیشِ نظر میرے حقیقتِ دونوں عالم کی
--	--

ہوئے مشغول شغلِ میکشی میں حضرت شاعری ملی یاد تباں سے جب کبھی فرصتِ رادوم کی	محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
--	---

(۱۱۶)

قدر ہوتی نہیں ہے ناموں کی عاشقی ہو کہ شعر گوئی ہو قوم کا کام کر نہیں سکتے سر جو کاتے رہے جو ساری عمر	بلکہ ہوتی ہے نیک کاموں کی کس کو فرصت ہو ایسے کاموں کی فکر جن کو ہے اپنے ناموں کی اُن کو خواہش ہو اب سلاموں کی
---	--

اب تو ساقی بھی کہ اٹھا شاعری فکر کیجئے حضورِ داموں کی	۱۲ بکرو
--	------------

(۱۱۷)

نوبہری شب بھر اگر ہو کے رہے گی ہریت کی یہ خواہش ہی تھکے سامنے اُس کے دشمن کی دعاؤں کا اثر ہو کے رہیگا میں خانہ تو میں خانہ ہی اک جام ہی رکھ دیکھ	ظلمت تری انوارِ سحر ہو کے رہے گی کیا جانے کیا حالتِ سر ہو کے رہے گی عمرِ شبِ غم عمرِ خضر ہو کے رہے گی اللہ کی رحمت کی نظر ہو کے رہے گی
---	---

شاعری سے قریح خوار سے میں خانہ چھینکا ہشیاروں سے تکرار ہو کے رہے گی	محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
--	---

(۱۱۸)

سرخِ گل سے نہ کیوں خون کی کھیلے ہو لی ہم صغیروں نے کیا خوب چمن کو تقسیم اس صنم خانہ دنیا میں نہیں فکرِ مال کون سنتا ہے تری زاغ و زغن کے آگے	باغ میں جب کوئی بلبل کی نہ سمجھے ہو لی ایک ہے جھنڈا دھڑا یک ادھر ہے ٹولی آپ کی قدر یہاں حضرتِ واعظ ہو لی تو نے کیوں اپنی زباں بلبلِ نالاں کھولی
--	--

آپ ب آئے ہیں سننے کو مری تربت پر	عمر گزری کہ محبت کی کہہ ساتی ہو لی
نہ گریبانِ محبت نہ قبائے الفت	اب نہ اخلاص کا دامن نہ وفا کی چولی

دل کے داغوں سے بنا سرو چراغِ شاعِل	۱۲۶
کرد وانی کی خوشی رنج کی ہو لی ہولی	

(۱۱۹)

اللہ رے تیری بدگمانی	عاشق کو جو اسب لہن ترانی
کہتی ہے یہ اُس کی فوجوانی	دنیا میں نہیں ہے میرا ثانی
جس غم پہ ہو تیسری ہربانی	عاشق کو وہ غم ہے شادمانی
ملنے جو لگی ہے بادِ نواب	پتیا ہی نہیں ہے شیخ پانی
تصویر تری بسا سکے کیسا	ہزاراد ہو خواہ، خواہ بانی
قبلہ سے اُٹھی گھٹا وہ ساقی	برسے گا کرم بجائے پانی
دیکھ آئے مکاں سے لا مکاں تک	لیکن نہ ملا تمہارا ثانی
کس نانہ سے مجھے کہہ رہے ہیں	”ہے آپ کو مجھ سے بدگمانی“

بدست رہوں ز کیوں میں شاعِل	۱۲۷
ساقی کی ہے مجھ پہ ہربانی	

(۱۲۰)

نہ سنئے نہ سنئے کسی کی زبانی	بہت دکھ بھری ہے ہماری کہانی
جہاں جا کے سنئے اسی کے ہیں چرچے	ہماری محبت تمہاری جوانی
ہوا ہی ذلیل اُن کے گھر جا کے آخر	نہ مانی مری بات دل نے نہ مانی
جو پلکوں پہ آنسو تو ہونٹوں پہ آہیں	یہی ہے محبت کی باقی نشانی
بہت ہی وہ نازک ظہیتِ حق صمد	بہت مختصر حال کہنا زبانی

کہاں ہے راتیں کہاں ہے ہاتھیں	بڑھاپے میں کیوں یاد آئے جوانی
کیا یاد شاعری کو محفل میں اپنی	عنایت، نواز شر، کرم، ہربانی

۷۵

(۱۲۱)

کس قدر دلکش نہا ہے تیرا منظر چاندنی	وہ جو آئے اور چٹکی چاندنی پر چاندنی
چاندنی پر چاندنی کے پھول ہیں کچھ ہوئے	چاندنی میں چاندنی ہی چاندنی پر چاندنی
کیسی نعت کیسی وسعت کیسی ناکہت کیا نور	اک نئی دنیا بنی ہے چار مل کر چاندنی
علم کے گلشن میں دربار امیر الدین ہے	لیکے آئے نذر کو چاندنی کے پتر چاندنی
آبِ حیا کے پنجس میں کھانا ٹھوکریں	ساتھ لیجاتا اگر اپنے سکندر چاندنی
وہ بکین دل میں دنیا جگمگا اٹھے نہ کیوں	دل کے اندر چاندنی اور دل کے باہر چاندنی
برنجائے ناخدا کے عشق دل کا کارواں	موجزن ہے حسن کا بنکر سمت در چاندنی
آسماں والے بلا لیتے ہیں ہماں اپنے گھر	کچھ نون آتی نہیں، یوں نہیں پر چاندنی
میں نے مانا رحمت حق کی ہو لیکن یاد رکھ	فرشِ عہیاں پر کھلیں گے تیرے جوہر چاندنی
نفرقہ اندازی چرخِ مستمرد دیکھئے	آسماں پر چاندنی ہو وہی زمین پر چاندنی

جی جی جی
جی جی جی
جی جی جی
جی جی جی

بان لنگا کی وہ راتیں یاد ہیں شاعری میں
ٹھنڈی ٹھنڈی ریت تیکر اور بستر چاندنی

یہ مولوی امیر الدین خاں رام پوری تھے جے پوری۔ بانی مسلم ہائی اسکول جے پور جو اس شاعر کے بھی بانی تھے اور اس اسکول کے سکریٹری بھی، طرح تھی، چاندنی پر دگار اور جے پور چاندنی۔ یہ شاعر سرد پونو کے موقع پر ہوا تھا۔ اس شب کو ریاست جے پور میں "جشنِ مائتاس" منایا جاتا تھا اور عہدِ مغلیہ میں شاہ جہاں کے زمانے میں۔

(۱۲۲)

ہیں سرفروش ہم بھی اور جان نیکار وہ بھی وعدہ وفا بولن کا کیا کہہ رہا ہے قاصد مومن ہیں محتسب معانی کا فرمون دکش ہوں تیر نذر تھا را ابرد کا اک اشارہ نشکوہ ہو کیا زمیں کا یہ رنگ آسماں ہی ساقی بھی غنیمت بھی مثل میں نہیں گئے ہیں یکساں ہی عہد مان کا اور زندگی ہماری غماور باعمل ہوں یا لے عمل جواں ہوں	ہو شاہکار یہ بھی ہو شاہکار وہ بھی بے اعتبار تو بھی بے اعتبار وہ بھی غم نوار اپنے یہ بھی اور بار بار وہ بھی سینے کے پار یہ بھی اور دل کے پار وہ بھی رکھتا ہوں دل میں اپنے ہم سے غبار وہ بھی دیکراودھار یہ بھی لے کر اودھار وہ بھی ناپائیدار یہ بھی ناپائیدار وہ بھی دنیا پہ بار یہ بھی دنیا پہ بار وہ بھی
--	---

اے بلبلو نہ بھول شاعری سے ہم نوا کو
اچوٹے ہوئے چین کی ہے یادگار وہ بھی

(۱۲۳)

جب کہا طاقت رکا نہ رہی پھر بھی واقعہ نہ ہو سکے اس سے عشق کی ابتدا ہوئی جب سے شیخ شکل ہے پھر علاج خودی اک نفس بھی نہ چین سے گذرا حسن کی تاب اپنے جلووں کی ہو کے آزاد بھی رہے پابند میکدے میں بھی شیخ صاحب کی دل رہا اپنا جلوہ حسانہ یار	بولے جھلا کے جی بجا، نہ رہی مدتوں صحبت زمانہ نہ رہی رنج کی کوئی انتہا نہ رہی میکدے میں اگر دوا نہ رہی عمر بھر نکر اسب و دوا نہ رہی میں نے دیکھا ہے یار مانہ نہ رہی باغ میں فکر آشیانہ نہ رہی وہی تقریر مرشدانہ نہ رہی آنکھ اپنی زکار حسانہ نہ رہی
--	---

۱۶/۹	مجھ سے میکش کہاں ہیں اوشاغل بے پئے طرد میکش نہ رہی
------	---

(۱۲۴)

خوف سے ہاڈ خزاں کے شاخ کل ہلتی رہی طاثران لپست ہمت آج بھی آزاد ہیں یہ تو کیا معلوم کب کب کو رہا اور کیوں میکدے میں بارہ کش کرتے ہیں یہ سرگوشیاں ساقی و واعظ کے ہاتھوں چادر تو بھری حوصلے کیا کیا نہ گرد و لپست تر کرتا رہا بڑھتی جائے گی یہاں ہی قسمت عشاق کی یوں ترے جور و ستم آسماں پہنچے رہے کیسی بگڑی ہو زبان جب ایک ملانے کہا کس قدر آگے بڑھے ہیں ہمراہ تیر گام	بے خبر انجام سے لیکن کلی کھلتی رہی چشم شاہیں سوزن صیاد سے سلتی رہی رات بھر زنجیر میچا نہ مگر ہلتی رہی شتر کیا ہو کجاو یوں ہی مفت کی ملتی رہی چاک بھی ہوتی رہی اور ساتھ ہی سلتی رہی ہمت مرداں مگر ہر کام پر ہلتی رہی چشم کافر سے جو میل تو تیب ملتی رہی کچھ دی تیری ادا کے یار سے ملتی رہی فانچہ اردو کی کل تو رات بھر دلتی رہی چرخ سے آگے بھی گرد کارواں ملتی رہی
---	--

۱۵/۹	کیا مزے کی بات ہو شاعل وہاں کی فکر ہو جب یہاں تسیم کیو شکر کی تجھے ملتی رہی
------	--

(۱۲۵)

جب ہی ہم نے نصیبت ہی ہے ”عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی ہے“ کچھ نہ کچھ ہے مرا پھر بھی حصہ چشم سر سے نہیں ممکن دیدار ہم تو چھوڑیں گے نہ خود داری کو	اور سب تیری بدولت ہی ہے اور یہ بھی بضورت ہی ہے میری وحشت تری شہرت ہی ہے حسن کی عام اجازت ہی ہے نہ ہر عشق میں بدعت ہی ہے
---	---

<p>دل زائد نہیں ہوگا تسخیر یہ بھی کم بات نہیں ہے ہرگز دل تو ہو کج فتاعت سے غنی نذر ساقی کے لئے ہے لازم لاکھ ظالم سہی لیکن ہے حیں آئیے شیخ حرم سے ملیں کچھ نہیں جب نہیں سکا احساس اب تو حشت سے بھی حشت ہو گیا</p>	<p>حسن والوں میں کرامت ہی ہے ظلم پر اس کو ندامت ہی ہے خیر ظاہر میں فلاکت ہی ہے کچھ تو ہو حسن عقیدت ہی ہے حسن سیرت نہیں صورت ہی ہے نہ سہی فیض زیارت ہی ہے یہ جہاں منظر عبرت ہی ہے حضرت قیس کی سنت ہی ہے</p>
--	--

<p>درمیان نہ چھوڑو شاہنشاہ باغ فردوس میں راحت ہی ہے</p>	<p>شاہنشاہ کا شاہنشاہ کا شاہنشاہ کا شاہنشاہ کا</p>
---	--

(۱۲۶)

<p>عاشقوں کی زندگی بھی چیتاں ہوتی گئی جو دعا پیچی و دیر بولار کاں ہوتی گئی روح بلیں تو بزمِ آشیان ہوتی گئی ہو بھی آئی فصل گل فصل خراں ہوتی گئی</p>	<p>باز چو نکلی زباں راستاں ہوتی گئی بے نیازی کی کوئی جگہ بھی ہو لے بندہ نو لے چا اھیاد تو کیا یاں و پر ہی لیچلا بلیں ماتم کریں تقدیر کا تو کیا کریں</p>
--	---

<p>جب وقار پرستی ہم نے شاعری طو دیا دختِ رزمی پار سا بھی بدگیاں ہوتی گئی</p>	<p>بدی ۲۵</p>
--	---------------

(۱۲۷)

<p>وہ مینا نے سے واصل نہیں عرفاں کر سکتے کہ وحشی امتیاز حبیبِ داناں کر نہیں سکتے نری خاطر جہاں ظلم ویراں کر نہیں سکتے</p>	<p>جو میکش نذر ساقی نقدایماں کر نہیں سکتے وہ الفت میں فرقِ کفر و ایمان کر نہیں سکتے وہ تہہ میں فاکا حمد و پیاں کر نہیں سکتے</p>
---	---

کہ یہ فرزانگی طفلِ دبستان کر نہیں سکتے اسیرانِ بلا اب آہِ سوزناں کر نہیں سکتے پیشیاں ہو نہیں سکتے پیشیاں کر نہیں سکتے کہ وہ خود بھی مری مشکل کو آساں نہیں سکتے درِ توبہ کھلا ہے اور عصیاں کر نہیں سکتے	کر میں ضبطِ محبت قیس لیلیٰ ہو نہیں سکتا فقس صیاد نے زیرِ شیمن کھریا لاکر وہ اپنے جو پرہم سے ہم اپنی جان شاری سے کسی کا کیا نگہ جو ریاں ہی ایسی حامل ہیں فرشتوں کے مقدر پر مجھے افسوس ہوتا ہے
--	--

۶۵۶

تصور میں ہو جب تک کہ فی فردوس رخِ شامِ گل
نہیں شعر کو رشکِ گلستاں کر نہیں سکتے

(۱۲۸)

چشمِ غیرت سے اگر گور سکتے رد دیکھتے اُس کی ٹھوکر سے اگر بچتے تو محشر دیکھتے میکرے کی بھی کسی ناپ پی کر دیکھتے آپ زنداں کی ہر اک دیوار کو درد دیکھتے ورنہ عصیاں کے ممے دفتر کے دفتر دیکھتے پہلا پنہا دستِ نازک بند پرورد دیکھتے ورنہ تیغِ نازِ جاناں تیرے جو ہر دیکھتے ہم اگر ہوتے تو اسے بو سنی مکر دیکھتے	اہلِ عالم اور ہی عالم کا منظر دیکھتے مٹتے مٹتے فتنہ ہائے دہر آخر کہہ گئے عظمت کو تر مسلم حضرتِ واعظ مگر کیسے مانوں آگئی ہوتی اگر فصلِ بہار لکھتے لکھتے بھول جاتے ہیں فرشتے کیا کروں بسملوں سے سخت جانی کی شہادتِ قبول سرفروشی کی تمنا ہی جہاں سے مٹ گئی آپ تو بس ایک ہی ادنیٰ بھدک کے ہو گئے
---	---

۷۹۶

ساتی کو شر کی پڑ جاتی اگر شاہِ اعلیٰ نظر
خانہٴ دلِ عرشِ اعظم کے برابر دیکھتے

(۱۲۹)

دنیا میں یہ دولت کیا کہ ہر عزت کوئی نہ پہنچے منظور اگر ہر پناہ ہی تو غیر کے ہاتھوں میں پہنچے	اُس ائمہٴ تربیت حاصل جو خود تادمِ کعبہ ساتی کے کرم پر کیوں رہا احسان کی کیوں پہنچے
---	---

یہ چاک جگر کے افسانے بیکار بھی ہیں اور چھوٹے بھی	سینا تو فوج کے دھاکے سے امر غزل کو سی لیجے
قسمت سے زیادہ ملنے کی امید رکھتے ہیں حتیٰ کہ	مقصود کا لکھا ملتا ہے سو بار نہ لیجے یا لیجے
احسان نہ کیجے شاعری پر محتاج نہیں بخشش کا	یہ کاغذی سکے۔ کاغذ کے گل ساز ہٹنا کر کودے

(۱۳۰)

کعبہ کا جو کعبہ ہو وہ کا شانہ بنا دے	ورنہ دل نا شاد کو ویرانہ بنا دے
دل کعبہ بنا دے نہ صنم خانہ بنا دے	کچھ اور ہی اے جلوہ جانا نہ بنا دے
ہشیار کو دیوانہ تو دیوانے کو ہشیار	چاہے تو ابھی ساتی مستانہ بنا دے
ٹوٹی ہوئی تو بہ مری بیکار نہ جائے	ساتی اسے ٹوٹا ہوا پیمانہ بنا دے
کچھ دور نہیں ساتی کوثر کے کمر سے	رندوں کے لئے خلد کو مینا نہ بنا دے
وہ ہوش ہیں آئے بھی تو کیا ہوش ہیں آئے	مد ہوش جسے جلوہ جانا نہ بنا دے
اپنی نگہ شوق میں اتنی تو ہے قدرت	جس سنگ کو چاہے اسے تنجانہ بنا دے
پیمانہ نہ ہونے کا تو کمر عذر نہ ساتی	تو بہ کو مری توڑ کے پیمانہ بنا دے
تقدیر بدل دے مری اک قطرہ حیر سے	قسمت میں جو گردش ہو تو پیمانہ بنا دے
ہشیار کہ تاثیر محبت ہے یہ یلیٰ!	دیوانگی قیس نہ دیوانہ بنا دے

کہنا رنی سوچ کے اے حضرت شاعری	موسیٰ نہ کہیں جلاوہ جانا نہ بنا دے
-------------------------------	------------------------------------

(۱۳۱)

دیوانہ محبت کا تقاضا نہ بنا دے	یلیٰ کو غم قیس تماشا نہ بنا دے
میں ذوق نظارہ کا تو قائل نہیں ہوتا	جب تک تری تصویر کو گویا نہ بنا دے
نفرت ہو اچھ سے لگنے دشمن ایمان	تاثیر محبت تجھے مجھ سانہ بنا دے

محشر میں بکھروسہ ہو فقط تیرے کرم کا	یہ دامن ترجمہ کو تماشا نہ بنادے
ختم دوش پہ بیانیہ بکفن جاتے ہیں شاعری	ایضاً
محشر میں یہ ترکیب تماشا نہ بنادے	

(۱۳۲)

لکھا ہی میکدے پر دور ہی میری کرامت سے	کوئی محروم رہ جائے بہارِ باغِ جنت سے
ہمیں نکار کب ہو محتسب تیری اطاعت سے	درِ پیرِ معاں پر دیکھتے ہیں ایک سات سے
صدا دیتا ہی ہر ذرہ بیابانِ محبت کا	یہاں کی آدمیت ہو گزرا آدمیت سے
وہ آنے کو تو آئے ہیں دعا کا جب اثر جانوں	تری قدرت سے بڑھ جائے یہ شبِ وقیامت سے
نہ رکھ پائندہ دشتِ فصلِ گل میں جذبِ وحشت	نخل جاقبیس کو لیکر کہیں صحرا کی وحشت سے
نہ چھڑوانے فرستو غمزدہ ہوں صبر کرنے دو	حدا ہو کر ابھی آیا ہوں یارانِ طریقت سے

غلامِ ساقی کو ترہوں شاعری میری تربت پر	حقیقت ہے کہ
شرابِ مغفرت برسا کرے گی ابرِ رحمت سے	نہایت ہے

(۱۳۳)

سنوارا چاہتے ہیں جب کبھی حدت کو کثرت سے	بنادیتے ہیں اک چھوٹا دل خالِ محبت سے
کبھی زائے نار ہوتا نہ وہ دل کی حقیقت سے	اگر دو حرف پڑھ لیتا کسی اہلِ محبت سے
نہیں نکلے گا زاہد کام طاعت اور عبادت سے	نخل جائے تو محشر میں نخل جائے نہ امت سے
گزرنا ہو شرافت سے گزرا آدمیت سے	لکھا کرتے ہیں جو ہر آدمیت کے شرافت سے
کچھ اس انداز سے رحمت نے پریش کی کہ سر کیا	ہیں الحقا ہو کر کراؤنگ خاکِ بندہ امت سے
تری دریا دلی ہوتے بھی ای دریا رہا خالی	جواب اپنے سب کو دیکھتا ہی چشمِ عبرت سے
نہ جاںِ افتاد دل خالی مگر سرخِ ہاںِ کثرت	حقیقت ہے محبت سے نہ امت سے نہایت سے
فیضِ بعیتِ پیرِ معاں کا اک کرشمہ ہے	کہ ہو آگاہ ہر میکش دو عالم کی حقیقت سے

بہار آئی خزاں گزری خزاں گزری بار آئی	بکھرت تھکے ہا ہوں وزن دیوار زناں سے
دہ بیٹھے حضرت پیر مغان کے سامنے شاعری	نہیں تھی وہاں سے
شراب و زاریاں پیاری ہیں جام عرفاں سے	نہیں تھی وہاں سے

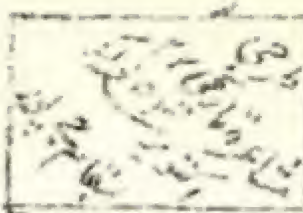
(۱۳۸)

وہ انداز پرستش و عشق تو ہے فرزاؤں سے	کوئی کیا پوچھے گاہم عشق کے دیوانوں سے
آدمی ہی نہیں پتھر بھی حسد میں بیٹھتا	بے نیازی کی کھلی نشان تو بخاناں سے
یہ کسی چشم سید مست کا دیکھا اعجاز	کام ہر شیار بادل لیتی ہو دیوانوں سے
میری تہ بہ کا پتہ پوچھ نہ مجھ سے واعظ	پوچھ لے جا کے چھلکے تہ بہ پیمانوں سے
یہ کرامت ہے بتوں کی جو حرم سے نکلے	اک جہاں کر دیا آباد غم خانوں سے
پیر مغان سے لے شیخ ملتیں کیا نسبت	اس نے مغانہ سجا رکھا ہے ایمانوں سے
یہ جو برہم ہوں تو برہم ہو نفع عام عالم	کوئی تیرے کبھی زلف کے دیوانوں سے
عقل کے دوش پہ اور ہوش کے سر مل لیا	بار دنیا نہ اٹھا جب ترے دیوانوں سے

بہت پیر مغان دیکھ کہ دیکھا شاعری	نہیں تھی وہاں سے
مومن کو شر کو اُلتا ہوا پیمانوں سے	نہیں تھی وہاں سے

(۱۳۹)

کشتے سے کشتے میں تری نعل پریشاں کے	فرسے صبح وطن میں آگے گشتام غویاں کے
بہار آئی ہوئے سماں جنوں قتلہ سماں کے	پیام آنے لگے زنجیر و زندان بیاہاں کے
تہا سے آستان آداب اٹھیں بھی تو اٹھیں کوئی	بہت احساں ہیں سر پر پاسبان کے اور دواں کے
مری حشمت کے ہیں احساں ہر اک خار سیاہاں کے	ہیں فکر و ہمدردی من کے کہیں پر زگیاں کے
نہ اٹھیں گے زشتی سے قیامت میں نہ اٹھیں گے	کوئی تو چار و قدر میں ہمارے بار بھیاں کے
خیر کیجئے خدا اسے دامنِ تنافل کی	کہیں نہ لگ جائیں ہمارے خون ارماں کے

	کبھی آکر تو دیکھ عجب بیخانہ شاعری شہر اس بوناب پیتے ہیں کہ ساغر نورایاں کے	
--	---	--

(۱۲۰)

کسی طرح آباد رہنے نہ دیں گے یہاں قیصر و فراد رہنے نہ دیں گے خدا کو بھی کیا یاد رہنے نہ دیں گے تو گلشن کو آباد رہنے نہ دیں گے تو عالم کو آباد رہنے نہ دیں گے خدائی کو بر باد رہنے نہ دیں گے یہ مانی و بہ سزا رہنے نہ دیں گے یہ بنیاد و بیسداد رہنے نہ دیں گے ہمیں کوں عیاد رہنے نہ دیں گے	ہمیں شاد و ناشاد رہنے نہ دیں گے دنیا کو انصوائے دشت بےھاووں خدائی تو ساری بیٹوں نے سنبھالی ایسی باغیاں ہیں یہی ہر جگہ ہیں کرشمے یہی ہیں جو دیر درجہ کے بنائیں گے دنیا کو ہم رشک گلشن! تری ہے شالی زمانے میں قائم اٹھے ہیں کمزور سے دست تالہ ہمارا ہے گلشن ہمارا نشین
--	--

جگہ	یقین ہے یہ شاعری کہ ساتھی کوثر تجھے وقت فریاد رہنے نہ دیں گے	
-----	---	--

(۱۲۱)

پیل پڑی ہوئی ہے گل تر کے سامنے جانیں ہزار بار وہ محشر کے سامنے قصہ یر بن گیا رخسار نور کے سامنے کوثر ابل پڑا ہوا کے گھر کے سامنے شیشے کو توڑ ڈالے ساغر کے سامنے جوہر کی جلیہ طالب جوہر کے سامنے	سب سے میں کب ہوں میں رخ دلبر کے سامنے جو آچکے ہیں قامت دلبر کے سامنے اللہ دے حسن عارض جاناں کہ آئینہ دیکھیں تو کتنی پیتے ہیں زندان باصفائے کہتی ہیں اس کی چشم مے دل کو دیکھ کر رحمت کی ہو نظر میں معاصی کی وہ ہی قدر
--	---

<p>لا حول یاد آئی نہ ساغر کے سامنے جے پور یاد ہو مجھے سانہر کے سامنے لیکن خطا معاف مقدر کے سامنے دو چار جام رکھ دے منیر کے سامنے کرنا کچھ عرض داؤد محشر کے سامنے شکوہ کیا مگر نہ مقدر کے سامنے کیا کہدیا نسیم گل تر کے سامنے ذکر ہمار بلبل بے پر کے سامنے</p>	<p>دیے تو بات بات پہ کہتا ہی محتسب بار و بنا ہوں کانِ نمک کانہ میں نمک چاہے تو بخش دے وہ دو عالم کی نعمتیں کیسب بیاں کے واسطے کافی ہوا ہتمام شانِ عبیدیت سے یہ اپنی بعید ہے سر سے اٹھائے جو رہے اور چپ رہے ہر سینہ چاک اور ہر کس کے فراق میں جیاد تجھ پہ برق گرے اور پھر گرے</p>
---	--

یعنی ہودا حضرت شاعری تو اک غزل
پڑھے جناب اختر کوثر کے سامنے

(۱۴۲)

<p>شیشہ رکھا ہے ساتی کوثر کے سامنے ہوتے چلو نہ ساتی کوثر کے سامنے رکھ آئے جام ساتی کوثر کے سامنے پہنچا دیا ہے ساتی کوثر کے سامنے اب پی کے دیکھ ساتی کوثر کے سامنے جو سرخ رو ہیں ساتی کوثر کے سامنے کیا نخل ہے ساتی کوثر کے سامنے</p>	<p>ول کب ہر اس کے عارض انور کے سامنے کیا جانے کیا ہودا و محشر کے سامنے ماریوس ہو چکے جو مقدر کے سامنے ساتی نے دیکھے جام سے خوشگوار کا مے سے مراد معرفت کر دگا رہے سارے یہی تو پیر مغاں کے مرید ہیں کیوں محتسب سمجھ نہ سکا معنی شراب</p>
--	---

۱۲ مرزا اختر یار بیگ اختر فرید آبادی ۱۲

۱۲ مملوئی منظور احمد کوثر سندریلی - خواجہ تاشان مصنف ۱۲

یہ تو بتاؤ شیخ کہ وہ کب ہوئی حرام شیشہ نعل میں دو شش پہ غم ہاتھ میں سہو ساقی مزہ تو جب ہی کہ تیرا بکے شراب روزہ ازل سے بادہ کشان شراب عشق دید و صلائے عام کہ آجائیں وہ جاں	پیتے ہیں جس کو ساقی کوثر کے سامنے ساقی چلا ہے ساقی کوثر کے سامنے روزہ جزا میں بادہ کوثر کے سامنے بستر جمائے بیٹھے ہیں کوثر کے سامنے پیر مغال کا وعظ ہے کوثر کے سامنے
--	--

شاعری یہ روح حضرت مائل کا فیض ہے اک نعت پڑھے ساقی کوثر کے سامنے	ایضاً
--	-------

(۱۴۳)

سب فریب دیدہ ہو گیا سماں ہی سامنے میری نظروں کے مکان لامکاں ہی سامنے جو ہر قابل کا دشمن ہو ہی جاتا ہے ملک گو کہ بیٹھا ہوں حرم میں لب پہ ہر نام خدا برق کو اپنے تڑپ کر خاک کرنے سے غرض اب مے سجدوں کی ہی مقبولیت کہ سودا کو چڑھ قاتل سے اب اٹھتا نہیں اپنا قدم محو حیرت ہوں کہ اب سجدہ کرو یا کچھ بڑھوں	ایک جو نیم شب کا کچھ دہواں ہی سامنے پھر نظر آتا نہیں اور بے گماں ہی سامنے دیکھ لیجئے آج بھی اردو زبان ہی سامنے دیدہ دل کے گر گئے بستان ہی سامنے اُس کو کیا پروا کہ کس کا آشاں ہی سامنے تم ہو دل میں اور تمہارا آستان ہی سامنے کو بلا ہی سامنے یا غ جہاں ہی سامنے آستان ہی سامنے یا لامکاں ہی سامنے
---	---

اور تو مسجد میں جو کچھ ہے شاعری مگر یہ بڑا آرام ہوئے کی دوکان ہی سامنے	محکم دلائل سے مزین و متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ
---	---

(۱۴۴)

۱۴ نعت - مجموعہ نعت میں دیکھی جاسکتی ہے ۱۲

<p>بہت ہیشا دیکھے میکر کے بے خبر میں نے غمِ فرقت میں کاٹی ہیں بہت شام و سحر میں نے پرستش جن کی بتانے میں کی تھی عمر میں نے نہ چھوڑا پر نہ چھوڑا میکہ کے کا سنگہ میں نے نہ آہیں با اثر دیکھیں نہ ٹالے کار گر میں نے بہت دیکھے ہیں حضرت آپ جیسے چارہ گر میں نے نہ آیا کوئی خط آن کا نہ بھیجا نامہ ہر میں نے تیرے گھر کے گھر میں نے خدا کے گھر کے گھر میں نے یہاں کرتے تھے زباہر گھر میں نے گھر میں نے سیانا رانز سے بارہا چاک جگر میں نے تصور میں بھی دیکھے ہوں گرد و ارہ میں نے یدربینا کلیم اللہ نے داغ جگر میں نے</p>	<p>بہت بیہوش پائے تھک کے دیدہ ور میں نے گونٹے عارض و کا کل کے اپنے پر چھٹے مجھ سے وہی تو سنگدل پتھر کے ٹکڑے بے وفا نکلے بلا دے پر بکڑے کبہ و بتخانہ سے آئے فلک بھی جوں کا توں ہوا دھلک کے رہنے والے میجا بھی اگر آئیں نہ کہتا ہے یہ دردِ دل تعلق اہل دنیا سے جو باقی ہو تو اتنا ہے انیس اک خانہ دل ہی بہت برباد دیکھے ہیں وہاں تو مل گئی جنت گنہگار و نکو پہلے ہی رفو تھک کے لئے بیابانگی نے کچھ نہیں چھوڑا وہ صحرا گرد ہوں جوشِ جنوں مجھ کو قسم لے لے کسی کو رشک کیوں ہوا اپنا اپنا پایا حصہ</p>
---	--

چند

بجا کہتے ہیں شاعری مجھ کو میکش پیو بخاند
 سکھائے بادہ خواری کے طریقے عمر بھر میں نے

(۱۴۵)

<p>جلوہ افکن جو رخ یار ہوا جاتا ہے مانتا ہوں کہ نہیں لائقِ رحمت لیکن مدعی حق پہ ہیں یا میں ہوں ابھی دیکھو گے اس کی وزیدہ نگاہوں کا اثر دیکھ لیا تو نے دولت وہ عطا کی ہو کہ بندہ تیرا قصہ سہمہ و منہ و سرے چلتا ہی پتہ</p>	<p>دل میں اکو جمع انوار ہوا جاتا ہے وہ بنادے تو گنہگار ہوا جاتا ہے فیصلہ اس کا سرور ادا ہوا جاتا ہے تیرے سینے کے اک پار ہوا جاتا ہے دونوں عالم کا خریدار ہوا جاتا ہے روز و شب حسنِ جفا کا ہوا جاتا ہے</p>
--	--

پڑتی رہتی ہیں تری جیسا پہ لگا ہیں ساقی شملہ حسن سے پھر ہو نگرے دنیا ساری میں بیبیوں میں یہ چرچا ہے کہ اُس کا کوچہ ہم کو معلوم ہے موسیٰ کا دکھی جرات کون کہتا ہے کہ تم حسن میں لاشافی ہو آہ اتنا تو تجھ غم و اندوہ نہ گھیر	جانے کیا چیز وہ میخوار ہوا جاتا ہے سرداب عشق کا بازار ہوا جاتا ہے دولت حسن کی سرکار ہوا جاتا ہے دیکھ لینا ابھی دیدار ہوا جاتا ہے آئینہ دیکھئے اظہار ہوا جاتا ہے سائنس لینا مجھے دشوار ہوا جاتا ہے
--	--

پیلے انجام پہ کرنی تھی نظرے شاعری
قلزم عشق سے اب پار ہوا جاتا ہے

(۱۴۶)

منظر حسن کا اظہار ہوا جاتا ہے ہو کے شیدا کے بتاں خوار ہوا جاتا ہے اب تو چلنا مجھے دشوار ہوا جاتا ہے میکہ سے پر جو نہیں ساقی کوثر کی نعل اک تماشہ کوئیر نگہ زمانہ بن کر اُس کی رحمت کے سزاوار خاص بن کر شہرہ رحمت خلاق و دو عالم سن کر	اک جہاں اُس کا طلبگار ہوا جاتا ہے دل ہی خود جان کا آزار ہوا جاتا ہے سر پہ عسکریاں کا بست بار ہوا جاتا ہے مست سے مست بھی ہشیار ہوا جاتا ہے دل سا خلوت کہہ بانہار ہوا جاتا ہے ہر گنہگار گنہگار ہوا جاتا ہے پار سا بھی تو گنہگار ہوا جاتا ہے
---	---

کیا تماشہ ہو کہ گلزار سخن میں شاعری
مدعی نکل کا ہر اک غار ہوا جاتا ہے

ایضاً

(۱۴۷)

عشق صادق ہو تو خود راہ نما ہوتا ہے اور تو آئینہ اسے وہ غلو کیا ہوتا ہے	خضر بھی ورنہ جو لمبا میں تو کیا ہوتا ہے ایک لے جسے کے جہنم کا پہلا ہوتا ہے
---	---

خزہ زن شیوہ اربا سہر و فاموتا ہے
 یہ سمجھتے ہیں کہ پتھر تو خدا ہوتا ہے
 اور کیا کام ترا باد صبا ہوتا ہے
 ذکر خیر ہی سے دم آن کا فنا ہوتا ہے
 دیکھنا حشر کے میدان میں کیا ہوتا ہے
 مال و اقبال حقیقت میں گدا ہوتا ہے

دل جو آمادہ اظہارِ حشا ہوتا ہے
 بُت بنے بیٹھے ہیں بُت کہے تو ہوتے ہیں خفا
 کبھی اس پھول کو چھیرا کبھی اُس کو چھڑکا
 عرصہ عشق نہیں اہل ہوس کا میدان
 دین کی آڑ میں دنیا کو کمانے والو
 آج اس در پہ ہر گل اُس پہ ہر پھول اُس پر

بے شکوہ ہوتا ہے
 بے شکوہ ہوتا ہے
 بے شکوہ ہوتا ہے

دیکھ کر دنگو حریفانِ زمانہ شاغل
 شکوہ ہوتا ہے گر شکوے سے کیا ہوتا ہے

(۱۴۸)

مجھے قائم کیا اک عالم انوار کرنا ہے
 سکوتِ بدعا کو عالمِ اسرار کرنا ہے
 مجھے نابودِ فرقِ راحت دآزار کرنا ہے
 یہ کتا ہی جہیں کو آستانِ یار کرنا ہے
 زلیخا کو ہمیں رسوا سرِ بازار کرنا ہے
 دلِ دیدہ نثارِ حبسِ دلدار کرنا ہے
 انیس شاید کسی کو نقشِ پردِ یار کرنا ہے
 مجھے بھی امتحانِ طاقتِ یدار کرنا ہے
 مرتب کیا تمہیں مجموعہٗ اشعار کرنا ہے
 کمالِ عشق کا قایم اگر معیار کرنا ہے
 مری آنکھوں میں آبیٹو اگر دیدار کرنا ہے
 مجھے شاید سیرِ حلقہٗ زنا کرنا ہے

نگاہِ شوق کو منت کشِ آزار کرنا ہے
 فغانِ نیم شب سے حسن کو بیدار کرنا ہے
 تماؤں کو خاک کو چڑو لہار کرنا ہے
 تہیہ سا تہیہ ہم دل شوریدہ ساماں کا
 زبانِ حال سے کہتے ہیں جلوے حسنِ یوسف کے
 سنبھلنے دے ذرا ای ذوقِ نظارہ سنبھلنے دے
 نہیں ہیں بے سبب یہ جلوہ ہائے عجاہات
 دُورِ شوق کتا ہو سنبھل ای ذوقِ نظارہ
 مجھے تاکیرِ مالہ غیر سے فراموشِ نغمہ
 من تو کا شامے امتیازِ رہبرِ ولایت
 کہاں کا طور کسی التجا لے حضرتِ موسیٰ
 نہیں جلوے ستم خانے میں تیرے بے سبب کافر

کہاں کا جام اور کیسا سبوی پر میخانہ	انکا ہوں سہ مجھ کر دے اگر سرشار کرنا ہے
یگو لے کہ رہی ہیں دشت دشت کیے راہ اٹھ کر	کہ سرگشتہ ہیں لیلی کو محبوں وار کرنا ہے
عدم کو جانے والے جا رہے ہیں حضرت شاعلم	کھٹو جلدی کرو رخت سفر تیار کرنا ہے

(۱۲۹)

اس نے تیرا جمال دیکھا ہے	یہ نظر کا کمال دیکھنا ہے
کفر کا بھی کمال دیکھا ہے	معصیت رخ پہ خال دیکھا ہے
تیرا رحمت کمال دیکھا ہے	جب ذرا انفعال دیکھا ہے
زہد و تقویٰ کو بار بار ہم نے	غرقِ جامِ سفال دیکھا ہے
اُس سے پوچھو کس نے کیا دیکھا	جس نے ترا جمال دیکھا ہے
گلشنِ دہر میں گلی تر کو	بار بار پامال دیکھا ہے
ٹوٹ جاتی ہو ابر آتے ہی	میں نے توبہ کا حال دیکھا ہے
پھیرتے ہیں کلیم کو عاشق	آپ نے بھی جمال دیکھا ہے
اُس کی رحمت سے سکی بخشش سے	دو جہاں کو نہال دیکھا ہے
کیا جہانِ خراب کو دیکھیں	ہم نے تیرا جمال دیکھا ہے
جب پڑی ہو تری جہیں نشکن	شیشہ دل میں بال دیکھا ہے
ہر گدائے شراب خانہ کو	رہز صوفی مثال دیکھا ہے
میں نے رشک ہزار میخانہ	اپنا جامِ سفال دیکھا ہے
جس کا دشمن نہ ہو گیا ہر فلک	کوئی اہل کمال دیکھا ہے

میکدے بھر میں ایک شاعلم کو
صاحبِ حال و قال دیکھا ہے

صاحب

(۱۵۱)

<p>تیرا آہ کوئلے کو سپرہم نے کیا ہے پھولوں سے محبت و خلش خار سے رکھی رسوا نہیں، بدنام ہمیں غیر کو دشمن مانا کہ ترے جلوں سے مہر و پختی دنیا آنکھوں سے لیا کام کبھی سر سے لیا کام انبار خطاؤں کے معاصی کے خرم نے دنیا کا یہاں ذکر ہی کیا کیجئے تعزیر غمازین راز نہ کہہ منہ سے تو کچھ پھوٹ پوچھو نہ سب بختی آشفتمن و جاں</p>	<p>یوں معرکہ عشق کو سپرہم نے کیا ہے اس طرح گلستاں سے گزرہم نے کیا ہے تو نے نہیں اے دیدہ ترہم نے کیا ہے عالم کو مگر اہل نظر ہم نے کیا ہے گوچہ کا ترے جب بھی سفر ہم نے کیا ہے تیار عجب رخت سفر ہم نے کیا ہے محشر میں گنہہ کوئی اگر ہم نے کیا ہے کیا تیرا بڑا دیدہ ترہم نے کیا ہے کچھ ایسا ستم کیوں کر ہم نے کیا ہے</p>
---	--

یہ سنا سنا ہو رنگ اس کا ہی شعاریں شاعریں
جس اُم جہانت سے حذر ہم نے کیا ہے

(۱۵۱)

<p>ساتی پلا وہ بادۂ جادو اثر مجھے انصاف میں تمہارے غضب کی یہ بات ہے اتنا تو بے خبر نہ سمجھ اے خیال یار چھپنا مری نگاہ سے منظور ہے اگر بحرِ کرم کی موج بہا لے گئی اُسے جاؤں نہ شکدے کو حرم سے تو کیا کروں کننا بلند ہے مری وحشت کا مرتبہ اب آستان سے اپنے اٹھاتے ہو کس لئے</p>	<p>ہو جائیں مست دونوں جہاں لیکھ کر مجھے موسیٰ کو حوصلہ دیا تاب نظر مجھے تو دے سکے فریب برنگِ دگر مجھے چھوڑاؤں مراں سے کہیں دور تر مجھے تو بہ جو یاد آگئی وقت سحر مجھے ٹانگے بھی دے کہیں مراد و حق نظر مجھے فریاد و فیس کہتے ہیں شوریدہ سر مجھے دنیا کا تادیکہ بھال کے پہلے ہی سر مجھے</p>
--	--

ملا ہے آئینہ حسن چہ مثال مجھے
 کہ دو جہان دے اُس نے بے سوال مجھے
 تجھے جمال ملے صاحب جمال مجھے
 خدا نے دی ہی نہیں عادت سوال مجھے
 خیال کفر دلاتا رہا خیال مجھے
 بنادیا غم کونین کی مثال مجھے
 یہ نخل کر نہیں سکتا کبھی نہال مجھے
 کشاں کشاں لئے جاتا ہوا بال مجھے
 بتا گیا ہے ترا خیال اپنا حال مجھے
 ملا نہ شیشہ دل میں کسی کے بال مجھے

نہ میرے دل میں کہ درت نہ کچھ ملال مجھے
 طلب ہر کفر طلب کا ہو کیوں خیال مجھے
 دعا یہ دیرہ موسیٰ کو میں تو دیتا ہوں
 مری بلا سے وہ قارون ہو کہ حاتم ہو
 یہ اُس کے معصوم روئے میں کہنا ہے
 حیات موت کے جھگڑے میں پس کراؤں نے
 ثمر کی سرو سے امیر واکے نادانی
 کسی کی زلف کا سو دا بھی اک صیبت ہے
 میں انتخاب کا نقطہ ہوں بیت ابرو کا
 عجب حفاظت ساقی ہو۔ بادہ خواروں کی

ایضاً

وہ درس گاہ تھی یہ ہمیکہ ہوائے شاعری
 خدا نے قال سے بخشی ہے بزمِ حال مجھے

جلوے کو اُس کے ذوقِ نظر بقرار ہے
 ہر طائر خیال کا پر بقرار ہے
 دل جانتا ہے خوب مگر بقرار ہے
 میری دعا کے واسطے در بقرار ہے
 بیتاب وہ ادھر یہ ادھر بقرار ہے
 کس کے لئے نسیم سحر بقرار ہے
 رحمت کچھ اس سے تیرے مگر بقرار ہے

دل بقرار ہے نہ جاگیر بقرار ہے
 کس کی ہوا شوق میں اڑنے کے واسطے
 وہ خود تو کیا پیام بھی اڑکا نہ آئے گا
 نکلے اگر زباں سے تو بابِ اثر کھلے
 رودادِ حسن و عشق کی اس کے سوا نہیں
 جاتی ہے بار بار تو آتی ہے بار بار
 تردا ہنی و شوق میں رحمت کے مضطر

ککشن ہو کوہ و دشت ہو کنتی نہیں کہیں	اللہ کیوں نسیم سحر بیقرار ہے
حاضر ہو دل بھی جان بھی پھر نیاز و نذر	تیسرا لگا دیا اگر بیقرار ہے
جب سے نہیں ہوتا گلستاں میں آئیناں	بیتاب برق ہے نہ شر بیقرار ہے

شاعری برائے خاک نشینان میکدہ	۱۶۳
رحمت کی چشم خلد اثر بیقرار ہے	

(۱۵۵)

میری زبان ہے نہ تمہاری زبان رہے	پھر آپ ہی بتائیں کہ اردو کہاں رہے
پروا نہیں کسی کی جو وہ نہس رہا ہے	دنیا رہے بلا سے اگر سرگراں رہے
اس کا تو غم نہیں کہ مرا آئیناں ہے	ککشن نہ رہ سکے گا جو تم باغبان رہے
اردو زبان ہند میں یوں کامراں ہے	دانتوں کے درمیان میں جلیں باں رہے
زیر فلک رہا نہ کسی کا نشان ہے	باقی اگر رہے تو مری داستاں رہے
کافر ہی بن سکے نہ مسلمان ہو سکے	جب تک اسیر حلقہ وہم لگاں رہے
جب مر گئے تو مر گئے پھر اسکی فکر کیا	باقی سہرا رہے نام و نشان رہے
وہ ہر باں نہیں تو کوئی ہر باں نہیں	وہ ہر باں رہے تو جہاں ہر باں رہے
اُس کو دکھاؤں اپنے مقدر کی گردشیں	دو چار دن جو ساتھ مرے آسمان رہے
پیر فلک نے جو صلے کیا کیا کئے نہ پست	لیکن ہمارے غم تو کچھ کھی جاں رہے
دل میں مکیں ہی صدق و صفا و خلوص ہر	آئے اگر خیالی ریا تو کہاں رہے
دنیا و قبر و حشر کے آگے بھی ہے مقام	انسان دل لکا کے ہے تو کہاں رہے
اہل زمین ہی تاسر عرش بریں رسا	دشمن رہے بلا سے اگر آسمان رہے
توبہ ہماری ٹوٹ کے جنت مکیں ہوئی	بیباں تمہارے ٹوٹ کے لیکن کہاں رہے
مسجد بھی خانقاہ بھی خالی تھی شیخ سے	پوچھے کہی جناب محمد صفت کہاں رہے

جہاں وسبوح صراحی و خم ہیں بھرے ہوئے	آئے غریب تو بہ تو آکر کہاں رہے
اک جرّے شراب سے شاغل تمام عمر	بی فکر و جہاں سے رہے ہم جہاں رہے

(۱۵۶)

رسائی اہل بیخا نہ کی کیا کہنے کہاں تک ہے	کسی کی آسمان تک ہر کسی کی لامکاں تک ہے
مرے مشرب کی وسعت کیا بتاؤں میں کہاں تک ہے	ادھر شیخ حرم تک ہی ادھر پیر معان تک ہے
نہ داغ دل ہی رشک جنت لغو دوس ہیں	بہار گلستان شش چشم خوں چکاں تک ہے
گر شمع کیا ادا کیا ناز کیا انداز و عشوہ کیا	ہماری جاں کا خواہاں تو آنکھ پارساں تک ہے
ہو اکیسی بندھی ہو دیکھئے اور بات اتنی ہی	رسائی دیرو کعبہ کی تمہارے آستان تک ہے
ادب کی معرکہ آرائیاں ہیں نرم عالم میں	ارادہ لشکر وارد و کاہد اصغہاں تک ہے
خدا رکھے سمجھی کچھ ہی ابھی تو خاندول میں	عقیش ہو درو ہو فریاد ہو دو دفعاں تک ہے
جواب حشر کیا دوں میں ہر شتوں کو یہ کیا سوچی	مرے اعمال میں لکھی اردو زبان تک ہے

ہمیں بھی کوثر و نینم کا چسکا ہو اوشاغل	ہماری بھی رسائی محو فروشوں کے دکان تک ہے
--	--

(۱۵۷)

میکدہ ہوا و رد و جام ہے	جنت و کوثر اسی کا نام ہے
کس غضب کی گردش ایام ہے	میکشوں پر کف کا الزام ہے
کون کہتا ہے یہاں آرام ہے	انتہائے غم کا دنیا نام ہے
فصل گل ہو اور اسیر دام ہے	عشق کا بلبل یہی انجام ہے
آج کہتے ہیں جسے سب کوئے یار	کل مائی کا رزخ حشر نام ہے
رنج و غم کیا شہید نازبوں	حشر تک آرام ہی آرام ہے

<p>میکدے میں آج کیوں ہو شیخ وقت حالت دیر و حرم کو دیکھئے چشم مست یار کے ہوتے ہوئے مغلی اُن مغلی اے میکو جس کو دیکھو ہو وہ نیر امتلا ہے تصور کا کل و رخ کا دما شمع خود جلنے لگی پروانہ دار عشق میں تو تابِ نظاں نہیں زہد و طاعت پر ہو رحمت منحصر کچھ نہ پوچھو انقلابِ روزگار</p>	<p>کوئی پیچھے آپ کو کیا کام ہے میکدہ تو مفت میں بدنام ہے کس کو فکر گردشِ ایام ہے فکر رہن جاسنہ احرام ہے جس سے پوچھو لب پہ تیر نام ہے یہ ہماری صبح ہو وہ شام ہے خونِ ناحق کا یہی انجم ہے حسنِ ناحق خلق میں بدنام ہے تنگ نظریوں کا خیال خام ہے دختِ زری پارسا بدنام ہے</p>
--	---

۲۲	فیض ساقی کا کرشمہ دیکھنا جامِ شاعری میں مے کلفام ہے	
----	--	--

(۱۵۸)

<p>دل رشک پر ہی خانہ ہو اور لب پہ صنم ہو کیا پوچھتے ہو حالِ اسیمانِ محبت گردوں کو بڑا ناز ہو تقدیر پہ اپنی پہلے تو گرائی نگہ ناز کی بجلی آتے ہیں اگر رنجِ دالم شوق سے آئیں اک ہم ہیں کہ پھر وہاں نہیں عالم میں کسی کی آتے ہی گیا ہوش تو جاتے ہی گیا دل قسمت میں شہادت ہی نہیں دیکھی کیا</p>	<p>پورا کرے اللہ کہ پھر عنبرم حرم ہے تصویرِ قلق ہے کوئی تصویرِ الم ہے لیکن مری تقدیر سے چکر میں تو کم ہے اب ہوش میں لاتے ہو ستم پر یہ ستم ہے ہمت کی مرے پاس بھی شمشیرِ دودم ہے اک حضرتِ اعظم ہیں کہ کوہِ کونین کا قلم ہے آنا بھی ستم آپ کا جانا بھی ستم ہے ہونے کو تو شمشیرِ نظیرِ تیغِ دودم ہے</p>
--	--

طریقہ اربعہ

(109)

تری خوشی کو خوشی۔ سے عزیز تر غم ہے
 جو ایک لمحہ خوشی ہے تو عمر بھر غم ہے
 ترے قروم سے ہر نخل نخل مریم ہے
 ہمیں گناہ بھی کرنے کو زندگی کم ہے
 نہ دائمی ہے مسرت نہ دائمی غم ہے
 اداس اس عدو کا بھی ناک میں دم ہے
 جو اشکِ یزہر اک شبِ برنگِ شبنم ہے
 برائے جامِ صراحی اسی لئے خم ہے
 کوئی مقام ہوا نہایت مقدم ہے
 یہی بہشتِ بریں ہے یہی جہنم ہے
 تری تلاش میں مصروف ایک عالم ہے
 جو آپ کہتے ہیں آبِ حیات سے کم ہے
 فروغِ آتشِ گلزاو آبِ شبنم ہے
 کہ جن کے دل میں شرابِ آتشِ غم ہے

مزیل لطف عنایت کی داریوں کیجھے	تمہاری ایک نگاہ کرم ہی کیا کم ہے
جو ہو قبول تو کافی ہے ایک ہی سجدہ	نہ ہو قبول تو بیکار شکر بہیم ہے
مگر کچھ عجب ہے	جو ہے نصیب کا قطرہ بہہ گیال کے ضرور
مگر کچھ عجب ہے	نہ فکر بیش نہ شغل نہ کامیت کم ہے

(۱۶۰)

وہ کافر مجھ سے ناحق بدگماں ہے	مجھے سو غلطی اُس سے کہاں ہے
مجھی نیک سے نہ شکوہ برزباں ہے	خدا تک سے وہ کافر بدگماں ہے
نہ ہو جب آدمیت آدمی کیا	اگرچہ ہر گھڑا صاحب زباں ہے
ہماری کیا کہانی میں کہانی	تمہاری داستان ک داستان ہے
ہمیں معلوم ہے ساری حقیقت	ہمارا بھی تمہارا پاسباں ہے
برا ہو جوئے نخوت کا کہ اب تو	تمہارا راز داں بھی بدگماں ہے
وطن ہو یا ہو غربت بد زباں کی	یہاں ہو اور نہ پیش کچھ وہاں ہے
حسد کی آگ ہی دل میں جو روشن	دُشمن تیرہ باطن میں دھواں ہے

صلاحت اگر ہو تجھ میں شغل	۱۸۴
تو دنیا ہی گمستانِ جہاں ہے	

(۱۶۱)

منظرِ عبرت مگر بود چراغِ کشتہ ہے	یادگارِ روشنی دود چراغِ کشتہ ہے
سبح تو یہ ہی دیدہ عبرتِ فکر کے واسطے	سب سے بہتر مسدود چراغِ کشتہ ہے
بزم کو پر نور رکھنا اور چلنا صبح تک	بس یہی اک بات ہم بود چراغِ کشتہ ہے
بچھ کے اس نے جان پر انوں کی کسی بخاری	قابلِ تعریف یہ بود چراغِ کشتہ ہے
رات کی جھلنا رہا خاموش اور خاموش ہے	اس خوشی ہی میں بود چراغِ کشتہ ہے

کَم سے کَم اتنا تو پاسِ وضعِ ہونان کو حالِ سوز دلِ زبانِ دشتِ پرہیزِ صاف رات بھر شبِ زندہ دار اور تاسِ غزلتِ گریں	رات دن جو طرزِ مسودِ چراغِ کشتہ ہے زندگی گویا غمِ امودِ چراغِ کشتہ ہے یہ ریاضت ہی تو محمودِ چراغِ کشتہ ہے
طرزِ غالبِ حضرتِ شاعرِ نہیں آسان بات بوں سمجھے نورِ نابودِ چراغِ کشتہ ہے	۳۱ ۱۳/۴۸

(۱۶۲)

انہیں کو راہِ حقیقت دکھائی جاتی ہے وہ شمعِ حسنِ جو دل میں جلائی جاتی ہے یہ کہہ کے قبرِ ہماری مٹائی جاتی ہے ہزار سجدے جس پر نثار ہوتے ہیں زبان پہ نامِ خدا دل میں مکر و عیاری متاعِ ہر دو خطاب کہاں زمانے میں ایسا جو دل تو کوئی غم نہیں چلا جائے یہاں کی اور تو ہر شے ہیں ہی رہ جاتی عدو و خلاف وہ ناراضِ پاسبانِ غماز فقط فلک ہی نہیں ہم پہ ظلم ہے کرنا جہاں فرشتہ صفت بادہ خوار جتھے ہیں وہ آگ جس سے کہ عصیاں جلانے جاتے ہیں یہی ادا تو ہے عشاق کی پسندیدہ وہ برقی حسن کہ موسیٰ بھی تاب لانہ سکے شراب خانے میں کیسا مذاق اڑاتا ہے	کہ جن پہ برقی تجلی گرائی جاتی ہے بچھے زوہلق کی ظلمتِ ربانی جاتی ہے کہ اس میں حسرتِ پامال پائی جاتی ہے تمہاری خاکِ قدم چب لگائی جاتی ہے اسی طرح سے تو دنیا کمائی جاتی ہے مگر فیروں میں اب بھی یہ پائی جاتی ہے قلق تو یہ ہے تہوں کی خدائی جاتی ہے وہاں تو مرنے بجلائی بُرائی جاتی ہے اسی طرح سے لگی میں لگائی جاتی ہے کچھ اس میں آپ کی سارِش بھی پائی جاتی ہے بجائے فرش کے تو بہ کچھائی جاتی ہے دعا کے نیم شبی سے لگائی جاتی ہے جنہا جو اس کو نہ سوچے سمجھائی جاتی ہے ہم اے ہوش و خرد پر گرائی جاتی ہے جو میرے ساتھ مری پارسائی جاتی ہے
---	---

سمجھ رہے ہیں وہ دعوائے دید کا مقصد کہ اُن کے حسن کو غیرت دلائی جاتی ہے

غزل اک اور پڑھوں کیوں نرم میں شاعری
سخن سے کب روش میرزا آئی جاتی ہے

(۱۶۳)

<p>حرم کو دیر کو پھر کیوں خدائی جاتی ہے جہاں بھی تربیت تو بہ بنائی جاتی ہے وہاں جناب کی کب پار سائی جاتی ہے کہ اتحاد سے ان کی کمالی جاتی ہے اشک کے لانے کو شکل کشائی جاتی ہے شراب پی نہیں جاتی پلائی جاتی ہے ہماری ہر ووف آزمائی جاتی ہے انہیں کے ہوش پہ بجلی گرائی جاتی ہے بہاؤ شک نہ امت ہسانی جاتی ہے بہاؤ دل سے تیوں کی خدائی جاتی ہے تری نگاہ سے دنیا بانی جاتی ہے کہیں پھپھائے سے الفت چھپائی جاتی ہے اسی طرح سے تو غرت بچائی جاتی ہے خدائی آتی ہے جبے دمنائی جاتی ہے کب آئینہ کی صفا و صفائی جاتی ہے</p>	<p>جمالِ یار کی ضد دل میں پائی جاتی ہے اسی پہ چادرِ رحمت چڑھائی جاتی ہے جہاں پہنچتے ہیں زندانِ بادہ کش اعظ غلط ہے راہ نمایان قوم ہونے دیں دعائے وقت سحر دیکھنا کہ اب آیا یہ چشمِ مرست سے ساقی کی ہو گیا ثابت عدو کی بواہو سی کا تو کچھ خیال نہیں جہنم ہی دعوائے عقل و خرد زانے میں یہ جوئے دیدہ تر بھی عجیب ہی جس میں ہزار چاہیں اگر میت شکن تو کیا حاصل ترا تبسم رنگیں بہا یہ ہر دو جہاں کہیں بوائے سے دہتا ہی خونِ ناحق دل بتا کے خلد کی دیتے ہیں محتسب کو شراب خودی کے بعد خدائی کی راہ کھلتی ہی ہزار عکس کثافت پڑیں تو کیا پروا</p>
---	---

لے مراد روشِ مرزا مائل دہلوی ۱۲۔

غلط کہ آگ محبت کی آپ ہے لگتی یہ برقی سن کے ہاتھوں لگائی جاتی ہے

ایضاً

برای سے باز نہ آئے عدد تو کیا پروا
کہیں بروں سے بھی شاغل برائی جاتی ہے

(۱۶۴)

قدم قدم پہ قیامت اٹھائی جاتی ہے
جو خانقاہ میں نخت سکھائی جاتی ہے
نگاہ دل پہ بھی اپنے جہائی جاتی ہے
یہ آگ آگ ہی سے بس بجھائی جاتی ہے
بلا سے جائے آگ پار سائی جاتی ہے
فلک سے کس کی بگڑی بنائی جاتی ہے
وہاں تو جان کی بازی لگائی جاتی ہے
برائے دیدہ عیبت لگائی جاتی ہے
کشود کار کی کنجی، بتائی جاتی ہے
شراب عیش و محبت پلائی جاتی ہے
ہماری آہ جو بن کر ہوئی جاتی ہے
متاع دین و خرد تک چڑھائی جاتی ہے
شراب ناب سے شاہد بنائی جاتی ہے
کہ جن پہ نینج جفا آزمائی جاتی ہے
ہمارے ساتھ اگر پار سائی جاتی ہے
اُسی سے خلق کی بگڑی بنائی جاتی ہے

نگہ نگاہ سے بجلی گرائی جاتی ہے
شراب خانے میں آکر مٹائی جاتی ہے
خدا کی ساری خدائی میں ڈھونڈنے والو
شراب پی جو کھڑکتی ہے آتش عصیان
نہ جائیں آپ تو رشتہ میکہ کے کو شیخ
بہ اختیار اگر ہو تو اس کی ذات کو بس
تہار خانہ الفت میں بوالہوس کیوں بجا
ملا کے خاک میں تربت پہ خوشنماک لوح
دعا کے وقت سحر ہوا اگر بچپ آپ آب
بقدر حوصلہ و ظرف ہر طرح کش کو
فلک سے ٹوٹ کے تارے زمیں پہ گرتے ہیں
عجیب دیر محبت ہو جس کی چوٹ پر
وہ صاف قلب میں میکش کہ انکی طینت تو
حریم ناز میں وہ کامیاب ہوتے ہیں
شراب خانے سے پھر لوٹ کر نہیں آتی
دعا کے نیم شب عاشقان کا کیا کہنا

ایضاً	شب و فراق میں پی پی کے اشک غم شاعلی قلق کی آتش سوزان بجھائی جاتی ہے
-------	--

(۱۶۵)

کب اسے شوخی رفتار لئے پھرتی ہے در بدر خاک لیسر خوار لئے پھرتی ہے چرخ پر اپنے چڑھے ہوئے دنیا کی ہوس زلف مشکبیں کی نہ پوچھو وہ بلا ہی بہ بلا	ہوس گرجی بازار لئے پھرتی ہے کیا کہیں حسرت دیرار لئے پھرتی ہے سینکڑوں کافرو دیندار لئے پھرتی ہے سینکڑوں ساتھ شب تار لئے پھرتی ہے
---	--

۲۲ $\frac{9}{19}$	حشر میں رحمت حق سب کی تسلی کے لئے ساتھ شاعلی ساگتہ کار لئے پھرتی ہے
-------------------	--

(۱۶۶)

نہیں نے کیا مری جان خیر ہاتھوں سے کھینچی ہے
 نزاکت اس کے مانع ہی نہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 بُرا ہو سخت جانی کا کہ اُس نے پھینک کر خنجر
 ہماری جان ہو کر خشکیاں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 چلا ہوں سوئے صحرا جب کبھی میں جوش و حشر میں
 مری کانٹوں نے بڑھ کر استہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 نہ بہلا جب ترے محبوبوں کا دل طوق و سلاسل سے
 جنوں میں کوئے جاناں کی زمیں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 ترا ہمسر کوئی کس طرح ہو صنایع عالم نے
 تری تصویر اپنے بہترین ہاتھوں سے کھینچی ہے

ہوا مشہور چھو لینے سے جس کے صبر ایوبی
 وہ ہم نے صبر کی جبل المتین ہاتھوں سے کھینچی ہے
 جلاؤ گے مجھے کیا تم کہ میری جان تو اس نے
 لیکن آسمان چار میں ہاتھوں سے کھینچی ہے
 نہ کیوں دل میں اُتر آئے تری تصویر جب ہم نے
 محبت کی لگا کر دور ہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے

بلائے عشق سے ہے شکو شاغل ایسی دلچسپی	۲ ۱۱
جہاں کوئی نظر آئی وہیں ہاتھوں سے کھینچی ہے	

(۱۶۷)

دو نون جہاں میں قدر جو عرضیں کی ہر واعظ ڈریں گے خاک وہ نا تو ہم سے فصل بہار آتے ہی کیا رنگ ہو گیا اردو کو کیوں نہ ہند میں لہنے کا حق ملے جلوے مری نگاہ میں ہیں کچھ طور کے دنیا سے واسطہ بھی نہیں شیخ وقت کو	وہ اس کے آستان کے سب سے زمیں کی ہے سینہ میں جن کے آگے آتش کی ہے دامن کا ہوش ہے نہ خبر آتش کی ہے یہ خانماں خراب اسی سہ زمیں کی ہے تصویر جب سے دل میں کسی مدحیں کی ہے اور فکر بھی جناب کو رئے زمیں کی ہے
--	---

دنیا کے میکرے کی ہے یا باغ حلد کی	پینے سے کام ہے ہمیں شاغل کہیں کی ہے
-----------------------------------	-------------------------------------

(۱۶۸)

کیوں کشمکشِ بیم ورجا ہم کو ملی ہے اک روشنی حسنِ بفتا ہم کو ملی ہے اک یار بھی ٹوٹے نہ گئے وہ توجہنا پر	کیا ہوش میں آنے کی سزا ہم کو ملی ہے جب سے روئے تسلیم ورضا ہم کو ملی ہے سوار و فاول پر سزا ہم کو ملی ہے
---	--

پھر ہوش میں آئیں یہ نہیں ہوش کی باتیں فرقت کا کٹا دین تو شب بھر نے گھیرا خود چل دئے ہم نالہ شبگیر کی ہمراہ ہم بکرتنا اور بقا کے ہیں شنوار جو چیز کہ ہے خانماں برباد زمانہ	مشکل سے مئے ہوش رہا ہم کو ملی ہے کیا کیا نہ محبت کو سزا ہم کو ملی ہے اس طرح کہ رستے میں عا ہم کو ملی ہے گویا کہ فنا بہر بقا ہم کو ملی ہے یعنی کہ محبت وہ بلا ہم کو ملی ہے
رخصت ہوئے سب رنج و الم آتے ہی جی ہیں میں نے میں شرافت وہ فضا ہم کو ملی ہے	

(۱۶۹)

شراب عشق بھی ہو حسن کی بہار بھی ہے خزاں کا دور ہو اور زرد لالہ زار بھی ہے بس اتنی بات پہ بھر کر کم کو جوش آیا اٹھو کہ مردہ دلاں جہاں ہوں پھر زندہ تری خوشی میں خوشی ہو تری رضا میں رضا	مگر جہاں میں کوئی آج بادہ خوار بھی ہے مگر یہی ہے جو خونِ رگ بہار بھی ہے گناہگار گناہوں پہ شرمسار بھی ہے تمہارے ساتھ قیامت کا انتظار بھی ہے اگرچہ مجھ کو زمانے کا اختیار بھی ہے
پہ شعل شعرو سخن خوب ہے مگر شاعری تمہارا نرم ادب میں کہیں شمار بھی ہے	

(۱۷۰)

مے بھی ہے ساقی بھی ہے سبزہ بھی ہے ساحل بھی ہے یوں زباں پر اب آؤں گا سنا بھی ہوا دل بھی ہے دل متاعِ حسن بھی ہے عشق کا حاصل بھی ہے یہ تو سب کچھ ہے مگر اب کوئی صاحبِ دل بھی ہے

قیس ویسی ہی نہیں زندہ ہیں فیض عشق سے
 بلکہ زندہ آج تک ناقہ بھی ہے نعل بھی ہے
 جس میں صرہا آرزو آباد ہیں لاکھوں امید
 دونوں عالم کے علاوہ اک جہاں دل بھی ہے
 عاشق ناکام کو سامانِ فرحت ہے نصیب
 آبشارِ چشم بھی ہے لالہ زار دل بھی ہے
 وہ جہاں چاہے ملے کیا پوچھتے ہو اُس کا حال
 دیر و کعبہ کے علاوہ خافتاہ دل بھی ہے
 ہجر کا سوزِ دروں اور وصل کا شوقِ فزوں
 عاشقوں کے واسطے آساں بھی ہر شکل بھی ہے
 آبد و اتل پہ مقتل میں کھلا دونوں کا سار
 سرنگوں عاشق بھی ہے اور خجرت اتل بھی ہے
 کوچہ دل بریں تم جاتے تو ہوا سے دل چلو
 دل اگر مانگا گیا دید و گے اتنا دل بھی ہے
 کاش موشی پوچھ لیتے خضر سے یہ اور بات
 رہو راہِ محبت کی کہیں منزل بھی ہے

آبرو دے میکہ شاعِل کو ہم تجھیں نہ کیوں
 کوئی مینخانے میں ایسا ذکر و شاعِل بھی ہے

(۱۷۱)

یہ بھی اک شانِ کبریائی ہے	رُشک شاہی مری گدائی ہے
قید کا پھر پیام لائی ہے	سنتے ہیں پھر ہمار آئی ہے

<p> اُس کی کوئین پر خدائی ہے فاقدِ مستی یہ رنگ لائی ہے عمر بھر کی یہی کسائی ہے زاہدوں کی یہ پارسائی ہے میری تو بہ عجب ہوائی ہے دوسرا نام پارسائی ہے میکدے میں بھی کچھ رسائی ہے راست بازوں کے کچھ ادائی ہے کیا بھی تم نے آزمائی ہے یہ بھی اک شانِ لیبائی ہے </p>	<p> جس کی دہک تیرے سائی ہے میکدے میکدے گدائی ہے عشق کا غم جہاں کی رسوائی حور و غلام پہ جان دیتے ہیں آتشِ رنگ سے لگی کہ اڑی مئے گلگلوں کا بادہ خواروں میں مانتا ہوں کہ شیخِ وقت ہی شیخ حسنِ اخلاقِ حسن کیا کہنا کیوں وفا پر کھاتے ہو الزام آنکھ سے چھوٹے دل میں رہتے ہو </p>
--	--

<p> فکر دنیا و دین نہیں متاعِ عل ایسی ساتی نے مے پلائی ہے </p>	<p> جی نہیں جی </p>
---	-------------------------------

(۱۷۲)

<p> تو اپنے انہیں سب کرم یاد آئے حرم میں بچے جب صنم یاد آئے تری زلف کے بیچ و خم یاد آئے غبار سے کرم پر کرم یاد آئے ہمیں ہم بھی اہلِ عدم یاد آئے ہست دینے والوں کے دم یاد آئے کہیں اپنے قول و قسم یاد آئے جو آئے تو دیر و حرم یاد آئے </p>	<p> ابھی بھولے بھٹکے جو ہم یاد آئے عادت ہی پھر بھی کیا کم ہو و غلط پھنسا جب کوئی دامِ دنیا میں عاشق لگا زخم پر جب کوئی زخمِ تازہ نہ بھولے ہیں ایک نہ بھولیں گے تم کو بھر دے بھر دے میں یر باد ہو کر ہمیں تو ہیں سب یاد لیکن تمہیں بھی صنم یاد آئے نہ حق یاد آیا </p>
--	---

مرثہ جب ہے محبت کا فطر اکیر ہو جائے
 کہیں ایسا نہ ہو تصویر در تصویر ہو جائے
 خدا سے جو ملا چاہے فدائے پیر ہو جائے
 رہیں منت تقدیر ہر تدبیر ہو جائے

شاعر نامہ ایضاً
موسیٰ علی شاہ

وہ سوز دے کہ نفسِ شکیاز ہو جائے
وہ بے نیاز جو بندہ نواز ہو جائے
نیاز مند ترا بے نیاز ہو جائے
کسی کی زلف جو عمرِ داز ہو جائے

$$\frac{a}{x} \cdot \frac{b}{x}$$

1

فکر و اماں کیجئے فکر گریباں کیجئے
 بندگی یہ ہے کہ ہر بندہ احساں کیجئے
 حضرت واعظؒ نے ذکر کفر و ایماں کیجئے
 لکھ توڑا ہر کیلئے بخشش کا ساں کیجئے
 سیکڑے میں اتیار کفر و ایماں کیجئے
 اس سے بہتر اور کیا تفسیر قرآن کیجئے

میکدے ہی میں خضر موجود ہے آپ چاہت	کیوں اندھیرے میں کندر کو پریشاں کیجئے
اب کہاں فرما دو محبوں کا مذاقِ عاشقی	داستانِ عشقِ زبیبِ طاقِ نسیاں کیجئے
ہر تو سب کا ہو نہیں سکتا کسی کا بھی نہیں	ختمِ آخرِ قصہ گبر و مسلمان کیجئے
ایک جانِ ار اپنے پاس در بتخانے میں	رشتہ یوسفینکڑوں کس کس پیریاں کیجئے
جانتا ہوں جانتا ہوں اُس کی غیرتِ کلیم	سوچ کر ہاں سوچ کر اٹھارِ ارباں کیجئے
یا کیا زاری کا تقاضہ ہے کہ راہِ عشق میں	دامنِ یوسف بڑھ کر اپنا داماں کیجئے

ڈسے تو یہ حضرت شاعِل یہ کوئی بات ہے
موتے ساغر سے رختے چاکِ ایساں کیجئے

(۱۷۷)

غیرت سے جاں نثار کے تیور بدل گئے	پردانے اُس کی بزم میں کیوں گئے جل گئے
لے لے کے زادِ راہ کو اپنے محل گئے	مفلس کہاں جہاں سے اہلِ دل گئے
پیغمبری کی شان ہی کچھ کام آگئی	غش کے جو بعد حضرت موسیٰ سنبھل گئے
صحرا میں قیس کوہ میں فرما د رہ گیا	عشاق تیرے عرش سے آگے نکل گئے
صبرِ سکونِ تابِ توانِ قرار و ضبط	تیری نگاہ پھرتے ہی سارے بدل گئے
کیا جانے مر رہی تھی شہبازِ بھر تو کہاں	نامے تری تلاش میں صبرا اہل گئے
میں نے جو کی دعا تو کسی نے یہ دی ندا	پھر دل میں کیا رہیگا جو ارباں نکل گئے
اب تنگ نہائے دہر غضبِ خارِ زار ہے	اچھے لہے دہ لوگ جو پہلے نکل گئے
تابِ نظارہ یوں ہمیں حاصل ہوئی کلیم	ہم اُس کی جلوہ گاہ میں نکلوں گے بل گئے
بھڑک کر شرابِ نذر جو ساتی نے کی نگاہ	سب میکشوں کے ہاتھ سے سلوا چھل گئے

تم آج لیکے آئے ہو آپ بفتا خضر
کوثر کی سمت حضرت شاعِل تو کل گئے

(۱۷۸)

دیوانہ دار، دار ہزاروں کئے گئے	ہم جیسے سخت جان تو پھر بھی جئے گئے
کیا کیا ظلم آہ و فغاں پر کئے گئے	آئی اگر زباں پہ تو لب سی دئے گئے
اب کیا دھڑا ہے باغِ تمنا میں بلبلو	جئے کل امید تھے سب چن لئے گئے
اب حق شناسیدوں میں تری کیا کلام ہے	بڑے وفا کے ہم کو جفا سے دئے گئے
آئے تھے بزم میں جو قصائد لئے ہوئے	پڑھتے ہوئے وہ در سے ترے مرثئے گئے
ہم اور تیرے سامنے جھک جائیں اے فاک	سجڑے تو ہم کریں گے نہ ہم سے کئے گئے

۱۷۸

شاعری یہی رہی جو زمانے کی سختیاں
وہ بھی نہ بچ سکیں گے جو اب تک جئے گئے

(۱۷۹)

آگے کرچے میں ترے مفت میں نام ہوئے	دونوں عالم کے گئے کام سے کام ہوئے
ایک وہ ہیں کہ نکایت ہو نہیں عیش میں بھی	ایک ہم ہیں نہ میسر ہمیں آرام ہوئے
شدت درد ہوئی خوبی تقدیر سے اور	مرضِ عشق میں جب طالبِ آرام ہوئے
وحشی و غمزہ و شبِ فتنہ و رسوائی	ہوئے مشہور ہمارے تو یہی نام ہوئے

۱۷۹

تھے کبھی حضرت شاعر بھی جہاں میں شہور
ایک مدت ہوئی اب تو انہیں گناہ ہوئے

(۱۸۰)

اک دل بے آرزو دے چمکاتے ہوئے	عمر گزری ہی الہی ہاتھ پیساتے ہوئے
اُس کی خلوت میں گہیاں رکاوٹِ حسن ہے	یوں تصور بھی چھٹکتا ہواں جاتے ہوئے
پھونک دیکھا حسنِ عالم سوزِ نیائے خیال	یوں تامل ہی تصور میں اُسے آتے ہوئے
مطرب جذبات میں نے سنے ہیں بار بار	عشق کے نغمات سازِ حسن پر کلتے ہوئے

بارِ عصیاں کو غرقِ بحرِ رحمت کر دیا ہے اگر پاسِ جیسا بن کر تصور آئے ہیں بھی اک حشر دکھانا کیا کہوں واپس ہوئی ازلے رہو راہِ حقیقت ہوئی ازل	مغفرت کو شرم آئی مجھ کو شرماتے ہوئے پھر نہ دیکھنے کا کوئی آتے ہوئے جاتے ہوئے بھول آیا دل کو دنیا میں یہاں آتے ہوئے دیر کو بھر بھی پھر گئے راہ میں جاتے ہوئے
مہیکہ کھلتے ہی شاعری فصل گل ہو یا خزاں ابرِ رحمت دیکھتا ہوں ہر طرف چھاتے ہوئے	۴ ۱/۲۶

(۱۸۱)

اللہ اللہ اہتمامِ بزمِ جاناں دیکھے اب ہی عیدِ من سرائی اور کلیم اب آئے لے لیا اُس کی نگاہِ ناز نے ہاں لے لیا دلکشی ایسی کہاں ایسی کہاں رنگینیاں پتھر رخ سے آئے میسما اور یہ کہہ کر چلے گئے جگمگا اٹھتی ہیں یوں تار بکیاں تقدیر کی نعمتیں لاکھوں میسر رہتیں بے انتہا ذرہ ذرہ کوئے جاناں کا اڑا کر لے گیا	اُس کی چلن بن گیا تارِ رگِ جاں دیکھے میری آنکھوں سے جلالِ دے جاناں دیکھے چشمِ کافر دیکھے اور میرا ایساں دیکھے کوئے جاناں دیکھ کر کیا باغِ رضواں دیکھے سوچتے ہیں کچھ علاجِ سوزِ پہناں دیکھے ماہِ کنعاں دیکھے اور سبیتِ زرداں دیکھے میکرے میں آکے اعظ بزمِ زرداں دیکھے باغِ جنت کے لئے تدبیرِ رضواں دیکھے
--	--

حضرت پیرمغاں کا ہے وہی شاعری مرید جس کے ساغر میں جھلکتا نورِ ایماں دیکھے	مہیکہ کھلتے ہی شاعری فصل گل ہو یا خزاں ابرِ رحمت دیکھتا ہوں ہر طرف چھاتے ہوئے
---	--

رباعیات و قطعات

بترتیب ردیف

نور و زمبارک و سعیدت بادا	مارا بادب از تو عقیدت بادا
از فضل خدا و لطف محبوب الہ	ہر روز بحر می چو عیدت بادا
کہتے ہیں شاعروں میں آنا چھوڑا	شاعری نے مگر شعر سے رشتہ توڑا
یہ بات غلط ہے بس حقیقت یہ ہے	درپیش سفر ہی اور دن ہے کھوڑا
کیونکہ نہ ہو ہر شاعر خوش گو طالب	ہیں شاہد معنی کے ہزاروں قالب
ہر اہل بصیرت کا یہی ہے کہنا	ہے ذوق سخنوری یہ غائب غائب
آزادی آزاد کا دیکھا جسلو	ہر حرف کی تحریر میں آزاد اس کا
اول میں کسی حرف کے ملنا ہی نہیں	آخر میں ملے تو شکل اصلی ہے بجا
ہے خست و اسراف تو بیشک لعنت	البتہ کفایت کی بہارک عادت
لازم ہے رکھو بچا کے حقوق اٹھوڑا	دولت کی بدولت ہی جہاں میں عزت
آزادی تحریر ہے ان کی بنیاد	”آزاد“ کا ہر حرف نہ ہو کیوں آزاد
اے خط شکستہ میں دلالت والے	پڑھنے میں ہی دشوار تمہاری ایجاد

لے مولانا ابوالکلام آزاد ۱۲

سرسشتہ و مغموم ہے یا وقف گزند پھر بھی نہیں باپس ہوں اس سے ہرگز	بے علم سہی اور نہ سہی دو لقمہ صد شکر کہ ہے حوصلہ قوم بلند
بازار میں بکتی نہیں عقل و تدبیر جس قوم میں تنظیم ہو اور جوشِ عمل	اس دور میں بیکار ہے زورِ شمشیر وہ آبِ بدل لیتی ہے اپنی تقدیر
کردل میں شکست خوردگی کا خیال سُن! فتح قدم چمے گی تیرے آکر	لڑنا کچھ آتا نہیں اے مردِ جہاں تنظیم کی تلوار لے تسلیم کی ڈھال
اے شیفۃ دلت و گنجِ وزر و مال تو فکر میں غرقِ رات دن ہم بے فکر	دیکھا ہے کبھی علم کا بھی جہاںِ جلال تو حرص سے ہم غنا سے ہیں مالا مال
ہم شعر پڑھیں آپ ہوں مصنفِ کلام جب کاوشِ دل کی دادیہ ہو شاغل	کیا بات ہے واسطہ ہے ذوقِ تمام پھر لیجئے مشاعروں میں پڑھنے کو سلام
کہتا ہے مٹا دوں گا اے چرخِ کہن ہشیار ہوں حامیانِ اردو ورنہ	اردو کا نہ چھڑوں گا زمانے میں جلن اردو نہ رہی تو پھر کہاں بزمِ سخن
اس بھر میں کیا کیا نہ پریشاں ہوں میں قسمت میں مری کہ ساد بازاری ہے	چاہا کہ گراں ہوں مگر اراں ہوں میں آئینہ فردش شہرِ گوراں ہوں میں
افسوس نہیں اگر زورِ وسیم نہیں ہر زندگی اس کی اک خیالِ موہم	اندہ نہیں جو غرورِ تعظیم نہیں جس قوم کے افراد میں تعلیم نہیں
ہم بندہ اخلاص ہیں دامنوں کے نہیں جے پور میں ایسے بھی بہت ہیں شاغل	اعمال کے نقاد ہیں ناموں کے نہیں باتوں کے بڑے مردِ ہیکاموں کے نہیں
جب تک رہے ہم ملازمِ سرکاری اب بھی ہیں رفیق اپنے لیکن یہ تین	اجناسب کیا کرتے تھے خاطر داری بیماری و بیکاری و پیشین خواری

دولت ہو نہ عزت ہو نہ عظمت باقی	جرات ہو نہ طاقت ہو نہ ہمت باقی
اٹھ جوشِ عمل کیساتھ "بزمِ احباب"	ہے قوم کی تسلیم کی خدمت باقی
اردو کو نہ سمجھو کہ ریٹ جائے گی	امید مغالعوں کی برائے گی
انگور کی بیل ہے زبانِ اردو	جتنی یہ چھٹے گی اتنے پھل لائے گی
ایمان کی اپنے آپ عزت کیجے	مخلوق کی صدقِ دل سے خدمت کیجے
انصاف کو ہاتھ سے نہ دیکھے ہرگز	پھر سارے جہان پر حکومت کیجے
آوازِ سربیلی نہ گلا کام کا ہے	شاعر بھی اگر ہے تو فقط نام کا ہے
اس دور میں تحتِ لفظ پڑھنے والے	آرام کریں کہ وقتِ آرام کا ہے
جب تک لے رہے باکار تو باکار رہے	بیکار ہوئے تو پیشِ خواہ رہے
پھر بھی جو لے کوئی تو بیزار رہے	صدِ فکر کہ دنیا پہ نہ ہم بار رہے
کیا عمر نہیں ملی ہے کھونے کے لئے	اور حاصلِ زندگی ڈپونے کے لئے
اٹھو اٹھو کہ صبحِ پیری آئی	کیا کم تھی شبِ شباب سونے کے لئے

قطعات

اک بہانہ بنا کے دعوت کا	خوب موقع ہے شکرِ نعمت کا
دلنے دینے پہ پھر ہے تشاغل	کون کھاتا ہے کس کی قسمت کا
از زبانِ ظلم	
منم زندہ دارندہ رزم ہا	منم یاد آرندہ بزم ہا

جے پور کی ایک قدیم مگر بے عمل و گناہ ادبی جماعت ۱۲

میت چو خواہد رجو عم کند	باظہار ذاتِ خودش عزم ہا
قطرہ قطرہ مل کے دریا ہو گیا	ذرہ ذرہ جب ملا صحرا بنا
تو بھی بنتا چاہتا ہے کچھ اگر	کر کفایت پیسے پیسے کو بچا
کیوں نہ تخت لفظ خوان ہو جائیں سبت	کر دیا نغمے سے تو نے اپنے مت
سکا تو سکتا ہوں مگر اے ہم نشین	اُنچہ فخر تست آن نہ گزشت
پیری میں ہی تو اُس کے کرم سے ہی بس امید	ور نہ گنہ شدید ہیں او کس قدر شرید
جس نے سفید کر دیا موئے سیاہ کو	وہ ہی کرے گانا مہ اعمال بھی سفید

عید مبارک

عید ہیں تین حرف ہیں شامل	ع۔ ی۔ د اے خلوص شعار
عین ہے لفظ عین کا اس میں	جس کے معنی حقیقت اور دیدار
اور ہے لفظ یگانگت کی بے	دال سے لفظ دل کا ہے اظہار
مل کے تینوں حروف عید بنی	میل ملت کا عید ہے اظہار
در حقیقت یگانگت دل کی	عید کو چاہئے بلا اجبار
سینے ملنے سے کچھ نہیں ہوتا	دل بلیں تب ہو عید کا اظہار
جس طرح مل کے حرف عید بنی	یوں ہی بلجائیں سارے اہل دیار
عید ہے اتحاد کا منظر!	عید ہے اتحادِ دلی نہ ہار
جسم و بلبوس ہی نہیں کافی	دل بھی ہو مثل گوہر شہوار
پاک گرد و غبارِ نفرت سے	صاف و شفاف مثل روئے نگار

۱۳۸۷ھ

عید لفظ

سارے اجاب کو مبارک ہو
شادمانی عیدِ راکھوں بار

تاج آزادی ہی ہے آزاد کا	یا پھر میرا ہے صفت الفاظ پر
شاہ آزادی نہ ہو آزاد کیوں	تاج آزادی کا ظاہر ہے اثر
مکرمے کر دیں گے تمہارے چینیو	کاسہ چینی کی صورت تو رک
سراڑا دیں گے تمہارے دیکھنا	ہندو الے سب کے سب سر جوڑ کر
جس کو لا سکتی نہ تھی دنیا کی طاقت بزم میں	اُس کو لے آئے کسی بھی طرح سے عداوت
ہے پلاننگ فیملی کے سلسلہ میں یہ بزم	شعریوں پیدا کریں پھر شاعرانہ باوقوف
رشتہ نگ کا ہر زمانہ لازمی ہو کنٹرول	جب نہیں لکھنے کو روٹی کیوں خریدیں پھر ظوف
کثرتِ اولاد سے یہ مفلسی کا حال ہے	رہ گئیں خالی دو تئیں اب سیاہی ہی نہ صوف
چار کا ندھے چار ٹیلیں و چاروں اونگیاں	کوئی بھی خالی نہیں ماں باپ ایسے بیوقوف
جنگ کے میدان ہیں یا ہیں غریبوں کے یہ گھر	لڑکیوں کی ہیں قطاریں در لڑکیوں کی صفوں
کثرتِ اولاد نے یہ دن کھائے ملک کو	آدمی کے واسطے غلہ نہ بیلوں کو علوف
کثرتِ اولاد سے ماں باپ کا یہ حال ہے	ماہ کو جیسے خسوف اور جہر کو جیسے کسوف
آج کل کرتے ہیں جیسے آپریشن ڈاکٹر	یوں اطبا بھی کریں ایجاد عمدہ سامفوف
کثرتِ اولاد کا کوئی نہ کوئی ہو سبب	ہم تو اس کا ڈالہ اپر چارج کرتے ہیں پروف
<p>یہ پلاننگ اس طرح مل جل کے کرنا چاہئے</p> <p>جس طرح اردو میں لفظ فیملی کے ہیں حروف</p>	
میں نے کی تعریف جس کی ہو گیا مشہور خلق	اور کی تحقیر جس کی ہو گیا مقہور خلق
نوش بھی ہو نیش بھی ہو میرا کلک زبان	شہرِ فالت بھی یہی ہو اور یہی زنیور خلق
یومِ اردو منائے بیشک	تا کہ پہنچے صدا حکومت تک
گائے یعنی کچھ غسل کچھ	مشوروں کی تونج چکی ڈھولک
تھا لباسِ سفید مدت سے	ایشیا کا علامتِ ماتم

وہ سیاہی میں ہو گیا تہریل عینِ فطرت تھا وہ لباسِ قدیم یوں ملا ہی لباسِ موئے سفید	اہلِ یورپ نے جب جائے قدم اُس کی سنئے دلیلِ مستحکم کیجے، عہدِ شباب کا ماتم
اُس کے گرم نے جوش میں بیکرے عام بہرِ قبولِ حاضرِ خدمت ہی اس لئے!	مجھ سے گناہگار کو بخشا ہے جو طعام لازم ہے میزبان پہ ہماں کا احترام
عہدِ پیری کی خزاں پر ہی بہاؤ لیاں کیا عجب ہے کہ ترے فضلِ و کرم سے یارب	خود بخود محو ہوئے جاتے ہیں صد ہاراں محو ہو جائیں یونہی فردِ عمل سے عصیاں

برائے یومِ خسرو بتاریخ ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء بمقام میزجی کا باغ "جے پور"

خسرو ملک شہر ترک اللہ تجھ پہ رحمت ہو بانیِ اردو گلِ بد اماں ہی مغرب و مشرق کا ٹٹا چاہتے ہیں اُس کو حریت ہیں نہ بانیں جہاں میں تیر ہزار تیری امداد کی ضرورت ہے باغِ اردو ہیں وہ بہار رہے	دلیر حضرت نظام الدین کیا لگا یا نہالِ خوش آئیں گلِ فشاں ہی وہ صورتِ نسریں اُس کے دشمن ہوئے ہیں کچھ خود ہیں اُن میں یہ تیسری ہی صدر نشین تو دعا مانگ ہم کہیں آئیں ہر خباہاں ہو رشکِ خلدِ بریں
جن کو دنیا میں کچھ نہیں آتا قابلیت جو پچھلے اُن کی	اعترافوں میں خجستہ ماہر ہیں ہوگا ارشاد ہم تو شاعر ہیں
شجرِ عمر و دروزہ کا ٹٹو کچھ بھی نہیں وائے افسوس گراں باری عصیاں کے سوا جس میں خوشبو کے نہوں پھولِ گلستاں ہی نہیں	صبحِ پیری ہے لگر رنگِ صحر کچھ بھی نہیں پاس بہکا جمِ سفرِ رختِ سفر کچھ بھی نہیں آدمیت نہیں انساں میں تو انساں ہی نہیں

ہی بڑی بات کہ اجباب یہاں جمع ہوئے	ورنہ اس درمیں لفریح کا سماں ہی نہیں
دل میں انسان کے ہمدردی انساں ہی نہیں	اور سب کچھ ہو مگر جذبہ احساں ہی نہیں
جو گناہوں کی سیاہی کو چھپانے شاعری	اُس کی رحمت کے علاوہ کوئی داماں ہی نہیں
شاعروں کو نرم میں لاتی ہو خواہش داد کی	داد دلجائے تو گویا مل گیا تاج و تکیں
صنعتیں شعرو سخن کی مٹ رہی ہیں جھل	ہاں ترنم کا ترقی پر ہے خورشید ہمیں
ہملمہ ہیں ہر سہ حرف داد ظاہر بات ہے	ہملمیت کے لئے یہ عید و کوشش ہمیشہ
نہ اس سے کیا غرض یہ اپنا اپنا ہوا	ہملمہ صنعت بھی تو شعرو سخن سے ہے قویں
ہاں بجا تو شعرا اس صنعت کے کچھ کرتا ہوں	کوئی ہل ان کو سمجھے یا نہ سمجھے غم نہیں
چاکِ فہمت کو اپنے سینے میں	اک سہارے پہ ہم تو جیتے ہیں
کچھ نہ کچھ شغل چاہئے شاعری	جے نہیں ہو تو حیا کے پتے ہیں
جان تک حاضر ہے اپنی کوئی نہاں ہے تو	خبرست ہماں کی عزت میراں کچھ پائے تو
پھر مزہ دیتا ہے شاعری تیرا کہنا بار بار	شکرِ نعمت ملے تو چیدا انکہ نعمت ملے تو

بڑی طرح سے مٹا رہا ہے زمانہ نام و نشانِ اردو

مال سے بچ رہی ہیں لیکن محافظ و پاسِ زبانِ اردو

رہی نہ اردو تو شعر کیا کہاں کی نظمیں کہاں کی غزلیں

اگر ہے رکھنا کلامِ زندہ تو رکھئے زندہ زبانِ اردو

کیوں کسی کو آرزوئے دید ہو

کیوں کسی سے لطف کی امید ہو

کم سے کم اتنا تو ہو جو خیال

عید کا احساں بعدِ عید ہو

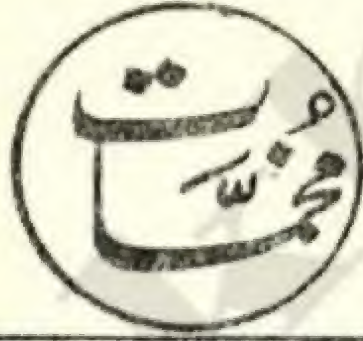
جو نہ مر ہوں امید و پاس ہو

رسمِ دنیا کا اسے کیا پاس ہو

لے ملاحظہ ہو غزل نمبر ۷۲۔

اُس سے پوچھو انبساطِ روزِ عید	شادی و غم کا جسے احساس ہو
میگساری کا ہے جوازِ مرگ	شاعری بے پئے نہیں ہوتی
کیا ضروری ہے آپ شاعر ہوں	تن کو کپڑا نہ پیٹ کو روٹی
مفتیانِ شعر کا فتویٰ ہے کیا	عرس کی محفل ہوا اور لغتِ نبی
شاعرِ مخمور ہو نغمہ سرا	ہو مسلط اُس کے اوپر بخودی
یہ سوال ہندو و مسلم نہیں	ہو ادبِ آداب کی نوحہ گری
کیا یہی اسلام اور ایمان ہے	کس کی یہ کرتا ہو شاعرِ پیروی
کیا کسی درویش کو زیبا ہے یہ	خواہشِ شہرت سے وہ اندھا سہی
آپ بھی خاموش رہتے ہیں اگر	کیا بچا لیگی گنہہ سے خامشی
یہ مذاق اچھا نہیں ہے شاعر و	لے نہ جائے گا وہ یہ میں شاعری
”منظور ہو گزارشِ احوال واقعی“	گو عرض و التماس کی نوبت نہیں رہی
البتہ شاعروں کے لئے ہی مقامِ غور	اردو بغیر آپ کی کیا ہوگی شاعری
الٹا جو شراب کو تو بارشِ ٹھیری	ادرے کو جو پلٹا تو وہ بیمِ کہلائی
پانی یہ بقا ہو منحصر جب واعظ	پھر بے پئے انساں ہے کیونکر باقی
حقیقت میں نظر میں ایک ہیں ہندو و مسلمان	برابرِ سجدہ و زنا ر آسن بھی مصلّا بھی
وہی اہل صفا کا پیشوا و صدر ہو شاعرا	جسے کہتے ہیں سب اہل جہاں بندت بھی ملا بھی
قلبِ مضطرب ہو عہدِ پیری سے	چشمِ ششدر ہو عہدِ پیری سے
پوچھتے کیا ہو پوچھنے والو	موت بہتر ہے عہدِ پیری سے
<p>۱۔ مراد پندت آنند نرائن ملا۔ جن کی زیرِ صدارت کل ہند اردو کانفرنس ۱۹۶۲ء میں بمقام جے پور منعقد ہوئی۔ ۱۲۔</p>	

لیوٹے پھول جھڑتے ہیں ترنم دل بھواتا ہے اسی سے توجیات جاوداں پائی ہر اردو نے!	زباں سے شعر نکلا اور جلسہ جھوم جاتا ہے مگر اس کے سوا کچھ اور بھی حضرت کو آتا ہے
غضب میں جان ہر ناصح کی بوقونی سے بیکب خضابے بالوں پہ عہد پیری میں	بغیر سمجھے ہوئے اعتراض کرتا ہے لیاس مارنم عہد شباب پہناتا ہے
بہار سے ہی تعلق نہ جام و مینا سے سبب جو پوچھا کہا الفت سلاب اور کہا	یہ دور وہ ہو کہ شاعری بھی ان سے تائب ہے اُنکے دیکھے حضرت بہار رہا ہیب ہے
غار سے بربادی سر و سمن بلبلان ہند ہوں کیونکر نہ شاد	آج تک اہل چین کو یاد ہے گلشن برباد پھر آباد ہے
وضع داران جہاں کب چھوڑتے ہیں اپنی وضع اُن کو بدلے بھی جو کوئی تو رہینگے جوں کے توں	آسمان بدلے زمیں بدلے زمانہ کچھ کہے جیسے بدلے کوئی لفظ میم و نون و واو و یے
عید کی رنگینیوں کی دھوم ہے کلمہ گو کلمے سے واقف ہی نہیں	رنج و اندوہ و الم معدوم ہے قوم کی حالت بھی کچھ معلوم ہے
لال کپڑے پر ٹریفک کے ہیں کاشن سینکڑوں ہندی انگریزی پڑھوں کی جان کاری کے لئے لیکن اردو کا کہیں نام و نشان مطلق نہیں گویا مستثنیٰ ہیں اردو داں ہر اک قانون سے	
عہ برائے شاعرہ ٹریفک و یک منعقد جے پور بتاریخ ۱۳۹۹ منجانب پولس راجستھان جس میں اردو کو نظر انداز کیا گیا تھا ۱۲	



اول بر غزل حضرت مولانا سلطان الدین احمد مبین جمالیؒ

اُترے ہو مرے دل میں پہنجانہ سمجھ کر	جاں لینے کو تیار ہو نذرانہ سمجھ کر
اور پھر بھی جدار ہتے ہو دیوانہ سمجھ کر	مرتا ہوں اسے شوخی جانانہ سمجھ کر

ہو دل میں مرے تم مجھے بیگانہ سمجھ کر

مٹا ہے مرا سلسلہ گلزارِ قدم سے	پیدا نکل ہستی کیا میں نے ہی عدم سے
آگاہ نہیں آپ مرے فیضِ انعم سے	سرسبز ہو گلزارِ محبت مرے دم سے

کاٹو نہ تجھے سبزہ بیگانہ سمجھ کر

اس طرح کیا خاک کو اکسیر کسی نے	پتھر کو پست یا تری تصویر کسی نے
خورہ کو کیا حاصل تنویر کسی نے	اللہ رے آراش تعمیر کسی نے

کچھ کو بنایا کھٹا صنم خانہ سمجھ کر

لکھیں جو عدم میں نہ دل زار دے پائی	اور رہیری شوق نے کی عقدہ کشائی
اب ذوق نظر کہے کہ تمت کی رسانی	دنیا تو عجیب یزیم دل آرا نکل آئی

وحشت میں چلے آئے کھٹے دیرانہ سمجھ کر

کیا کیا حرم و دیر نے دھوکہ میں نہ ڈالا	کب کب پڑا راہزہوں سے مجھے پالا
ساقی نے غلط راہ کے خطروں سے بکھلا	مجھ کو اثر و محبت زہراں نے سنبھالا
کعبہ کو چلا ہی تھا صنم حنا نہ سمجھ کر	
وہ آئے جسے درد و محبت ہو گوارا	وہ آئے جو ہو غمزدہ معشوق کا مارا
اس رمز میں راز غیم کو مین ہے سارا	ہر چشم بیہ مست کا ہر دم یہ اشارا
لو ہاتھ سے ساقی کے تو پیمانہ سمجھ کر	
سودائی و محبتوں ہو کبھی بھگو بتاتے	پروانہ سمجھ کر سرِ محفل ہو جلاتے
احباب بھی اب مضحکہ میرا ہیں اڑاتے	نمِ حسن کی اپنے بھی ہو کیوں نشان گھساتے
کیوں ہوتے ہو رسوا مجھے دیوانہ سمجھ کر	
یہ سن کے نہ آنے کی قسم اس نے ہے کھائی	تاب و خرد و ہوش نے کی خجہ سے جدا کی
نار یک ہوئی جاتی ہو نظروں میں خدائی	ہشیار کہ آئی شبِ فرقت و راب آئی
دے ساتھ مرا ہمت مردانہ سمجھ کر	
انساں ہو سزاوار محبت کے دم سے	اور لذتِ آزاد و محبت کے دم سے
ہوتا ہے ہر اک کارِ محبت کے دم سے	ہے گرمیِ بازارِ محبت کے دم سے
دھوکہ میں نہ آنا مجھے دیوانہ سمجھ کر	
ہر نرم میں ہوتا ہے مرے عشق کا چرچا	اور اُن کو بھی افسانوں کے سننے کا ہی چکا
اب نخوت و تمکین کا اُٹے جاتا ہوا کا	دردِ دل بیتاب اثر کر کے رہیگا
وہ لاکھ سنیں حالِ دل افسانہ سمجھ کر	
شانِ کرمِ پیرِ خرابات دکھادی	اور کافر و دیندار کی تفریق مٹادی
اُس نے درمیانہ پہ جب آگے صرا دی	ہے عام وہ ساقی کی عنایت کہ پلا دی
نہاں کو گدا سے درمیانہ سمجھ کر	

اک جرعه میں نساں کی بدل تیا ہو حالت	ہے پیر خرابات کی ادنیٰ یہ کرامت
اہل حرم و دیر پہ ہے عالم حیرت	کس حق سے کرتا ہے بیاں رازِ حقیقت
ایک ایک گدائے درمیں نہ سمجھ کر	
مسجدِ ملک کرتے ہوا و راس پہ ہواڑتے	اپنوں کے لئے قبیح مخالف سے ہواڑتے
سننے ہوا ناالحق تو بہت کچھ ہو جھگڑتے	دعوے پہ خدائی کے ہو کیوں اتنے بگڑتے
دینی تھی ہمیں ہرست مردانہ سمجھ کر	
افس کہ خود کام نے انجام نہ سوچا	جلجلی نے کو سمجھا طیشِ دل کا مداوا
ہر بزم میں ہی اُس کے ہی ناموس کا چرچا	بہروانے کے جلنے نے کہا شمع کو رسوا
جلنے پہ کرے ناز تو پروانہ سمجھ کر	
یہ راز کھلا شاعریٰ فرزانہ پہ شب کو	گذری ہے عجب اعظ دیوانہ پہ شب کو
شرمندہ ہوا طرزِ فقہانہ پہ شب کو	چھڑا تھا مبین نے درمیانہ پہ شب کو
واعظ کو گدائے درمیں نہ سمجھ کر	
۲۵	
دوم ایضاً	
مالِ عاشقی شاپری ہی بزمِ ارکان میں	کہ اک ماتم سپاہی ہر طرف دنیاۓ اراں میں
کوئی بھل کو دے آئے خبر جا کر گلستاں میں	مرادِ دل خون ہو کر رہ گیا ہی کوئے جاناں میں
چلو چکر ملا آئیں اسے خاکِ شہیداں ہیں	
یہ جوئے کثیر و تسنیم سے آتی ہرے واعظ	بڑھا و اعتراض و کفر کی اتنی شے واعظ
سنو اس باب میں پیرِ مغال کا قول ہو واعظ	اگر دریائے رحمت جوش میں آتا تو اسے واعظ
بنیں گے ساتی کو شری ساتی بزمِ زنداں میں	
مجھے جب حضرت پیرِ مغال معنوم پاتے ہیں	نئے انداز سے بزمِ توحش نشی سجاتے ہیں

مگر اب جلسہ عیش و مسرت کس کو بھاتے ہیں	حریفانِ سب کو کش رفتہ رفتہ اٹھتے جاتے ہیں
بھلا کیا خاک مٹیوں جی لگا کر نیم رنداں میں	
پڑے ہیں شیخ اور زاہد عبثِ جنت کے چکر میں	کبھی رندوں میں آپٹیں کہاں انکے مقدر میں
بہلا یہ بات کب ہو بادہ ملتینم کوثر میں	غریب بحرِ رحمت ہو گئے ایک ایک ساغر میں
نزدل رحمت حق کس قدم ہی نیم رنداں میں	
”انا المسموم ما عندی یقر یا قیلا ساقی“	اُدھر کا ساؤ نار و لہما کہ دارد رنگِ تریا قی
نہ پہنے پائے عینا و سبو میں پوند تک باقی	زمانِ عیش و فصلِ گل ہو روزِ عبیدِ ساقی
ذرا دریا دلی سے کام لینا نیم رنداں میں	
نہیں ممکن کہ ہر شوریدہ سہر و قی نظر پائے	فریبِ لالہ و گل تو نے بلبل کس قدر کھائے
ابھی قیدِ گل و گلزار سے آزاد ہو جائے	اگر جلوہ جمالِ یار کا تجھ کو نظر آئے
وہی رونقِ بیاباں میں بھی ہو جو ہو کھٹاں میں	
کہاں ہیں فیض و غفور لہ کسری و حجمِ دارا	پینہ ہو ان کے مدفن کا نہ ممکن کاشاںِ اصلا
تیرے دھوکے میں دیئے دوں میں آئیں سکتا	نظر سے اٹھ گیا جب پردہ ہست بودِ عالم کا
وہی ہے قصرِ شاہی میں جو ہو گورِ غریباں میں	
نرا لادوئی عالم سے ہے اہلِ عشق کا عالم	کیا کرتے ہیں غبت میں بھی اکثر گفتگو باہم
کہاں کارِ نج کیسا غم کجا اندوہ کیسا ماتم	اگر دردِ فراقِ یار دل میں ہو تو ای ہر دم
وہی صبحِ وطن میں ہو وہی شامِ غریباں میں	
جہاں میں رہنا و مفقدا و پیشوا ٹھیرے	ہوئے سلطانِ بں بھی فیضِ ساقی کوثر کے
کہا کرتے ہیں شاغلِ اہلِ میخانہ تعجب سے	میں کل نہ تھی شیخ وقتِ مہم اہلِ ایماں تھے
الہی آج یہ پیرِ مہاں میں نیم رنداں میں	

سوم۔ برغزل حضرت مرزا محمد تقی بیگ مائل دہلوی مرحوم

درد و الم مٹاتے ہی فصل بہار نے	پیغام عیش لاتے ہی فصل بہار نے
رنگِ طرب جھٹاتے ہی فصل بہار نے	گھیرا دیا یہ آتے ہی فصل بہار نے

مشکل ہوئے ہیں طاق سے شیشے اتارنے

یہ گل کھلائے عارضِ رنگین یار نے	یہ ہوش آرائے جلوہ رقصے نگار نے
چھوڑا ہوا ساتھ صبر و سکون و قرار نے	گھیرا دیا یہ آتے ہی فصل بہار نے

مشکل ہوئے ہیں طاق سے شیشے اتارنے

ایشیار و انکسار سراپا ہوں بن گیا	لطف و فاو ذوقِ صفا سے ہوں آشنا
مجھ کو کسی کے بغض و عداوت سے اسطا	اخلاص و سوز و دردِ دل میں بھرا ہوا

اس میں جگہ نہ پائی کسی کے غبار نے

مجھ کو زمینِ کوچہ جاناں ہی کیسا ملی	وہ فاتحہ کو قبر پر آئے یہ ہے خوشی
گویا ہے دو جہاں کی مسرت ملی ہوئی	پردہ اہی نہ خلد کی آنے کے ساتھ ہی

مژدہ سنا دیا مجھے ایسا مزار نے

چاکرِ عدم سے آئے جہاں میں یہاں ہے	کعبہ کے بتکدے کے ہزاروں سفر کئے
اشی ارٹائی خاک کہ گردوں سے جا ملے	گردشِ نصیب ہم سے تو پیرا نہیں ہوئے

چکر میں رکھ لیا ہے ہمارے غبار نے

شاید اسی سے جنت و کوثر بنائی ہیں	دنیا کی سب مسرتیں اس میں سمائی ہیں
کلیاں دلوں کی دیکھے کیسی کھلائی ہیں	اس کی شگفتگی یہی کہتی ہے پائی ہیں

زندہ دلوں کی صحبتیں فصل بہار نے

پیرِ مغان کے حکم کا ایسا اثر لیا	صدق و صفا کو اس کی بناؤں میں بھرا لیا
----------------------------------	---------------------------------------

ارض و سما کا بار ہی کیا اپنے سر لیا	دوڑوں بہاں کو ایک احاطے میں کر لیا
ڈالی بنائے میکہ کس پوشیدار نے	
دل میں غم فراق سموتے ہیں کس طرح	آرام و عیش عشق میں کھوتے ہیں کس طرح
مجھ سے نہ بوجھ کام یہ ہوتے ہیں کس طرح	اک اک سے بوجھتا ہوں کہ سوتے ہیں کس طرح
ایسی اڑائی نیت دترے انتظار نے	
پہلے تو یوں تھا کبھی کم بخت ساتھ ساتھ	اب دیکھئے تو ہی ہی کم بخت ساتھ ساتھ
کب تک رکھے اسے کوئی کم بخت ساتھ ساتھ	گھر میں گیا خدا کے بھی کم بخت ساتھ ساتھ
چھوڑا نہیں کہیں بھی غم روزگار نے	
اہل صفا سمجھنے لگے اپنا پیشوا	اصحاب و صادق کہنے لگے اپنا مقتدا
کیا کام چشم تر نے کیا یہ مرجھا	اک دم میں صاف ظاہر باطن کو کر دیا
ہنگامِ توبہ گریہ بے اہیتار نے	
نشوہ کیا کبھی نہ شکایت کبھی ہوئی	نالہ کیا کبھی نہ بکا کی نہ آہ کی
جو رسم پڑ گئی تھی بدستور وہ رکھی	سیج بچھئے تو دردِ جدائی سے دوستی
ابھی نباہ دی مرے صبر و قرار نے	
شائل الجھ نہ ہم سے نہیں ہی جو اعتبار	جی چاہے جس سے پوچھ لے ہے نیچو اختیار
مائل نے مہکے میں کہا ہے یہ بار بار	یوں چھپرتے ہیں محک جو اناں بادہ خوار
مائل تمہیں سلام کہا ہے ہمارے	
۱۹	
چہارم سلسلہ مشاعرہ فیلی پلاننگ منیبا گورنمنٹ اجیتھان مقام جی پور	
بتاریخ، اکتوبر ۱۹۶۷ء	
ہے سچے زمیں ہر رنگوں شاخ شجر کی	جو حال شجر کا ہو وہ حالت ہی بشر کی

نظارہ کرے کاش نظر اہل نظر کی	توڑا کمر شاخ کو کثرت نے ثمر کی
دنیا میں گرا نبیاری اولاد غضب ہے	
پنجم۔ طنز لطیف	
سلامت یہ نہیں ہیں بے بدل	یہ نغمے یہ شعرو غن کا عمل
مگر قول اردو ہی یہ آج کل	گیا جبکہ اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل	
غزل اور ترنم ہوا اپنا شعار	اسی پر ہو علم و ادب کا ہار
توپوں عرض پر از ہر خاکسار	یہی ہے جو حالت تو لے غمگسار
نظر آئے گا جسم اردو کا شل	
نہ تعلیم و تہذیب پر دھیان ہے	نہ جائز حقوں ہی کی پہچان ہے
نشاط و طرب کا یہ سامان ہے	کہ بس شعر کہہ لینا آسان ہے
اسی سے تو نگہیں گے قیمت کے بل	
مٹائے زمانہ تو پیر واپس کیا	ستم پر ستم ہو جفا پر جفا
ہمارا تو ہے اور ہی مدعا	ملے دادِ نافرہم صبح و مس
اسی سے تو سب سنے ہوں گے حل	
اگر ہر تو فیج سے بس ہے کام	یہی سعی رہتی ہے اپنی مدام
بہت خوب بہتر ہے اپنا نظام	کہ گاتے ہیں ہم بھیرویں وقتِ شام
زباں پر ہر نوے کے بدلے غزل	
بہت ہی موثر ہے اپنا کلام	کہ داد اس کی دیتے ہیں خاص عام
زباں کیلئے کچھ ہی کہنا حرام	کہ یہ فرقہ داری کا ہے اہتمام

وفادار ہو تو اسے دو کچل

چھپیکا کلام اپنا اکٹن ضرور	لکھا ہو گا جس میں بجا اور بخور
تو اس میں سراسر ہی اپنا قصور	کہ ہم کو نہیں عاقبت کا شعور

ہلا ہل کو سمجھا ہے ہم نے غسل

جو کرنا ہے وہ کام خود کیجئے	جو دینی ہے امداد وہ دیجئے
یہ کڑوی کسبیلی دوا پیجئے	کوئی ذمہ داری تو سر لیجئے

دہر و سر حکومت پر طول امل

گرانی محل کے پیش نظر	ہوئی یہ نواح سے تلخ تر
نہ تھا جیسے جلدی خواں اس سے مفر	تو اس راہ پر چل پڑا بے خطر

رہے تاکہ اردو کا روشن کنول

غرض یہ کہ اردو کی خدمت کرو	نکل آؤ میران میں دوستو
یہ کرنی ہے پوری ہم آپ کو	کسی طرح اس کو نکالو کہ جو

دماغوں میں آبا ہوا ہے خلل

خدا کے لئے ہوش میں آئیے	زباں کا تحفظ بھی فرمائیے
کچھ اس کے لئے کام کر جائیے	زباں کے لئے دل کو گرمائیے

لے عرقی کے اس شعر کی طرف اشارہ ہے۔

نوار تلخ ترمی زن چو ذوق نغمہ کم یابی ہدی را نیز ترمی خیاں چو محل را گراں بینی
 ۲۵ کاش راجستانی ریاستان کے لئے داد و نہایت بھی اس کا اثر لیں اور اکبر الہ آبادی
 کے اس شعر کا مصداق نہ بنیں۔

میں تو باغی کی گٹھے بازی کا قائل ہو گیا رہ گئی ساری ہدی خواں تو انکی ہی تان لی

ہزار دو کو درکار خوش عمل	
حکومت کے احکام ہیں صاف تر	نہیں لیتے ماتحت لیکن اثر
اسی ہے اردو زبان کو خطر	اسی کو مٹانا ہے المختصر
کراتا ہمیں کو ہے اُن پر عمل	
خوشامد در آمد سے نکلے نہ کام	تو درکار ہے پھر قنڈک و حمام
یہی قول استادِ ذی احترام	چو دشمن نہ شنود سخن ہا تمام
بی تیغ و تبر ساز جنگِ جدل	
۱۹ $\frac{5}{48}$	
ششم۔ برغزل مرزا غالب بسلسلہ صد سالہ یوم غالب	
سر بریدہ سپینہ نشن ہی پر قلم تدبیر کا	نقطہ نقطہ ہے سیہ ہر فقرہ تقدیر کا
راز کھاتا ہی نہیں اس خواب کی تعبیر کا	نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا
کانگری ہے پیر میں ہر پیکر تصویر کا	
چشم دل کی خوں فشانی ہائے تنہائی نہ پوچھ	اور طرزِ حیاں ستانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
میر کے ہمد مہربانی ہائے تنہائی نہ پوچھ	کا و کا و سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا	
اضطرابِ انتظارِ شوق دیکھا چاہئے	دور رنگِ بے قرارِ شوق دیکھا چاہئے
چشمِ دل سے اضطرابِ شوق دیکھا چاہئے	جذبہ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہئے
سینہ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا	
آزاد کش جس کو ہو مقصود بیشک زائے	جس کو دعویٰ ہو خرد کا ہوشمندی پر نہ جائے
صاحبِ فہم فراست بھی کوئی دھوکہ نہ کھائے	آگہیِ ام شنیدن جس قدر چاہے بچھائے
مداغنا ہے اپنے عالمِ لغتِ ہیر کا	

اضطراب و بیقراری کا نہ پوچھو ماجرا	گیشہ زنداں بنا ہی غیرت آتش کدا
حضرت غالب نے جب پچھا تو شاعری نے کہا	بسکہ ہوں غالب اسیری میں بھی آتش کدا

موتے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا	۳۱ ۱/۴
------------------------------------	--------

مُسَدَّ سَات

اول۔ باظہارِ ملال بر انتقالِ تہا تماکاندھی

جوانِ ہمت، وہ بوڑھا اب کہاں ہے	جدائی جس کی اک بار گراں ہے
جہنم، جنتِ ہندوستان ہے	کہ کاندھی آج نظروں سے نہاں ہے

علم بردار امن و آشتی کا	امانت دار علم و راستی کا
-------------------------	--------------------------

وہ قدرِ خونِ انساں کرنے والا	وہ وقعِ بزمِ امکاں کرنے والا
وہ عزّ دین و ایماں کرنے والا	وہ طوفاں غرقِ طوفاں کرنے والا

تشدد پر حمل کرنے والا	تشدد میں تامل کرنے والا
-----------------------	-------------------------

ضیائے تہرگانہ دھی کا اثر ہے	کہ ہر دل میں سیاست کا گزر ہے
جواہر جو ہر قابلِ اگر ہے	تو خاکِ تر بھی ہمرنگِ شر ہے

بلند آئنا کیا ہندوستان کو	دکھا یا جس نے نیچا آسماں کو
---------------------------	-----------------------------

بتائی جس نے ترکیبِ قیادت	سکھائی جس نے تدبیرِ سیاست
اٹھائی جس نے واقوں کی اذیت	برائے قومِ گم کردہ اُخوت
یہ اس کا قتل تو ہے اک بہانہ	سمندرِ عقل کو ہے تازیانہ
ہوئی آزادگی کی جنگِ جاری	تو ساری عمرِ کوشش میں گذاری
مصیبتِ سہ کے بھی ہمت نہ ہاری	اُٹھائی قوم کی کل ذمہ داری
بالآخر کام پورا کر گیا ہے	وہ اپنا نام پورا کر گیا ہے
کبھی آنکھوں سے اشکِ خوں گرائے	کبھی دریائے خوں دل سے بہائے
مقرر نے مگر یہ دن دکھائے	کہ آخر وقت بھی خوں میں نہائے
جہاں میں سرخ رو ہونا ہی ہے	جہاں کی آبرو ہونا ہی ہے
اُسی کی رہنمائی کا اثر ہے	اُسی کی پارسائی کا اثر ہے
اُسی کی جاں گزائی کا اثر ہے	اُسی کی حق ستائی کا اثر ہے
ہوئی آزادگی سے قومِ خرسند	ہیں موہن لال کا ندھی کے کرم چند
مٹا کر فتنہ وارانہ خیالات	دکھا کر اپنے روحانی کمالات
بتا کر دوستی کے راز کی بات	ہوا رخصت وہ ہم سے آہِ بیہات
مشاد و تفرقہ بندی کی آندھی	رہو یا بندِ نقشِ پائے کا ندھی
	مجھ

دوم۔ مرد و وہاں اردوئے سخت جاں

عجم نے اس لئے گھر کا کہڑے آتی ہوا اردو میں	عرب نے اس لئے گھر کا کہڑے آتی ہوا اردو میں
برہمن کو نہیں بھاتی کہ خاکی ہوا اردو میں	رہی انگریز کو زلفت کہڑے آتی ہوا اردو میں

یہ مرد و دخلائق کس طرح زندہ رہی اب تک
زمین چائے مخالف ہند سے اردوئے طے جب تک

جوانی جن جوانوں کے گذاری اپنی پیری میں	وہ بچے سن کے ہوا اردو پلے پیلے کی گود میں
کہا کرتے ہیں اس پر شور و در خود پرستی میں	وہ بوڑھے باقیات قوم جو باقی ہیں لی میں

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
نکلنا ہند سے اردو کا نام ممکن ہے ناممکن

مٹا سکتی ہیں دنیا کو فلک کی بجلیاں صاحب	زباں کو بھی پڑتے ہیں کیں ہل زباں صاحب
لگے منہ بھی چڑا دیتے دیتے کالیاں صاحب	مخالف سے فقط انسا کہہ کیے میاں صاحب

زباں بگڑی تو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا	دہن بگڑا تو بگڑا تھا خبر لیجے وطن بگڑا
---	--

۱۲ ۵۴

سوم۔ ہاتما گاندھی

انکاری خاکساری تیری صورت سے عیاں	اے لنگوٹی بادشاہی پیر مرد نو جوان
تیری چادر میں مگر شان شہنشاہی نہاں	معنی سا آدمی کبریٰ کمر اور ناتواں

ننگے سر پاؤں میں چیل ناک پر عینک دھری
اس ضعیفی میں یہ طاقت ملک بھر کی رہری

اس طرف بس تو اکیلا اس طرف پوری دھڑا	صرف لٹھیا ہاتھ میں اور پھیرویں سے کارزار
-------------------------------------	--

پھر بھی وہ حملے کئے اور وہ کئے بھر پور	چھڑا بھاگے رزم آخر دشمنان یا وقار
تو نے اپنے ملک کا یوں بول بالا کر دیا	جذبہ آزادی کا بیٹنگ سب لوں میں بھر دیا
تو نے صلح و دوستی کرنا سکھایا قوم کو	تو نے جینے کے لئے مرنا سکھایا قوم کو
اپنی آزادی کا دم بھرنا سکھایا قوم کو	اُس نے سیکھا تجھ سے خود ورنہ سکھایا قوم کو
دوستوں سے دشمنوں کے جیل خانے بھر دئے	تیر تر بیتیا ر آخراں کے بھونٹے کر دئے
اے سیاست کی زمیں سب اچھے اسماء	اے قیادت کے فلک اے سرگروہ اختران
رہروان راہ آزادی کے میر کارواں	شانقی کے دیوتا ہندوستان کے پاباں
ہمکنار منزل مقصود تو نے کر دیا	راستے میں رہنمائی کو دیا بھی دھردیا
تو نے سکھایا اہنسا کے طریقے بے حساب	اور نافرمانی پیرامن کی راہ صواب
یہ وہ تدبیریں حقیر تیری بے نظیر و لا جواب	جن سے انگریزی حکومت کا ہوا خانہ خراب
جو سیاسی برتری کی مالتے رہتے تھے ڈینگ	ہند سے ایسے گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ
قوم جو بھی گامزن اب راہ آزادی پر ہے	تیرے نقش پا پہ چل کر کر رہی ہے راہ طے
بڑھ گئی تیرے بڑھانے سے کچھ اس درجہ پہلے	ٹوٹتی جاتی ہے زنجیر غلامی پے پے پہلے
آبرو دی قوم کو ہندوستان کو شان دی	حد تو یہی قوم کی خدمت میں اپنی جان دی
سب سے بہتر تو نے دولت ہم کو دی تھی اتحاد	آج تک ہر خوب تحریک خلافت سب کی یاد
گو چوئے بعد اُس کے صد ہا خرنشے لاکھوں فساد	ہو گئی آپس میں نفرت بڑھ گیا شر و عناد

۲۷ ۱/۵	تو مگر انسانیت کی قدر کرتا ہی رہا جان دی لیکن رہا پابند اپنی آن کا	
<p>چہارم۔ برائے مشاعرہ بسلسلہ پنج سالہ منصوبہ بندی جو جے پور کی نمائش میں ہوا</p>		
اللہ اللہ بیج و رشی یوجت کا اہتمام کام سار ہو رہے ہیں ات دن اور صبح نکلا	ملک کی تعمیر میں مشغول ہیں سب خاص عام کر دکھائیں تاکہ روشن منہد کا عالم میں نام	
	ہی اسی باعث نمائش پانچ بی کے قریب کام کی رفتار پہنچی اب ترقی کے قریب	
ملک میں نہریں کھدیں بجلی بڑھے کپڑا بنے کارخانے سینکڑوں جاری ہوں ہر اک چیز کے	اس قدر پیدا ہو غلہ ہم سے ملک غیر لے ببول کر بھی قحط سالی کا نہ چرچا ہو سکے	
آب پاشی آب نوشی کی شکایت بھی نہ ہو اور یہ سچ ہو فقط حرف و حکایت ہی نہ ہو		
پنج سالہ وقت کیا ہے نتیجہ تدبیر ہے اور منصوبہ ہے کیا اک آلہ تسخیر ہے	دست بستہ جس کے آگے دولت تعمیر ہے مختصر سی الغرض دونوں پر یہ تقریر ہے	
صنعت و حرفت ہو یا علم و ہنر پاکاشت ہو دیں ترقی ان حواس خمسہ تقدیر کو		
بہل کی تاریکیاں بے روزگاری کے گئے دور ہوں کوئی زباں پر بھی نہ ہرگز لا سکے		
<p>۱۔ ”پانچ بی“ جے پور میں ایک مقام کا نام ہے جو مرزا اسماعیل روڈ پر واقع ہے۔ نمائش اسی کے قریب تھی جس میں مشاعرہ ہوا۔ ۱۲</p>		

قلبتِ خوراک کے بھی حل ہوں سارے مسئلے	بار کی آفت ٹلے سیلاب کا خطرہ مٹے
ہاتھ ڈالیں جس جگہ مقصود کا گوہر ملے	جس طرح جیپسٹم ملا یوں کان سے جوہر ملے
پنچ روزہ زندگی پنچاھ سالہ کر دکھائیں	باغِ آزادی کے پھل خود کھائیں دروگو کھلائیں
پنچکارت نہ بننے کے زمانے پر جاہیں	جاہیں ہو کر محو حیرت دیکھنے جو ہند آئیں
پنچکارت نہ بننے کا نہ دنیا سے مالا مال ہو	پنچکارت نہ بننے کا نہ دنیا سے مالا مال ہو
<p>پنجم۔ ترقیاتِ ملکی پر طائرانہ نظر بسلسلہ شاعرہ منعقد کردہ</p> <p>حکومتِ راجستھان</p>	
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	دیکھئے جس کو یہی دل میں لگن ہے آج کل
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	جس سے سنئے ہر زبان پر یہ سخن ہے آج کل
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل
نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل	نہجِ ہی کوئی کہیں با برہمن ہے آج کل

کر سکے بے دخل کوئی ان کو یہ ممکن نہیں	
فیض سے تعمیر کے لاکھوں ہو ہیں کامیاب	کون کر سکتا ہے تعمیرات نو کا اب حساب
آج وہ شہر جس میں تیرہ سو تھا کل تک ہر اب	سینکڑوں میں کوٹھیاں جس میں جس میں لاجواب
کارخانے ہو ملیں دفتر بناروں بن گئے بلکہ ٹھیکے اُن کے لے لے کر بناروں بن گئے	
کارخانوں نے درآمد کی ضرورت ختم کی	بعض اشیاء کی برآمد کی ضرورت ہو گئی
کام سے سب لگ گئے بریکار تھے جو آدمی	کھا دیوں کی ہے بنائی اور چھپائی دیدنی
جو دنوں کے کام تھے لمحوں میں پہننے لگ گئے کیا ترقی ہو گئی ہے دیکھتے ہی دیکھتے	
یہ تو مانا ہو گرانی اور ہیں شاکی مرد و زن	پھر بھی دیکھو حال میں اپنے ہیں کس درجہ مگن
جا بجا چلے خوشی کے جا بجا ہیں یونین	محو کلاشت جہن ہیں گاہر خان سیم تن
رو لٹوں پر ہیں سینما ہوٹلوں میں جگہ جگہ داد و عشرت سے لہے ہیں شوق سے سب من چلے	
حسب حیثیت مرفہ حال میں اہل تسلیم	جن کو بجاتی ہو تنخواہوں کی اک اچھی رقم
ہیں علاج و قرض کی آسانیاں بھی بیش و کم	کیا عجب ہو پیش خواروں پر بھی چشم کرم
شاعروں کو بھی کبھی ملتا ہے کچھ تفتدیر کا جس طرح موقع ملا ہے آج اس تقریر کا	
جنگ آزادی میں شاعر کا رہا ہو اک مقام	پھر بلاؤنگ کے سحر سے لہے کیوں نشہ کام
کم سے کم اتنا تو ہو چھپتا ہے اُس کا کلام	کاوش و تخیل سے واقف ہوں اُسکی خاص عام
میل آپس میں بڑھا دیتی ہے تاثیر سخن شاعروں کو بھی بنانی چاہئے اک یونین	

قابلِ تعریف ہے بیشک پولس کا انتظام	جس کے افسر جان نثاری ہوئے ہیں نیک نام
یادگار ہیں ان کی قایم ہیں برائے خاص عام	رنگِ خوں سے ان کے گلزارِ وطن ہے لالہ فام

خوں سے سینچا جنہوں نے گلشنِ امنِ اماں	
ان شہیدانِ وطن کی ہے حکومتِ قدرِ دار	

پینشن دیتی ہے ان کے وارثوں کو باضرو	القرض باقی نہیں ہے سرکشوں کا اب غور
خواہ بیکانیر ہو سب سے پورے یا جودہ پور	اب کوئی باقی نہیں ڈاکو کیس نہ دیکھ دور

صاف ظاہر ہے نہ ہو جس وقت تک امنِ اماں	
تک کوئی کر نہیں سکتا ترقی بیگیاں	

یوجناؤں سے بھی ہوتا ہے قیامِ اتحاد	سینکڑوں خلص بنے ہیں شاد کام اتحاد
نظم ہے مہری بھی شاعِلِ ایک جامِ اتحاد	جو پلاتی ہے شرابِ لالہ فام اتحاد

جس کو پی کر میکشان ہند کا دستور ہے	
نشہِ اخلاص ہیں کہتے ہیں سب بھارت کی ہے	۵ ۱۳/۴۱

ششم۔ حملہ آورانِ چین کو تنبیہ و تہدید شدید

غم نہیں آئیں تو آئیں سیلی سیلی بڑیاں	چاٹنے ہرگز نہ دیں گے ہم ہماری کھیتیاں
کھاڑ دینے کیلئے ان کو بہت ہیں کھانیاں	ہر طرح سے خوب جو کس ہیں ہماری چوکیاں

سبز کھیتوں کو ہمارے زرِ فکر سکتی نہیں	
اپنے رکھوالوں کی رکھوالی پہ یہ ہم کو یقین	

ہند کے اعلیٰ مدبر کر رہے ہیں کوششیں	مشر کی اس آتش کو آبِ خیر سے ٹھنڈا کریں
غیر ملکی حامیانِ امن بھی ہیں فکر میں	ناک اس جھگڑے کے بدلے سے ملے کر سکیں

ضلع ہو جائے تو بہتر امن ہو تو خوب تر

ورنہ یہ میدان و لشکر اور تیغ و تبر!	
ہند کی شمشیر کے جوہر کھلینگے وقت جنگ	عرصہ عمر عدد ہو جائے گا عالم میں تنگ
اُس کی قسمت میں شکست فاش کا لکھا ہو	اُس کے حال بد کی دیتا ہو خبر چہرے کا رنگ
بھیم ارجن رام چھن غوری و نیور کے	
وادی کوہ ہمالہ دیکھ لے گی معر کے	
دیتے رہنا دشمنوں کو کالیاں بے فائدہ	اس طریق بزدلانہ سے ہمارا واسطہ
شیر مردوں کی طرح کرتے ہیں ہم تو معر کے	کاٹ کر میدان میں کھ دیتے ہیں دشمن کا پرہ
ہم سے بوڑھوں تک کے دل میں موجزن ہے غم جنگ	
نوجوانوں کے تو قابو ہیں نہیں دل کی انگ	
ہاں بڑھو وہ پیشوائی کو بڑھی فتح و ظفر	کاسہ چینی کی صورت تو رد و دشمن کا سر
برق کی صورت گر و لشکر کو زیر و زبر	پھوڑے میدان دشمن ڈال دے تیغ و سپر
دشمنوں کی لاش سے وادی و صحرا پاٹ دو	
امن کے رستے میں جو حائل ہو اُس کو کاٹ دو	
اپنے ہمایہ کا بن جائے جو مارِ آستیں	بھول جائے اُس کے احساں دل میں کھے بغض و کین
بانی کرو دغا ہو منکر ایمان و دیں	امن کی دنیا میں اُس کو زندگی کا حق نہیں
جس کسی کی یہ بڑی خصلت ہو وہ بدنام ہی	
فیصرا و رہسکر کا سب کے سامنے انجام ہی	
راہچوست افغان مرے گھر رکھے سکھ باب	بہر سر کو بی دشمن متھر ہیں سب کے سب
تین تین دھن حافر سا رہند و زو و شب	مادر ہند و تال سے دور رہ سکتے ہیں کب
کوئی فرقہ ہو برا بر کا شریکِ حال ہے	
خوں کا دشمن کے پیسا ہند کا ہر لال ہے	

فرقہ بندی سے بہت بالا ہی ناموس وطن اس کے شہر کو کہ ہوں گلشن ہوں یاد و دامن	ہند کی سب بلبلیں ہیں ہند ہی سب کا چین دلے دلے کی حفاظت پر ہی قرباں بن و تن
آبروئے ہند سے وابستہ سب کی آرزو جان سے بہتر ہی شغل پاس ننگ و آبرو	مشاعرہ ۱۵۶۳ھ بمقام پور
ہفتم - متعلق نیت جو اہر لال نہرو - بعنوان "امن کا دیوتا"	
اے جو اہر لال نہرو نازش ہندوستان واقعی تو نے کیا ہندوستان جنت نشان	جوہر انسانیت تھے تیری سیرت سے عیاں امن عالم کے نگہاں شانتی کے پاساں
تو نہ تھا ہرگز پیہر - امن کا تقاد دیوتا خود بخود تو نے پیام امن عالم کو دیا	
تیرے ہوئے میں پیہر کیوں نہو جو کلام تو نے از خود امن عالم کا کیا ہی انتظام	وہ پیہر ہے جو لائے اور کا کوئی پیام شانتی اور امن کی تھی ہاتھ میں تیرے زمام
تو نے کی تنظیم ملک امن کی اس شان سے آفریں کا شور اٹھا ہر ملک کے ایوان سے	
تیرا غم متقل تیری سیاست تیرا کام دنشیر ہے اور رہیگا دنشیر خاص عام	تیری عظمت تیری حشمت تیری شہرت تیرا نام تو نے کچھ ایسا دیا ہی یادہ الفت کا جام
نام پر تیرے فدا ہیں ہند کے ہر نا و پیہر ہو گدائے بینوایا ہوا میسر ابن امیر	
تیرے گرویدہ نہ تھے کچھ آدمی ہی آدمی موت کی تیری خبر جب اہل عالم کو ہوئی	زینت سرخاک تیری کشت اور دیربانے کی بزم ماتم بن گئی ہر ایک کی بزم خوشی
امن عالم کا دیوتا ہے تو نے کچھ ایسا سبق	

یاد رکھیگا اسے تاریخ کا اک اک ورق

تو م تھی ایمان تیرا دین تھا تیرا وطن	جس کی خاطر قید کے تو نے ہے رنج و محن
ایک تھے نزدیک تیرے شیخ ہو یا برہمن	تیری اک سادہ ادا پر تھے نداسو یا نکین

۲۱۳ $\frac{5}{45}$

قابلیت اپنی ہر اہل نظر کے دل سے پوچھ
اور اپنا جو عظمت دلِ شاغل سے پوچھ

مشق

<p>میں ہی کیا ہوں کجہاں کے طلبکار دیوتا پھول کی خوشبو تیرے اور دشت کے خار نہیں ہے سوئیوں کی نرم میں شاہوں کے دربار نہیں ہے</p>	<p>ذکر اس کا دینداروں اور گنہگاروں نہیں ہے بیاز کی چادر ہیں گماور چرخ کے تار نہیں ہے راگ کی عین ہیں اور ساز کے تار نہیں ہے</p>
<p>پھر نظر آتا نہیں موجود بھی ساروں میں ہے ”ناز نہیں پردے میں ہی اور شور بازاروں میں ہے“</p>	
<p>ڈھونڈ الے دونوں عالم اور پتہ چلتا نہیں کوئی کہتا ہے کہیں اور کوئی کہتا ہے کہیں اہل دل کہتے ہیں وہ ہے خانہ دل میں کہیں</p>	<p>کوئی کہتا ہے وہاں ہے کوئی کہتا ہے یہیں دیکھ ڈالے آسمان اور چھان الی سب میں ہاں نظر آتا نہیں ہر ایک کو وہ مہ جیس</p>
<p>بات یہ سچی ہی مجھ سے پوچھ لے لے ہم نہیں ”ناز نہیں پردے میں ہی اور شور بازاروں میں ہے“</p>	
<p>اس کے تیر عشق سے زخمی ہزاروں دل ہوئے سینکڑوں مجنوں بنے اور سینکڑوں سہل ہوئے اس کے جلوے دیکھنے لیکن بہت مشکل ہوئے</p>	<p>اور بے دیکھے ہوئے بھی سینکڑوں مائل ہوئے چاہنے والوں میں اس کے دو جہاں شامل ہوئے جس قدر عارف ہو سالک ہو کامل ہوئے</p>
<p>حضرت شاعری وہ سب اس قول کے قابل ہوئے ”ناز نہیں پردے میں ہی اور شور بازاروں میں ہے“</p>	<p>۹ ۹ ۹ ۹</p>



اہل اردو کو خطاب بموقع جلسہ تقسیم اسناد اردو کالج جے پور

<p>شاعر و شائق ملیں گے تنویر پی رہے ہیں شاعران نو بہ نو نا اہیری کی پھٹی پڑتی ہے پور منزل اردو کاس لے راہ رو</p>	<p>آج کل شعر و سخن کی ہے وہ رو نگ لہی ہے یادہ شعری کی دو شمع اردو کی مگر مدہم ہے نو اک قمر کی ہو فقط کالج میں ضد</p>
<p>گندم از گندم بر وید جو زو از مکافات عمل غافل مشو</p>	
<p>شاعری ہے در حقیقت ساری اور فن کرتا ہی جس کی رہبری یعنی اندر کے اکھاڑے کی پری بات کیسی کہہ گیا کوئی گھری</p>	<p>انتہائے علم و فن ہے شاعری علم سکھاتا ہے جس کی بہتری یہ نہیں تو ہے فقط خنیاگری اس کو پرکھے اس کو جانچے چہری</p>
<p>شعر گفتن گر چہ در سفتن بود لیک نہیدن بہ از گفتن بود</p>	
<p>اس مولوی حافظ محمد ایوب خاں قمر پرنسپل اردو کالج جے پور ۱۳</p>	

<p>شعر گوئی جس زباں میں عام ہے وہ زباں اب مورد الزام ہے اور اسیرِ آفت و آلام ہے یہ بھی رنگِ گردشِ ایام ہے</p>	<p>دنک بھر میں جس سے چلتا کام ہے مثلِ طائرِ آج زیرِ دام ہے دنک کی خدمت کا یہ انجام ہے ہر وہی تو جس کا اردو نام ہے</p>
<p>از علوم و فن دلاں را پر کنند صد صدق را آبروئے در کنند</p>	
<p>جس زباں میں شعر کہتے ہیں جناب جس زباں سے سقدر ہوا انتاب یہ غلط ہے تو لکھا لیجے حساب اس زباں کا ہو گیا جب سرباب</p>	<p>جس زباں کی داد سے ہیں کامیاب اُس کی خدمت سے ملے ہے اہتمام شعری کہنا ہی کیا راوصو اب؟ کون سمجھے گا یہ شعر لاجواب</p>
<p>چوں کہ گلِ رفت و کلتاں در گذشت نشوی ز اں پس ز بلبل سر گذشت</p>	
<p>شاعرانِ نوجوان و پیر سرور روشنیِ علم سے رہتے نہ دور پھونکے بچے خدمتِ اردو کا صوف علم کی روشن ہو دل میں شمعِ نور</p>	<p>شعر کہنے کو ضروری ہے شعور بلکہ حاصل کیجئے پورا عبور ”جامعہ“ کے امتحان دیجے ضرور شعر میں ہوتا کہ رنگِ نورِ طور</p>
<p>مشاعرہ تاریخی ۱۰ مقام پر</p>	<p>ورنیا بد حالِ پختہ، بیچِ خام پس سخن کوتاہ باید و اسلام</p>
<p>۱۲۔ مراد جامعہ اردو علی گڑھ جس کے کورس کی تعلیم اردو کا لچے پور میں دی جاتی ہے۔ ۱۲۔</p>	

مثنویات

ہمارا دیس

ہمارے دیس سے بہتر نہیں ہو کوئی دیس
ہمارے دیس میں رہتا نہیں کوئی ناشاد
ہمارے دیس میں چلتی نہیں کبھی تلوار
ہمارے دیس میں یکساں ہیں سب صغیر و کبیر
ہمارے دیس میں ترمیم ہو نہیں سکتی
ہمارے دیس میں مخلوق غم نہیں سہتی
ہمارے دیس میں سرکوں پہ ہم نہیں سولے
ہمارا دیس ہی ہمارا خود بہستی سے
مہیتیں کبھی ہوتی نہیں وہاں ان لار ج
ہمارے دیس میں ہونے نہیں کہیں بہرن
ہمارے دیس کے حاکم نہیں ہیں شوت خوا

ہمارے دیس سے بڑھ کر نہیں ہو کوئی دیس
ہمارے دیس میں ہوتا نہیں ہی شر و فساد
ہمارے دیس میں کوئی نہیں ذلیل و خوار
ہمارے دیس میں ہوتے نہیں امیر و فقیر
ہمارے دیس کی تقسیم ہو نہیں سکتی
ہمارے دیس میں خون کی ندی نہیں بہتی
ہمارے دیس میں شرنا رتھی نہیں ہوتے
ہمارا دیس ہے آزاد فرقہ بندی سے
ہمارے دیس میں ہوتا نہیں ہر لاکھی چارج
ہمارے دیس میں مکتی نہیں ہیں خن و زن
ہمارے دیس کے لیڈر نہیں ہیں جانبدار

ہمارے دیس میں دختر کشی نہیں ہوتی ہمارا دیس غلامی کو نہیں سکتا ہمارے دیس میں ہوتا نہیں کبھی فائر ہمارے دیس میں پھٹتا نہیں کہیں پریم وہاں نہ راہ کا خطرہ نہ خوفِ غارت کا یتیم و بیوہ دمسکیں وہاں نہیں رہتے مناہرت ہی وہاں جرمِ سخت اور تگرہ وہاں کی بار کبھی کھیت کو نہیں کھاتی ہمارے دیس میں انسان کا دل نہیں پتھر وہ چھینتا نہیں گھر بلکہ اور دیتا ہے ہمارے دیس سے کوہن میں جالا ہے کنیز اس کی ہی دولت غلام ہی اقبال یہ دیس کیا ہی اخوت کا دیس ہی پیار اسی میں عیش ہی عشرت ہی چین ہی گھر گھر اسی کے واسطے ہندوستان روتا ہی دلوں میں دل کی تمنائیں بن کے بس جاؤ	ہمارے دیس میں عفت ریں نہیں ہوتی ہمارے دیس میں غدار رہ نہیں سکتا ہمارے دیس میں مفقود گئیں خاکے دور ہمارے دیس میں ہوتا نہیں کسی کو غم وہاں نہ دھار کا کھٹکانہ قتل و غارت کا وہاں کی ریل پہ حملے کبھی نہیں ہوتے وہاں زباں کا ہوتا نہیں کبھی جھگڑا وہاں بلیک کی لعنت کبھی نہیں آتی جلائے جاتے نہیں ہیں ہمارے دیس میں گھر ہمارے دیس کا کسٹوڈین نہ رالا ہے ہمارے دیس کا دنیا میں بول بالا ہی ہمارا دیس ہی القصہ ہر طرح خوشحال یہ دیس کیا ہی محبت کا دیس ہی پیار اسی کو کہتا ہے سارا جہاں پریم نگر اسی پر رشک بہشت بریں کو ہوتا ہی اسی پریم نگر میں خوشی سے بس جاؤ
---	--

۱۵

تمہارے واسطے حاضر ہو خانہ دل بھی
تمہارے واسطے موجود چشمِ شائغل بھی

برسات کی رات

آسمانِ ظلمت کا زیرِ آسمان اک اور تھا

راتِ بقی برسات کی تاریکیوں کا دور تھا

مثلِ فوجِ ابرہہ امندا جلا آتا تھا ابرہ
 اسپ بارہاں کے لگا یا کس کے کوڑا رعد نے
 عرصہ ظلمات گھٹے شمال و شرق کے
 تیر بارہاں موسلا دھاروں کے دستے نے کیا
 سرسبز کرنے لگے سرسبز شاخ و برگ و بر
 الغرض بارش نہ تھی اک ظلم کا طوفان تھا
 یک بیک بدلی ہوا بارش کی بار بار چٹپٹا
 حبابِ مہم سے تالے بھی نظر آنے لگے
 دھل دھلا کر ہو گئے خفاف کاغذ و پام در
 گل خوں کے رخ سے بڑھ کر عارضِ گلہائے تر
 بہ کے پانی نے بہا ڈالا خس خاشاک کو
 ہی زمینِ نمناک اور کافور ہو کر دو غبار
 سینہ مشرق سے نکلا ماہتاب پر ضیا
 اوڑھ لی ہورات کی لہائی نے چادرِ نور کی
 رنگ مرمر کی عمارت بن گئی موتی محل
 ہلکی ہلکی دھیمی دھیمی ٹھنڈی ٹھنڈی ہو ہوا
 ہر زبانِ موج گاتی ہی غزل بھی نور کی
 چاند کی جانب چکروں کے پیرے بڑھنے لگے
 سر سے پاتک نور میں ڈوبا ہوا ہی ہر شہر

کچھ نورانیت کو منہدم کرنے بجبر
 ظلم پر باندھی کمر بد بخت ابنِ سعد نے
 پیلو مست تیرگی کھاتا تھا آنکس برق کے
 مارتا تھا برچھیاں بوچھاڑ کی دست ہو ا
 منہدم ہونے لگے دیوار و سقف بام و در
 رات بھر برسات کی یا جنگ کا میدان تھا
 دھڑلے دھڑلے سے نظر آنے لگے ارض سما
 آسمانی چیمت میں ہیرے سے چٹے جانے لگے
 قلبِ میکش سے زیادہ صفا بیلین اور شجر
 شک سا خطِ سبز کا ہر سبزہ نوخیز پر
 کر دیا سیراب ہر شمشاد و سرو و تاک کو
 سنگریزے۔ پارہ الماس ہو جس پر نثار
 یاد ہاں حوت سے یونس برآمد ہو گیا
 نیکی تاریک دنیا سب کی سب بلور کی
 اور دروازوں کے شیشے ہو گئے روشن کنول
 سرسراہٹ کی بدولت سج رہا ہی دلہر با
 مولیٰ منظور احمد کو ترے جیسے پور کی
 حسن کی غیرت ہالہ کے رُکے رانے
 چاندنی زیر قدم ہی چاند ہی بالائے سر

۲۸/۵
نور کی بارش ہو اور نورانیت کی رات
یوم آزادی کی شب ہو اس لمحہ باریک

درس اتحاد

غور سے سنئے ذرا اے حامیان اتحاد
جسم پر اپنے نظر کیجے تو ملتا ہے سبق
چشم و گوش و ابرو و رخسار و پند و لب
ایک ہی لیکن زبان انسان و حیوان کیلئے
جو سمجھ میں سب کی آئے ہو وہ انسانی زبان
سو چاہی آپ کو ہی کوئی ایسی زبان
سب نے مل جل کر بنایا ہے جسے وہی تو ہی
ہندی و ہندوستانی کہئے یا اردو اسے
ہر زبان کا لفظ جس میں بے تکلف کھپ سکے
ہو وہی بس اک بنائے اتحاد و اتفاق
کیا کیا اس کی حفاظت کیلئے فرمائے
یہ ستم تو دیکھئے اس کے مخالف اور عدو
یہ مسلم ہو کہ ہندی ملک بھر کی ہر زبان
اس کو بھی دین ہم ترقی اور اس کو بھی ہمیں
کام باتوں سے نہیں چھٹا عمل فرمائے

آپ کو دینا ہو ڈٹ کر امتحان اتحاد
اصانع قدرت نے وحدت کا لکھا ہے اک ورق
دست قدرت نے عطا دودھ کے ہیں سب کے سب
جس سے حل ہوتے ہیں صدا اتحادی مسئلے
جسکے حیوان ہی سمجھ سکتے ہوں حیوانی زبان
بے تکلف جو سمجھ سکتا ہو ہر پیر و جوان
نام رکھ لیں آپ جو چاہیں مگر جو ہی سہی
نام پر لڑئے نہ ہرگز کام رکھئے کام سے
ہو اگر نفرت تو ہو اس کو ثقیل الفاظ سے
بہرہر کس اک مسلئے اتحاد و اتفاق
اور یہ چاہئے ترقی کیلئے کیا آپ نے
کرتے رہتے ہیں خلاف اس کے اسی میں گفتگو
اس سے یہ لازم نہیں اردو رہے بے خانہ
خاتمہ ہو اختلاف باہمی کا بس ہمیں
آئے میدان میں اردو کیلئے ڈٹ جائے

آتشاغل کیا تراول حالت اہل وطن
باغیاں غفلت میں ہی برباد ہوتا ہے چین

برائے مشاعرہ اسمال سیونگ سٹیفٹ منعقد کردہ محکمہ ترقیات ہندوستان

پرزہ کاغذ کو ہر ہند نے کیا کر دیا خون بڑھ جائے خوشی سے کیا عجب چار پونڈ جس رقم کا بونڈ ہو وہ تو کہیں جاتی نہیں کھیل ہو قسمت کا تو بھی کھیل جا تقدیر پر	اشرفی سے بھی زیادہ اس کا رتبہ کر دیا جب پر اس کوئی قسمت دلا د کوئی بونڈ ہاں اگلتی ہے کبھی سونا بھی کاغذ کی زمیں لینے والے بونڈ لیلے بیشتر سے بیشتر
---	---

دیگر

یہ اسکیم چھوٹی بچت نام کی بچانے کا رستہ بتاتی ہے یہ جو پیسہ نہیں ہو تو کچھ بھی نہیں	بڑی چیز ہو اور بڑے کام کی خرانے کی صورت دکھاتی ہو یہ اگزر پھر جہاں میں نہیں ہو کہیں
---	---

بچت سے نہ بچے بچے جس قدر بچت میں اُسے ڈالے بے خطر	بچت سے نہ بچے بچے جس قدر بچت میں اُسے ڈالے بے خطر
--	--

اچھا اور سچا اپدیش

کیسا اچھا دے گیا اپدیش سوامی سورداس لورج دل پر آب زر سے اس کو لکھنا چاہئے مختصر سے لفظ ہیں لیکن ہر اک پوری کتاب	نیشل انٹی گریشن کو کرو اس پر قیاس یہ وہ سرمہ ہے جو ہر چشم بنیا چاہئے اس طرح ظاہر کیا ہے وہ خیال لا جواب
---	---

اس مشاعرے کیلئے نظم کا یہی عنوان تھا۔ ۱۲۰

سور داس کا قول

اک لوہا پو جن میں دھرت ہیں ک گھر دکھ پرد	پارس پارس نابرت کچن کرت کھرو
ترجمہ سن لے نہ سمجھا ہوا اگر کوئی اسے	ہیں جو اہر لال موتی سب کے سب اس میں چر
آہنی پوجا کی مورت ہو کہ بوچڑ کی چھری	ترجمہ فرق سونا کرنے میں پارس نہیں کرتا کبھی
مخلص کاشی کا سننے ایک شعر لا جواب	سچ مثل ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب
میل ملت کی کھی ہی بات کس انداز سے	غور کیجے خوض کیجے فکر کیجے رسو چھے

سخن مخلص

پاکش از بزم سچناں اگر خواہی غنا	بگسلد چوں تار از طنبور گرد دے بے نوا
ترجمہ سنئے مرے الفاظ میں اس شعر کا	فارسی شاعر ہوا ہے کس طرح نغمہ سرا
لطف نغمہ چاہئے تو ہونہ یاروں سے جدا	ٹوٹے ہی تار کے طنبور ہو گا بے سرا
یہ بھی معنی ہیں کہ ہو گا تار ہی خود بے صدا	ساختیوں کو چھوڑ دینے کی ملے گی یہ سزا
غالب معجز بیاں کا بھی یہی ہے فلسفا	نیشل اینٹی گریشن اس طرح وہ کر گیا

شعر غالب

ہم موحہ ہیں ہمارا کیش ہو ترک رسوم	ملتیں جب مٹ گئیں اجڑائے ایماں ہوئیں
ظہار	الغرض اجڑائے ایماں کی حفاظت کیجئے
ظہار	اور حفاظت کے لئے دل سے محبت کیجئے

دعا برائے وطن

ٹیکور کی نظم کا ترجمہ

ازاد رہے ممتا ز رہے بے خوف و خطر انسان رہے
 اک علم کا دریا بہتا ہو۔ سیراب جوہراک کو کر دے
 زرخیز زمیں، شاداب چمن۔ ٹھنڈی سی ہوا پر کیف فضا
 تنگی نظر کی دیواریں۔ بالکل نہ کریں دنیا کو جبراً
 ہر لفظ زباں پر سچا ہو۔ ہر بات نہایت سچی ہو
 ہر کام کی ہمت جرات ہو تیار ہوں باز و خدمت کو
 کوشش سے نہ ٹھکنا جانتے ہوں معقول پسندی مانتے ہوں
 اور چشمہ آب حیاں کو سب اچھی طرح پہچانتے ہوں
 عادات ہلاکت زرا کے ٹیلے ختم نہ کرنے پائے ہوں
 ہر آن ترقی خواہوں کے ذہنوں کو وسیلے تیرے ہوں
 اے میرے آقا میرے مولیٰ میرے خالق میرے داتا
 اے آزادی کی جنت میں بیدار وطن میرا قرا

۲۳ ۳/۴

کفایت شعاری

جہاں ہیں نہیں مفلسی کی کچھت نہیں پاس پیہ تو کچھ بھی نہیں بچت کے جو حرفوں پہ کیجے نظر	ضروری ہے اس واسطے کچھ بچت کہ مفلس کی عزت نہیں ہے کہیں توہین تین پیوستہ باہم و گر
--	--

عالمِ تخیل تک ہے پُر بہار و پُر سرور دیکھ کر یہ حال دل پر ایک حیرت چھا گئی دی سروسِ غیب نے ناگہ اندائے دلکش ہر گلی کو چہ ہیں ہی شعر و سخن کا تذکرہ مرحبا دل نے کہا نکلا زباں سے جیذا منعقدِ نغمِ سخن ہی جمع ہیں اہل کمال	دیکھ لے رخصواں تو بھلے باغِ جنت کی بہار کیا سبب اس کا خیال آتا تھا دلیں بار بار دیکھ شائع ہو گئے نغمِ سخن کے اشتہار آہے ہیں شاعرانِ بذلہ سخن و ذی وقار آگیا وہ وقت تھا مدت سے جس کا انتظار بڑھ گیا ہے پور کا جس سے وقار و اقتدار
---	---

موسم گرما ہو یا سرما ہو یا برسات ہو
جس سحرِ فرحت ہو دل کو ہر وہی صبح بہار

اردو کی مشکلات

دشواریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں خود جانتے ہیں بولتے ہیں۔ پھر غلاف ہیں یہ سقم ہے کہ ثقل و کراہت سے پاک ہے مشکراؤ بھر رہی ہو اور بھر کر کرے گی کیا آغوش میں ہی جملہ مذاہب لئے ہوئے دل سے عذروں کے مٹ نہ سکے گی تمام عمر ممنون ہر زبان بھی اور خود بھی اک زباں زینیت اسی سے فلم کی دنیا میں بڑھ گئی ہوتے ہیں انتخاب میں اس سے ہی کامیاب نقطہ کا نقد پاس نہ پرچم ہے مد کا ساتھ آزاد قیروصل سے کیوں ہوں اس کے حرف	اور خواریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں بیزاریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں بہاریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں تیاریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں دینداریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں دلداریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں ہشیاریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں فن کاریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں غم خواریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں ناداریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں خود داریاں عجیب ہی اردو زباں کی ہیں
--	--

یہ اُس کے کام آئے نہ آئے جو اسکے کام کس سے کہے کہ ترے سلف کی ہوں یادگار بزمِ مشاعرہ میں ذرا آ کے دیکھئے!	غم خواریاں عجیب ہی اردو زبان کی ہیں ناچاریاں عجیب ہی اردو زبان کی ہیں بیکاریاں عجیب ہی اردو زبان کی ہیں
--	---

۲۸	شاعری کو ہوش ہے نہ حرفیوں کو ہوش ہے میخواریاں عجیب ہی اردو زبان کی ہیں
----	---

خدمتِ اردو کو رو یا چھوڑ دو اردو زبان

کچھ خبر ہے آپ کو اے شاعرانِ خوش بیاں غور سے پڑھئے ذرا مردم شماری کی رپورٹ سارے راجستھان میں ہیں کل زبانیں مٹ آٹھ کچھ سے کچھ مغربی ہندی کے اجزا جب تلاش کئے اب کیا رائے ہے اردو بچے یا مر چکے آپ کو حیرت نہ ہو سنکر تو میں حیراں ہوں اک کروڑ اور لاکھ چھ ہیں درجہ بہتر ہیں ہمارے ان میں ہیں نو لاکھ سے زائد مسلمان بھی ضرور یہ زبانِ مادری رکھتے ہیں لاکھوں آدمی عملہ مردم شماری کی مگر ہی یہ رپورٹ آپ نے دیکھی صداقت عملہ مذکور کی ناز کیا کیا ہے زبان پر شاعرانِ عصر کو اس طرف لیکن توجہ ہی نہیں یہ کیا ہوا چلیست بارانِ طریقت بعد ازین بیروما	سارے راجستھان میں اردو نہیں کوئی زبان اور کچھ ماتم اردو زبان اے ہر باں مغربی ہندی بھی اُن میں کئی باں ہی سکیاں پائیکا پانچواں جڑ تب کہیں اردو زبان کچھ تو کہئے شاعرانِ نغزگو و خوش بیاں اس سے طرفہ تر بھی سنئے اور ہوا کہ اتنا چار سو ستیس مل کر کل ہے آبادی یہاں غیر مسلم اور مسلم سب کی ہے اردو زبان مذہبِ ملت سے بالاتر ہے بیشک یہ زبان مذہبہ لاکھ انسان کی ہے مادری اردو زبان بے سرو پا ہو کے یوں ہوتی ہے رو اردو زبان کوئی اردو کا زبانِ اداں ہی کوئی اہل زبان ہو گئے تو ہو گئے دشمن زمین و آسمان سوچ کر کچھ تو بتائیں شاعرانِ مکتہ داں
--	---

<p>یا کر بھی آپ باندھیں گے پہلے اردو زبان یہ رہیں گے آپ کے موضوع یا اردو زبان جس پہ پیہم ہوں داں تیغ و تبر و نیر و شاں گلشن اردو پہ آجائے تو آجائے خزاں آئے میدان میں کچھ کام کیجے مہرباں ! خود بھی مٹ جائیں گے مٹی ہی اگر اردو زبان</p>	<p>باندھنے کا عارضہ کا کل کے مضمون ہی فقط وصل و بجز و حشت زنداں جام و میکدہ کبار گل اور پر پل بل سچا لیں گے اُسے فصل گل میں آپ تو محو نوشیاں کرتے رہیں تاکجا یہ غفلت شبے گانگی و سرخوشی اس کی خدمت کیجئے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ</p>
---	---

<p>ہی گزارش تیغ و تبر لیکن حقیقت ہی یہی خدمت اردو کرو یا چھوڑ دو اردو زبان</p>	<p>بے عیب سچا سچا سچا سچا</p>
---	---

ہمدردان اردو (طنز)

<p>ہونے کو زوار دو کے علمدار بہت ہیں درکار ہو جب داد تو فن کا رہت ہیں اختیار یہ کہتے ہیں کہ اردو کو مٹا دیں لیکن ہمیں کیوں فکر ہوا و رکیوں ہو تردد لیڈر بھی متفنن بھی مقرر بھی ہیں بیشک عہدہ کوئی لمجائے تو اس عہدہ کی زینت ذی فہم بھی ذی ہوش بھی ذی عقل بھی لاکھوں جاہل بھی اگر ہیں تو کوئی بات نہیں، ہی باتوں سے تحفظ کے بنا جیتے ہیں قلعے درکار ہو پیپ تو کسی اور سے مانگو اسکیم بنانے میں ہے حاصل پر طوائی</p>	<p>اختیار کو کہنے کو برا یا رہت ہیں ! خدمت کی ضرورت ہو تو دوچار بہت ہیں اس کے لئے سرکار میں ہتیار بہت ہیں جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ غنچہ بہت ہیں لمجائے وزارت تو سزاوار بہت ہیں یہ زیب دہ عہدہ سمجھ دار بہت ہیں اپنا کوئی مطلب ہو تو ہتیار بہت ہیں اردو کے بھی خواہ وہوادار بہت ہیں دینے کیلئے رائے کے دہیار بہت ہیں باتوں کی ضرورت ہو تو داتا رہت ہیں پڑ جائے کوئی کام تو ناچار بہت ہیں</p>
--	--

<p>جب اپنی ضرورت ہو تو اردو کے ہی خواہ فریب ہوئے کھا کھا کے غم اردو مظلوم کیوں دعویٰ ہمدردی اردو نکریں وہ کاسٹوں کے نزدیکوں باندہ دین تافضیلت شاعر بھی معنی بھی مبصر بھی مکمل ہیں شہت نوردی ہیں کہیں قیس سے آگے ایسوں کوئی خدمت اردو بھی کبھی کی ہونے کو بہت کچھ ہیں مگر یہ ہے حقیقت کیوں شکوہ کسی کا ہوشکایت ہو کسی کی</p>	<p>جب کام نکل جائے تو ہزار بہت ہیں کس طرح کریں کام کہ بیمار بہت ہیں جو لوگ کہ مست سے پندار بہت ہیں نخوت کے گریباں ہیں ابھی تار بہت ہیں ہر علم سے ہر فن سے خبردار بہت ہیں اور عشق میں کائے ہوئے کہسار بہت ہیں مسحور کن بزم تو اشعار بہت ہیں اردو کے زبانی ہی طرفدار بہت ہیں بیکار زمانے میں مرے یار بہت ہیں</p>
---	--

<p>نظروں میں جو غبار کی شافل میں کھٹکتے دو چار سہی پھر بھی یہی غار بہت ہیں</p>	<p>بے غم و غم بے درد و درد بے ہوش و ہوش بے جا و جا</p>
--	--

پنج سالہ اسکیم

<p>ترقی کی ہیں اسکیمیں ترقی کا زمانا ہے تجارت ہو کہ صنعت ہو زراعت ہو کہ حرفت ہو زمین کا چپہ چپہ نہر سے سیراب کر دیں گے بنیں گے کوہ کن اور کھود کر اسکو نکالیں گے چمن اپنا بہار اپنی گل اپنے باغباں اپنا بقدر ظرف میکش بادہ عشرت ہے جب حاصل بچھا کر جال مٹروں کا زمین کے کونے کونے کو پڑھا کر بچے بچے کو مٹانا ہے جہالت کو</p>	<p>ہمیں ہندوستان جنت نشان کے دکھانا ہی مقابل میں ترقی یافتہ ملکوں کے آنا ہی چمن سرسبز رکھنا اور دمن گلشن بنانا ہی پہاڑوں کے جو سینے میں جواہر کا خزانہ ہی خزان برق سے محفوظ اپنا آشیانا ہی توہراک میکدے کو خم کہہ بیشک بنانا ہی مٹرک اور کار کے تاروں سے آسپل ملانا ہی مٹریگ دیکے ہراک کام کے لائق بنانا ہی</p>
---	---

جہاں میں جس قدر درکار ہیں چیزیں ضرورت کی
بھیلوں سے پائنے بازار میں بھیلوں کا نشانے
ملے کثرت سے سبزی دودھ مکھن گھی دہی پھلی
شفا خانے ہر سے کھل چکے اور کھلتے جا رہے ہیں
نہ دیں کیوں اختیار رات الٹا لوں کو
کوئی نہ کھا کوئی بھوکا کوئی جاہل کوئی مفلس
ہوا پر اپنا قابو ہو مضا پر اپنی قدرت ہو
بنانا ہند کو ہے آسمان کی آنکھ کا تارا
یہ سچ ہی مل گئی ہیں کالی بھیریں کے یوڑ میں
مٹانے کیلئے نفرت بڑھانے کیلئے لغت
وطن کی اور اپنی جو بھی خدمت کر سکیں کر لیں

ہر اک کے واسطے تیار کرنا کارخانہ ہی
ضرورت سے زیادہ ڈھیر غلے کا لگانا ہی
کوئی تدبیر کرنی اور عمل اس پر کرنا ہی
مرض کا خاتمہ کرنا ہے صحت کو بڑھانا ہی
ہمیں ہر حال میں انصاف کے قیمت لانا ہی
نہ پائند میں ڈھونڈنا ہوا وہ وقت لانا ہی
ہمیں سائنس کا ایسا کرشمہ بھی دکھانا ہی
قمر پر جانے والوں کو نیا رستہ بتانا ہی
مگر آنے ہیں وہ دن جب نہیں مسلح دکان ہی
ہمیں مل جل کے ہر سکیم کو آگے بڑھانا ہی
ہماری ہی حکومت ہی ہمارا ہی زمانہ ہی

اسی ہند کے گیسو سنوار جائیں گے شافل
کہ پنچہ پنچ ورشی یو جنا کا ایک شانا ہی
بھینچو ہر اور کی بھینچو
بھینچو ہر اور کی بھینچو

درس اتحاد

کب تک رہیں گے ایک میں فرقے الگ الگ
دستور اہل صدق و صدا کے خلاف ہے
ہرگز نہیں طریق - ترقی قوم کا
اب سب کا ایک رنگ ہو بیجا بیہیات ہے
بہتر وہ ٹاٹ جس کے ہوں ڈوڑے گتھے ہوئے
باہم کشش سے اُن کا وجود و قیام ہی

کب تک سنائے جائیں گے قصے الگ الگ
ساغر الگ الگ رہیں شیشے الگ الگ
لیڈر بنا رہے ہیں جو رستے الگ الگ
گورے الگ الگ رہیں کالے الگ الگ
مخمل خراب جس کے ہوں مٹا گئے الگ الگ
ظاہر میں ہیں اگرچہ ستارے الگ الگ

کھٹن میں جا کے دیکھئے اُس کا نہیں یہ حال ہستی کے ساکنوں پہ قیامت ہی ٹوٹتی طوفان موج کیا ہی نہ آئے نظر جناب ہوتا جہاں میں اپنے وطن کا عجب وقار لازم ہے اتحاد ترقی کے واسطے کیا خوب کہہ گئے ہیں یہ اکبر حسین جج	کھیاں الگ الگ ہیں کانٹے الگ الگ جس وقت اُس کے ہوتے ہیں تختے الگ الگ قائم رکھیں وجود جو قطرے الگ الگ ہوتے اگر نہ ملک کے ٹکڑے الگ الگ اور باعث زوال میں فرقتے الگ الگ معنی پہ غور کیجئے اُس کے الگ الگ
--	---

لاکھی بھلی اگر ہو ملی اُس کی رگ سے رگ بیکار تو پ جس کے ہوں پر نئے الگ الگ	۱۶ ۱/۴
--	--------

اتحاد

سب سے بڑہ کر ہم کو نعت چاہئے ہند کے جیسے ملے ہیں تین حرف جس طرح حرف محبت ہیں ہم ایکیتا کی ہو چکیں باتیں بہت سب سے بڑہ کر ایکیتا ہے ایکیتا آپے اس کے لئے کوشش کریں بادۂ ملت کے متانوں اٹھو عالم جو ہر دکھاؤ، علم کے شاعرو۔ درکار ہی زورِ کلام ایادیو ای دیرو۔ لکھو رکھو تھیلیوں کے کھول دو منہ منعمو!	اتحادِ ملک و ملت چاہئے ہند میں ایسی ہی ملت چاہئے ہندو الوپوں محبت چاہئے اب عمل کی کوئی صورت چاہئے ایکیتا کی ہم کو دولت چاہئے کم سے کم اتنی تو ہمت چاہئے آپ کی رہزانیہ جرات چاہئے آپ کی فہم و فراست چاہئے آپ کو کرنی یہ خدمت چاہئے آپ کا زورِ عبارت چاہئے دو اگر حسب ضرورت چاہئے
--	---



قطعہ تاریخ وفات پندت برجموہن ناتھ دتاتریہ کیفی دہلوی

شاعر بے نظیر کیفی نام گفت تاریخ حلتش شاغل	رئے خود چوں نہفت از دنیا رفت ازین دار شاعر بکیت
	۶۱۴ ۵۵

قطعہ تاریخ ولادت پسر مولوی شیخ ساجد علی اسدی خوش مصنف

وہ مرده دیا مجھ کو مسرور نے کہ ساجد علی کے ہوا ہے پسر تو میں نے بعد فکر و لبیا رغور کہا مجھے ہالت ہے نام خوب مگر یہ نہیں ایک ہی یہ الٹ یہ فال مبارک ہے کیجے جو غور ملے عمر بھی اسکو ایسی طویل	کہ جس کی مسرت سے چھائی بہار بفضل خداوند آرزو گار رکھا نام خالد علی بختیار عدد اک بڑھے گا جو کیجے شمار الف کو پڑھیں الف یعنی ہزار کہ یکہ ہی یہ در ہزاراں ہزار نہ ہوں سال جس کے کسی سے شمار
---	---

حکۃ قاضی مسرور احمد صدیقی خالہ زاد ہرادر مصنف ۱۲۰

	جو تاریخ ہی آپ کو چاہئے		رکھیں نام - خالد علی اختیار ۶۱۹۵۷ کریں نام - خالد علی - اختیار ۶۱۹۵۷ رکھیں نام - خالد علی - اختیار ۶۱۹۵۷	
۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷	قطعہ سلب جوابہ و ستموط کلام قرصہ و تاریخ کل مراد طبع مثنوی ترجمان بنجودی در صنعت زیب جدید			۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷
۲۲۵ ۶۹۲ ۷۲۶ ۳ ۳۰۰ ۶۸	ہر چہ رخ فن شعرو ترجمہ ترجمان بنجودی ہی عیاں شوکت کجیل غایت دل فریب آپ کی طرز نگارش لبریں فکر کی مہر ہوئی با شوق دل مجھ سے ہاتھ نہ کہا شغل بگو	۶۲۸ ۱۳۱ ۲۹۲ ۲۲۶ ۳۲ ۲۸	سید خورشید علی روشن ضمیر آپ کی زرف نظر کی اک نظیر بندش الفاظ بیدار پذیر نفس مضمون وادامہ موم گیر صنعت توشیح لفظی دستگیر ترجمہ بے حد صبیح و بے نظیر ترجمہ آہنگ بیل بے نظیر ترجمہ کی سادگی ہی بے نظیر	
۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷		۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷	۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷	۶۱۹۵۷ ۶۱۹۵۷

سید خورشید علی تہرے پوری۔ موطن کراچی نے "رموز بخودی" مصنفہ ڈاکٹر اقبال کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا جو "ترجمان بے خودی" کے نام سے طبع ہو رہا تھا۔ اس کے قطعہ تاریخ کی فرمائش کرنے پر مندرجہ صدر قطعہ ارسال کیا گیا۔

اب تک صنعت تو شیخ کے لئے حروف کے اعداد استعمال کرنے کا رواج رہا ہے۔ اس قطعہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ چنانچہ مصرعہ ہائے اولیٰ کے ابتدائی الفاظ سے سہارنہ ۶ بکری اور آخری لفظوں سے سہارنہ ۱۳۹ بکری برآمد ہوتا ہے۔ تیسرے مصرعہ ہائے ثانی کے اول الفاظ سے سہارنہ ۱۸۸ شا کا نکلتا ہے اور چھٹے شعر کے مصرعہ ثانی سے جو تین ہیں سہارنہ ۱۹۶ برآمد ہوتا ہے۔

اس قطعہ کی سُرخ بھی تاریخی ہے۔ حروف منقوطہ میں سے ثنات اور ثلثہ کے اعداد ۱۹۶ کے حامل ہیں۔ اور مواہدات سہارنہ ۱۳۹ بکری کے نیز حروف پہلہ ۱۸۸ شا کا کے۔ سنہ شا کا ہندوستان میں رائج ہے۔

قطعہ تاریخ وفات سید انور علی شاہ سانہری شمع جو پوری پاکستانی

شاعر تاریخ گوجرانہاں	جس کا پاکیزہ تخلص شاد تھا
۱۹۶۰ء	۱۹۶۰ء
سید انور علی فخر جہاں	داخل جنت ہوئے چون و چرا
۱۳۸۰ھ	۱۳۸۰ھ

قطعہ تاریخ وفات جگر مراد آبادی

دنیا سے گیا جب وہ سوئے ملک ہنگام	ساتھ اس کے گئی بزم سخن کی رونق
تاریخ کی۔ کی فکر تو آئی یہ نہ	سلطان تغزل جگر طالب حق
	۱۹۶۰ء

قطعه تاریخ وفات میاں محمد احسان علی خاں سینئر نائب فوج جلد چہارم

یکے در ہر دو سہنہ تاریخ گفتا

میاں احسان علی خاں شاد مانا

۱۳۷۹ھ

چور حلت کردم و وضعدار

زدنیا در جہاں آن طالب حق

۵۸۱

۱۹۶۰ء

قطعه تاریخ وفات پندت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہندوستان

دل پہ اک عالم کے جس کا راج تھا

ہند کی انسانیت کا تاج تھا

لعل تھا الماس تھا پیکر راج تھا

وہ سراپا شعلی و بلج تھا

امن کی منزل کا اک منہاج تھا

شانقی کا قلزم عوارج تھا

وہ اکیلا کثرت افواج تھا

ٹوٹا کوہ الم تو آج تھا

کیونکہ وہ ہندوستان کا تاج تھا

ہند کے اقبال کی معراج تھا

۱۹

ماہر رمز سیاست ہے نظیر

وہ جواہر ہی نہ تھا اور لال ہی

جمع تھا ہر رنگ اس کی ذات میں

اس سے پہلی امن عالم کی ضیا

رہنمائے اتحاد و اتفاق

اس نے دنیا کو دیا امن و امان

ہر عدوئے ملک سے لڑتا رہا

اور کچھ زندہ وہ رہتا کس طرح

سال رحلت میں اس کی شہر ذیل

وہ جواہر لال نہرو دیکھ تارہ

۶۴

قطعہ تاریخ تعمیر سوائی جے سنگہ اردو ریڈنگ روم جے پور

ہیں مصرعہ سے خلیل احمد باندانہ گزریں	قطعہ تاریخ ہزار دو میں اس کا بہترین
اس کی کوشش سے بنایا اور اسی کی فکر ہے	اور رہے گا انتظام انجمن میں بالیقین

مصرع تاریخ دونوں سنہ میں شاعریوں کہو	
مظہر اصوب کمالات فیض بخش جمیں	
۱۳۸۶ھ	۶۱۹۶۶

قطعہ تاریخ حج خیری صاحبؒ

خدا کے لطف اور الطاف احمد	برائی سے رہے ہر دم جو تائب
دو بارہ حج کی آنکھ یہ تاریخ	ادا میر در حج خیری صاحب
	۱۳۸۶ھ

۱۵ صاحبزادہ خلیل احمد خان صاحب ممبر انجمن ترقی اردو اور اجتماع ۱۲
 ۱۶ خان بہادر الحاج الطاف احمد صاحب خیری آر۔ اے۔ ایس دریا ٹریڈ سائٹی صدر
 انجمن ترقی اردو اور اجتماع ۱۲

مزاحیات

ریاست جے پور میں تحصیل کی دستک

<p>بوٹیاں ہیں گاؤں والے اور دستک چیل ہی مار اس کی سیج اگر پوچھو خدا کی مار ہے اس کے آگے کوئی دم مار کسی کا دم نہیں اس پہ دعویٰ ہو نہیں سکتا کسی سرکار میں سینکڑوں کے سر اڑا دیتا ہے اس کا ایک ار جیسے بجن کھینچ کر لیجائے ڈبے ریل کے چیل لیجائے اوچک کر جیسے دو نہ ہات سے یہ سزا وہ ہی جو کر دیتی ہے کھر رو کو ذیل شیر کو گیدڑ بنایا اور گیدڑ کو چوہا اس کے بل پر ڈھیل کہتا ہے ٹیلین کو چڑھیل بھول جائے شہد طنت بنجائے اس کی جان پر بھول جائے رینکھنا بنجائے اس پر خوش خرام دستک تحصیل کی ہوتی اگر اُن کو خیر</p>	<p>موت کی دستک سے بڑھ کر دستک تحصیل ہی سرکشوں کے سر جھکا دیتی ہے وہ بہتیار ہے اس کی ہیبت شیر کی ہیبت سے ہرگز کم نہیں اس کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں ہنسار میں نام سے اس کے لرز جاتے ہیں سارے کاشتکار کھینچ لاتی ہے اسی صورت سے پوچھوٹے بڑے یوں گنواروں کو اوچاک لاتی ہے کہ مگھات سے یہ سزا وہ ہی نہیں جس کا مراغہ اور ایل اس قدر طاقت ہے اس میں جس کو اس نے چھو لیا جو سری جی کی اسی کے ڈر سے کرتا ہے ٹیل چار مورت کی بھی ہو جائے اگر شیطان پر اور گھسے کے سانے لے دے جو کوئی اس کا نام بھاگ جائے رستم و ہشتر بھی میداں چھوڑ کر</p>
---	---

۱۲ مقامی سلام جو کاشتکار کرتے ہیں ۱۲

۱۲ انٹری رگنوار ۱۲

۱۳ تحصیل کا پیادہ ۱۳

۱۴ داد و بنتی شاہی جو تحصیل میں بطور سپاہی مامور ہوتے تھے ۱۴

۱۵ ۵۰	ذیل خالی ذیل ہیں اور مورتیں ہیں مورتیں ایک دستک نے جارکھی ہیں سب کی سیتیں
-------	--

محکمہ چوکیداری جے پور کی گت

<p>سراسر کار فرما جس میں خواری فقط ایک چھوڑا اک مہاری کسی دن ہونہ جائے کفش کاری نہ افسری میں شان اختیار رہیں جب چاہیں دفتر سے فراری نہ ناظم جی کی کوئی پاسداری کریں سو بار بھی فائل شمار ملازم ہیں خزانے کے بھکاری نہ عائد ہے کسی پر ذمہ داری جو جان و روح بالکل ہیں عاری بلیں تحصیل سے باآہ و زاری</p>	<p>عجب ہے محکمہ یہ چوکیداری سواری ہی نہ عملہ ہے نہ دفتر علامت کوئی سرکاری نوردی کلرک افسر کو بدتا ہی نہیں ہے نہ چیرا سی ہی باجو جی کو گناہیں نہ ڈپٹی جی کی ڈانٹوں سے چلے کام نہیں سٹے کا پھر بھی اصل کا غد نہ ننخواہوں نہ ٹی۔ اے کا قرینہ نہ افسر ہے کوئی اس کا نہ حاکم فقط میں ذیل اور مورت سپاہی سو وہ بھی بعد صداسعی دکوشش</p>
---	---

مخاطب جو بھی ملتا ہے انٹاری	پٹیلوں سے ہمیشہ سرکھٹوول
-----------------------------	--------------------------

<p>۱۲ ہندی لفظ یعنی جسم ۱۳ داد و پتی شامی۔ جن کو ناگہ کہتے ہیں اور انہیں کو مورت کہا جاتا ہے۔ تحصیل میں بطور سپاہی۔ امور ہوتے تھے ۱۲ ۱۴ مراد ایک ناظم اور ایک انپکٹر ۱۵ مراد انٹ پکٹر۔ ۱۳</p>	
---	--

<p>پکڑتے ہیں ہر قانون کی ناٹھاری زیادہ ایک سے ہو اک کباٹھاری توڑا تاہی اکاٹھاری اور کچھاٹھاری</p>	<p>وہ لقمہ نان مھرائی ہیں ملتے ہنراہ دل اعتراض و نکتہ جینی ”سوائے چک“ کو پھاری بھی شکر</p>
<p>اٹھائے کون صد ہا ذمہ داری ”قبولیت“ کی بھاشا ہو وہ ساری وہاں چلتی نہیں ہو تیس ماری ٹھکانوں کی تو ہر لیلہ ہی نیارہی مریض تھائی سس نکلی بچاری جو بد نظمی ہے اس صیغہ میں جاری عجب دنیا نظر آتی ہے ساری</p>	<p>پرست پچیس بیگ لے کے دھرتی کسی کا باپ بھی سمجھے نہ جس کو جواب کو رٹ آنا کب ہو ممکن معا فیدار انعامی و اذہ کی خریدی تھی جو دو سے کیلئے کار قوانی نظم ہذا کے ہیں منظر پریشاں حضرت شاغل نہ کیوں ہوں</p>
<p>۲۱</p>	<p>مگر ہوش کد تیرا راز قی کل کہ تو نے اس طرح روزی آتاری</p>
<p>۱۱ مقامی پولی۔ بمعنی نبض ۱۲ ۱۳ چوکیدار کو اس کی خدمت کا معاوضہ پچیس بیگ پرت زمین دی جاتی تھی ۱۲ ۱۴ وہ تحریر جو چوکیدار سے بطور منظوری لکھائی جاتی تھی ۱۲ ۱۵ کورٹ آف وارڈ۔ جہاں سے جواب ہی نہ آتا تھا۔ ۱۶ زمیندار کی ایک قسم ۱۲ ۱۷ حیدر۔ مقامی اصطلاح ہندی۔ ”لیلانیاری ہے“۔ ۱۲</p>	

دیگر تصانیف شامل

نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	نسخہ طبع	نمبر شمار	نام کتاب	موضوع	نمبر شمار
۱	ترجمہ پولیس ٹیڈجے پور	ضابطہ	۱۹۳۳	۱۸	روداد مسلم ہائی اسکول	روداد	۱۹۵۲
۲	ہذراتا	سیر	۱۹۳۴	۱۹	دستورِ سخن رتنی روداد پور	دستورِ سخن	۱۹۵۳
۳	نقشہ تحریرات	ضابطہ	"	۲۰	مکملہ ستنہ بلاغت	ادب	"
۴	نقشہ ضابطہ فوجداری	"	"	۲۱	نئی روشنی	روزنامہ	۱۹۵۵
۵	نقشہ قانون شہادت	"	"	۲۲	دستورِ عمل سخنِ حقیقت	دستورِ عمل	۱۹۵۶
۶	منظرِ معرفت	ادب	۱۹۳۵	۲۳	سی پاره دل	ادب	۱۹۵۷
۷	نقشہ دینیات	فقہ	"	۲۴	روداد کل رہنما	"	"
۸	سرنوشت مرزا مائل	ادب	۱۹۳۶	۲۵	تذکرہ شعرائے پور	"	۱۹۵۸
۹	بہترین تذکرہ	"	"	۲۶	قواعد تنظیم	ضابطہ	۱۹۵۹
۱۰	ارمغانِ اکرام	"	۱۹۳۸	۲۷	سہ سالہ رپورٹ	مستطاع	"
۱۱	الاسلام حصہ اول	فقہ	۱۹۵۰	۲۸	کتابچہ مردم شماری	"	۱۹۶۰
۱۲	الاسلام حصہ دوم	"	"	۲۹	رجحان پولس کی کہانی	روداد	۱۹۶۲
۱۳	الاسلام حصہ سوم	"	۱۹۵۱	۳۰	صحیفہ خوشنویاں	خطاطی	۱۹۶۳
۱۴	الاسلام حصہ چہارم	"	۱۹۵۲	۳۱	روداد سپوزیم	ادب	"
۱۵	الاسلام حصہ پنجم	"	"	۳۲	روداد کانفرنس	"	۱۹۶۴
۱۶	الاسلام حصہ ششم	"	"	۳۳	گل و گوہر	"	"
۱۷	الاسلام حصہ ہفتم	"	"	۳۴	میلاد النبی	سیریاک	۱۹۶۵

۳۵	تذویر طریقت	سیر	۱۹۶۵	۵۳	انتخاب کامل	ادب
۳۶	تعلیم المریدین	تصوف	۱۹۶۶	۵۴	مجالس عزا	سیر
۳۷	انتخاب تقاریر	ادب	۱۹۶۶	۵۵	صد خواب پریشاں	ادب
۳۸	نذر جمال	سیر	۱۹۶۹	۵۶	بیاض بیان	سیر
غیر مطبوعہ			زیر طباعت			
۳۹	کشل شغل	ادب		۵۷	دیوان شغل اول	ادب
۴۰	نقشہ قوانین مختص الامر	قانون		مرتب کردہ		
۴۱	چند فاتحان اسلام	تاریخ				
۴۲	ہدایات کنٹرول	قانون		زیر تکمیل		
۴۳	دیوان شغل نعتیہ و منقبتی	ادب				
۴۴	نقشہ اخلاق جلالی	اخلاق				
۴۵	تمتہ دیوان ولی	ادب				
۴۶	مرغوب طریقت	سیر				
۴۷	ناظرہ آخری	تصوف		۵۸	کلیات مائل	ادب
۴۸	منظوم ترجمہ رباعیات حافظ	ادب		۵۹	دیوان مبین عشقیہ	"
۴۹	تاریخ شہید	ادب		۶۰	دیوان مبین نقیہ	"
۵۰	نقشہ قواعد فارسی	قواعد		۶۱	رباعیات مبین	"
۵۱	نقشہ قواعد اردو	"		۶۲	دیوان تنویر	"
۵۲	خطیہ امیر ولی	ادب		۶۳	جے پور کی چند نمایاں مہتیاں	تاریخ
				۶۴	رجستان کی جھلک	"
				۶۵	فنون سپہ گری	حیثیام
				۶۶	دیوان شغل جلد دوم	ادب